چنگیز خاں

فاتحِ عالم

سلسلۂ تاریخ و سوانح

(۳)

Marfat.com

مصنّف : ہیرلڈلیم
مترجم : عزیز احمد

چنگیز خاں

"فاتحِ عالم"

مکتبۂ جدید لاہور

This is an authorized Urdu translation of
GENGHIS KHAN
Copyright, 1227, by Robert M. Mc Bride and Company,
Published by Doubleday and Company, Inc., 1952

FOURTH URDU EDITION
PRINTED IN PAKISTAN

135052

جملہ حقوق محفوظ

طبع چہارم : ۱۹۶۸ء
تعداد : ایک ہزار
طابع : رشید احمد چودھری
مطبع : اشرف پریس ، لاہور

ناشر
مکتبۂ جدید ۔ لاہور

بہ اشتراک
موسسۂ مطبوعات فرینکلن
لاہور ۔ نیویارک

Marfat.com

ترتیب

پیش لفظ

معمّا، ۹

پہلا حصّہ

پہلا باب	صحرا، ۱۷
دوسرا باب	زندگی کی کشمکش، ۲۵
تیسرا باب	جھگڑوں والی لڑائی، ۳۵
چوتھا باب	نوجن اور دھارے، ۴۴
پانچواں باب	جب کوہ جیتہ پر پرچم لہرایا، ۵۶
چھٹا باب	پرسٹیر جون (طغرل اونگ خان) کی موت، ۶۶
ساتواں باب	یاسا، ۷۵

دوسرا حصّہ

آٹھواں باب	ختا، ۸۵
نواں باب	تاجدار زریں، ۹۶

دسواں باب — منگولوں کی واپسی، ۱۰۶
گیارھواں باب — قراقورم، ۱۱۳

تیسرا حصّہ

بارھواں باب — صمصام الاسلام، ۱۲۳
تیرھواں باب — مغرب کو یلغار، ۱۳۲
چودھواں باب — پہلا حملہ، ۱۴۰
پندرھواں باب — بخارا، ۱۴۸
سولھواں باب — اُرخاناں کی شہسواری، ۱۵۹
سترھواں باب — چنگیز خان کا شکار، ۱۶۸
اٹھارھواں باب — تُولی کا تختِ زریں، ۱۷۶
انیسواں باب — سڑکیں بنانے والے، ۱۸۴
بیسواں باب — دریائے سندھ کے کنارے، ۱۹۰
اکیسواں باب — قرولتائی، ۲۰۵
بائیسواں باب — اِتمامِ کار، ۲۰۹

چوتھا حصّہ

حرفِ آخر، ۲۱۵

Marfat.com

"آسمان پر خدا اور زمین پر خدا کی قوت۔ نوعِ انسان کے بادشاہ کی مہر۔"

چنگیز خاں کی مہر

Marfat.com

پیش لفظ ــــ معمّا

سات سو سال پہلے ایک آدمی نے دنیا کو قریب قریب بالکل ہی فتح کر لیا تھا۔ اس زمانے کے ربع مسکون کے نصف حصّہ پر اُس نے اپنا تصرّف قائم کیا اور نوعِ انسان پر ایسی دھاک بٹھائی جس کا اثر کئی نسلوں تک باقی رہا۔

اپنی زندگی میں اس نے کئی نام پائے ــــ قتّالِ اعظم، قہرِ خدا، جنگجوئے کامل، باج گیرِ تاج و تخت۔ عام طور پر وہ چنگیز خان کے نام سے معروف ہے۔

بہت سے صاحبانِ خطاب اپنے خطابوں کے اہل نہیں ہوئے مگر وہ ان سب خطابوں کا اہل تھا۔ ہم امریکی، جن کی تعلیم یورپی روایات کے مطابق ہوتی ہے، بڑے شہنشاہوں کی فہرست مقدونیہ کے سکندرِ اعظم سے شروع کرتے ہیں اور روم کے قیاصرہ کو شمار کرتے ہوئے اس فہرست کو نپولین پر ختم کرتے ہیں، لیکن اس یورپی بازی گاہ کے کھلاڑیوں کے مقابلے میں چنگیز خاں بہت ہی بڑے پیمانے کا فاتح تھا۔

معمولی معیاروں سے اس کا جانچنا مشکل ہے۔ جب وہ اپنے اُردو (لشکر) کے ساتھ کوچ کرتا تو اس کا سفر میلوں نہیں، عرض البلد اور طول البلد کے پیمانوں پر ہوتا۔ اس کے راستے میں جو شہر آتے، اکثر حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتے۔ دریاؤں کے رُخ بدل جاتے۔ صحرا کے صحرا اُسراسیمہ اور لبِ مرگ پناہ گزینوں سے بھر جاتے اور اس کے گذر جانے کے بعد اُن علاقوں میں جو کبھی آباد تھے، بھیڑیوں اور کرگسوں

کے سوا کوئی زندہ مخلوق باقی نہ بچتی۔

انسانی جانوں کی ایسی تباہی، آج کل کے انسان کے تخیل کو ششدر کر دیتی ہے، حالانکہ دوسری جنگِ عظیم کی تباہی کے مناظر چشم تصور سے ابھی دور نہیں۔ ایک خانہ بدوش سردار چنگیز خاں نے صحرائے گوبی سے خروج کیا، دنیا کی متمدن قوتوں سے جنگ کی اور اس جنگ میں کامران ہوا۔

یہ سب اچھی طرح سمجھنے کے لیے ہمیں تیرھویں صدی عیسوی کی طرف واپس لوٹنا پڑیگا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا راسخ عقیدہ تھا کہ اس عالم اسباب واشیار میں بر غیر معمولی انقلاب محض کسی فوق الفطری قوت کے ظہور سے ہی آ سکتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ قیامت کے آثار ہیں۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے: "کبھی اس سے پہلے مغلوں اور نصرانیوں کے حملوں کے نرغے میں دارالسلام کی یہ حالت نہیں ہوئی۔"

عیسائی دنیا بھی چنگیز خاں کی موت کے بعد مغلوں کی اگلی پشت کے مقابلے میں اتنی ہی سراسیمہ و حیران تھی جب کہ خونخوار مغل شہسوار مغربی یورپ کو روندتے پھرتے تھے۔ پولینڈ کا شاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا شکست کھا کے جنگ کے میدان سے بھاگ گئے تھے اور سائلیسیا کا ڈیوک ہنری اپنے تیوتانی شہسواروں کے ساتھ لڑتا ہوا لیگ نٹز میں مارا گیا تھا۔ یہی حشر روس کے گرینڈ ڈیوک جارج کا ہوا تھا اور قشتالیہ کی خوبرو ملکہ بلانش نے فرانس کے بادشاہ سینٹ لوئی کو یاد کر کے پکارا تھا، "میرے بیٹے تو کہاں ہے!"

جرمنی کے شہنشاہ فریڈرک ثانی نے، جو ٹھنڈے دل سے غور کرنے کا عادی تھا، انگلستان کے شاہ ہنری ثالث کو لکھ بھیجا کہ یہ "تاتاری" عذابِ الٰہی سے کم نہیں، جو نصرانی دنیا پر عیسائیوں کے گناہوں کی پاداش میں نازل ہوتے ہیں اور یہ تاتاری دراصل اسرائیل کے دس گم گشتہ قبائل کی نسل سے ہیں، جن کو سامری کے سنہرے بچھڑے

Marfat.com

کو پوجنے اور بُت پرستی کی سزا دینے کے لیئے ایشیا کے ویران صحراؤں میں بند کر دیا گیا تھا۔

یہاں تک کہ روجر بکین جیسے فلسفی نے یہ رائے ظاہر کی کہ مغل در اصل دجّال کے سپاہی ہیں اور اب اپنی آخری دہشت ناک فصل کاٹنے آئے ہیں۔

یہ یقین ایک عجیب پیشین گوئی کی وجہ سے اور بھی محکم ہو گیا جو غلطی سے سینٹ جیروم سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ کہ دجّال کے زمانے میں ایشیا کے پہاڑوں کے اس پار یاجوج ماجوج کے ملک سے "ترکوں" کی ایک قوم خروج کرے گی۔ یہ ایسی قوم ہوگی جو گندی اور میلی ہو گی، جو نہ شراب پیئے گی اور نہ نمک اور گیہوں کھائے گی اور جو ساری دُنیا پر تباہی لائے گی۔

اسی لئے پاپائے روم نے لیون میں مجلس مشاورت طلب کی جس کا ایک حد تک یہ مقصد بھی تھا کہ کسی نہ کسی طرح مغلوں کے اِس سیلاب کو روکا جائے۔ ایک لحیم شحیم مقدّس راہب' پلانو کارپینی کے باشندے جان کو پاپائے اعظم کا نمائندہ اور سفیر بنا کے مغلوں کے پاس بھیجا گیا۔ "کیونکہ ہمیں خوف تھا کہ کلیسائے خداوندی کے لیئے سب سے زیادہ قریب اور ظاہر جو خطرہ تھا، وہ ان ہی مغلوں کا تھا۔"

اور کلیساؤں میں مغلوں کے غضب سے نجات پانے کے لیئے دعائیں مانگی گئیں۔

اگر یہ کہانی محض اس تباہ کاری، اس تمدّن کُشی پر ختم ہو جاتی تو چنگیز خاں کا مرتبہ اٹیلا یا ایلارک سے زیادہ اونچا نہ ہوتا۔ وہ بھی ایک بے مقصد' بے پناہ' آوارہ گرد فاتح ہوتا اور کچھ نہ ہوتا، لیکن یہ قہرِ خداوندی، جنگجو سے کامل بھی تھا اور باج گیرِ تخت و تاج بھی۔

اور یہی وہ راز ہے جس میں چنگیز خاں کی شخصیت گھری ہوئی ہے۔ وہ ایک

Marfat.com

خانہ بدوش تھا، شکاری تھا، چرواہا تھا لیکن تین بڑی سلطنتوں کے سپہ سالاروں کو اس نے شکست دی۔ وہ وحشی تھا، جس نے کوئی شہر نہیں دیکھا تھا اور لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا لیکن اس نے پچاس قوموں کے لیے قانون بنایا اور نافذ کیا۔

جہاں تک خداداد فوجی قابلیت کا تعلق ہے، بادی النظر میں نپولین یورپ کا سب سے درخشاں سپہ سالار تھا لیکن ہم یہ فراموش نہیں کر سکتے کہ نپولین نے ایک فوج کو مصر میں تقدیر کے حوالے کر کے چھوڑ دیا اور دوسری فوج کا بچا کھچا حصّہ روس کے برف زاروں کے حوالے کر دیا اور بالآخر واٹرلو کی شکست پر اس کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اس کے جیتے جی اس کی سلطنت مٹ گئی، اس کا قانون پارہ پارہ کر دیا گیا اور اس کی موت سے پہلے اس کے بیٹے کو محروم الارث قرار دیا گیا۔ یہ پورا واقعہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تھیٹر میں کوئی ڈراما ہو رہا ہو اور جس میں نپولین خود بھی محض ایک ایکٹر ہو۔

فتح مندی میں چنگیز خاں سے موازنہ کرنے کے لیے مقدونیہ کے سکندر اعظم کا ذکر ضروری ہے۔ سکندر ایک بے پروا اور فتح مند نوجوان تھا۔ دیوتاؤں جیسا، جو اپنی صف بصف فوج کے ساتھ مشرق سے نکلتے ہوئے سورج کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ہمرکاب یونان کے تمدّن کی برکتیں تھیں۔ سکندر اور چنگیز خاں دونوں کی موت کے وقت ان کے اقبال و ظفر کا ستارہ انتہائی عروج پر تھا اور ان کے نام ایشیا کی حکایتوں میں محفوظ ہیں۔

دونوں کی موت کے بعد کے واقعات سے دونوں کی حقیقی کامرانیوں کے حاصل کے فرق کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ فرق بے اندازہ ہے۔ سکندر کے مرتے ہی اُس کے سپہ سالار آپس میں لڑنے لگے اور اُس کے بیٹے کو سلطنت چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

لیکن چنگیز خاں نے اس قدر کامل طور پر اپنے آپ کو آرمینیا سے کوریا تک اور تبت سے دریائے اتیل تک کے علاقے کا مالک بنا لیا تھا کہ بلا کسی ردّوکد کے اس کے

Marfat.com

بیٹے کو اس کی جانشینی نصیب ہوئی اور اس کا پوتا تو ہیلاکی خاں بھی نصف دنیا پر حکمران تھا۔

یہ عظیم الشان سلطنت جسے ایک وحشی نے محض نیستی سے پیدا کیا، مؤرخوں کے لئے ایک معجزہ اور ایک راز ہے۔ انگلستان میں اس کے عہد کے متعلق جو عام تاریخ حال میں مستند مورخوں نے تالیف کی، اس میں اس امر کو ایک ناقابل تشریح واقعہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک اور محترم عالم نے یہ کہہ کے حیرت کا اظہار کیا ہے "چنگیز خاں کی تقدیر ساز شخصیت کی تہ تک ہم اسی طرح نہیں پہنچ سکتے، جیسے شیکسپیئر کی خداداد صلاحیت کا معمّا نہیں سلجھا سکتے۔"

کئی وجہوں سے چنگیز خاں کی شخصیت ہماری نظروں سے چھپی ہوئی ہے۔ ایک تو یہ کہ مغل لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یا کم سے کم انھوں نے لکھنے پڑھنے کی پروا نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چنگیز خاں کے عہد کی تاریخ ہمیں محض الیغوریوں، چینیوں ایرانیوں اور آرمینیوں کی منتشر تحریروں میں ملتی ہے۔ حال تک مغل سانگ است زین کی داستان کا بھی اطمینان بخش ترجمہ نہیں ہوا تھا۔

یعنی اس مغلِ اعظم کے سب سے ذہین مؤرخ اس کے دشمن تھے۔ یہ ایک ایسا امر واقع ہے، جسے فراموش نہیں کرنا چاہئیے۔ یہ مؤرخ دوسری قوموں سے تھے۔ اس کے علاوہ تیرھویں صدی عیسوی کے یورپی باشندوں کی طرح اپنے ملک اور سرزمین سے باہر کے لوگوں کے متعلق ان کے تصورات بہت مبہم تھے۔

انہوں نے مغلوں کو ایک نامعلوم سرزمین سے دفعۃً خروج کرتے دیکھا۔ انہوں نے مغل اردو کے وحشت ناک حملوں کی ضرب برداشت کی اور پھر انہوں نے دیکھا کہ ان کی سرزمین سے ہوتا ہوا یہ سیلاب دوسرے نامعلوم ملکوں کی طرف امڈ رہا ہے۔ ایک مسلمان مصنّف نے مغلوں کی یورش کے تجربے کو ان افسوسناک لفظوں میں ادا

Marfat.com

کیا ہے: آئے قتل و غارت کیا، مالِ غنیمت سمیٹا اور چل دیئے۔"

ان مختلف ماخذوں کو پڑھنا اور ان کا باہم مقابلہ کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جو مستشرقین ان ماخذوں کے مطالعہ میں کامیاب بھی ہوتے، انہوں نے ساری توجہ مغل فتوحات کی سیاسی تفصیلوں پر صرف کر دی۔ چنگیز خاں کی جو تصویر وہ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں وہ وحشی قوت و طاقت کے ایک مظہر، ایک عذاب کی ہے جو صحراؤں کی جانب سے اکثر نمودار ہوتا ہے اور تمدنوں کو غارت کرتا ہے۔

سانَنگ است زین کے ساگا سے بھی اس معمے کے حل کرنے میں کوئی خاص مدد نہیں ملتی کیونکہ یہ ساگا بڑی سادگی سے یہ بیان کرتا ہے کہ چنگیز خاں دیوتاؤں کی نسل سے ایک "برگدو" تھا۔ یہاں بجائے معمے کے ہم ایک معجزے سے دوچار ہوتے ہیں۔

یورپ کی قرونِ وسطیٰ کی تاریخوں میں، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، عام طور پر یہ رجحان ملتا ہے کہ مغلوں میں ایک طرح کی شیطانی طاقت سرایت کئے ہوئے تھی، جو یورپ میں تگ و تاز کرتی رہی۔

غصہ تو اس پر آتا ہے کہ جدید مؤرخین بھی تیرھویں صدی کے اوہام ہی کو دہراتے ہیں۔ خاص طور پر اس لیئے کہ تیرھویں صدی کے یورپ نے چنگیز خاں کے خانہ بدوشوں کو محض پرچھائیوں کی طرح یورش کرتے دیکھا تھا۔

لیکن چنگیز خاں کے گرد جو معمّا ہے، اُسے حل کرنے کی ایک آسان تدبیر ہے اور وہ یہ کہ گھڑی سات سو سال پیچھے کر دی جائے اور چنگیز خاں کو اِس طرح دیکھا جائے جیسے اُس زمانے کے مؤرخین اُسے دیکھتے تھے۔ معجزے یا وحشی طاقت کے مظہر کے طور پر نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے۔

ہم کو یہاں مغلوں کی نسل کی سیاسی کامیابیوں سے غرض نہیں صرف اُس

Marfat.com

فردِ واحد سے مطلب ہے جس نے مغلوں کو ایک گمنام قبیلے کی حیثیت سے بلند کر کے دنیا کا مالک بنا دیا۔

اس آدمی کا تصوّر زندہ کرنے کے لیے ہمیں اُسے اپنی قوم کے درمیان سات سو سال پہلے کی دُنیا میں جیتا جاگتا دیکھنا ہے۔ ہم اُسے جدید تمدّن کے معیاروں سے نہیں جانچ سکتے۔ ہمیں اُسے ایک بنجر سرزمین کے ماحول میں دیکھنا ہے، جس میں خانہ بدوش ... شکاری بستے تھے، شہسواری کرتے تھے اور شمالی ہرنوں کی گاڑیاں چلاتے تھے۔

یہاں انسان جانوروں کے سمور کے لباس پہنتے ہیں اور گوشت اور دودھ کی خوراک پر بسر کرتے ہیں۔ یہ انسان اپنے جسموں پر چربی اور تیل ملتے ہیں تاکہ سردی اور نمی سے محفوظ رہیں۔ کبھی کبھی وہ بھوک اور سردی سے مر بھی جاتے ہیں یا دوسرے انسان اپنے ہتھیاروں سے انہیں تکا بوٹی کر دیتے ہیں۔

بقول بہادر فرا کارپینی کے جو پہلا یورپین تھا جس نے اس سرزمین پر قدم رکھا: "یہاں قصبے اور شہر نہیں بس بنجر ریگستان ہیں، پوری زمین کا سَوواں حصّہ بھی ایسا نہیں جو دریاؤں سے سیراب ہو سکے یا جس پر کاشت ہو سکے، کیونکہ یہاں دریا بہت کم ہیں۔

"اس سرزمین میں درخت نہیں اُگتے، حالانکہ مویشیوں کی چراگاہیں بہت ہیں۔ شہنشاہ اور شہزادے اور باقی سب گوبر کے اُپلوں سے آگ تاپتے ہیں اور انہیں پر اُن کا کھانا پکتا ہے۔

"موسم بڑا سخت ہے۔ وسط گرما میں بھی باد و رعد کے بڑے سخت طوفان اُٹھتے ہیں اور بہت سے لوگ مر جاتے ہیں۔ گرمیوں میں بھی کبھی کبھی بہت برفباری ہوتی ہے اور ایسے سرد طوفانی جھکڑ چلتے ہیں کہ گھوڑوں پر سوار ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے

Marfat.com

ایک طوفان میں ہم کو زمین پر لیٹ جانا پڑا اور گرد و غبار کی وجہ سے ہمیں نزدیک کی چیز بھی نظر نہ آتی تھی۔ اکثر اولے گرتے ہیں اور دفعتہً سخت ناقابلِ برداشت گرمی پڑنے لگتی ہے، جس کے بعد اسی شدّت سے سردی ہوتی ہے ———

یہ ہے صحرائے گوبی ۱۱۶۲ء عیسوی میں۔ بارہ جانوروں کی جنتری کے حساب سے یہ خنزیر کا سال ہے۔

Marfat.com

پہلا حصّہ

باب اوّل

صحرا

گوبی میں زندگی کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اونچے بلند ہموار ٹیلے، جن پر تیز ہواؤں کے جھکڑ چلتے، اور جن کی بلندی بادلوں کے قریب قریب پہنچتی۔ جھیلیں، جن کے اطراف اونچی اونچی گھاس تھی، جن میں ہجرت کرنے والے پرندے شمالی ٹنڈراؤں کی طرف اڑتے ہوئے آن کر بسیرا لیتے۔ اوپر کی ہواؤں کے تمام عفریت وسیع جھیل بیکال پر جمع ہوتے۔ درمیانی جاڑوں کی شفاف راتوں کو اُفق پر شمالی روشنیاں طلوع اور غروب ہوتی دکھائی دیتیں۔

شمالی گوبی کے اس گوشے کی اولاد جو انسان تھے۔ انہیں تکلیفوں نے سخت جان نہیں بنایا تھا بلکہ سخت جانی ان کو ورثے میں ملی تھی۔ جب ماں کا دودھ چھڑا کے گھوڑی کا دودھ شروع کرایا جاتا اسی وقت سے بچے سے اس کی توقع کی جاتی کہ وہ اپنی فکر آپ کرے۔

گھریلو خیمے میں آگ کے قریب جوان جنگجوؤں اور مہمانوں کا مقام تھا۔ عورتیں بائیں جانب بیٹھ ضرور سکتی تھیں لیکن ذرا دُور اور لڑکے لڑکیاں جہاں بن پڑے وہاں بیٹھ جاتے تھے۔

یہی حال غذا کا تھا۔ بہار کے موسم میں جب گھوڑیاں اور گائیں خوب دودھ دیتیں تو خیر ٹھیک تھا۔ اس زمانے میں شکار بھی خوب ملتا قبیلے کے شکاری ہرن یا ریچھ مار لاتے بجائے اس کے کہ لومڑیوں ایسے ہی درمیانہ والے دُبلے پتلے جانوروں کا شکار کریں۔ ہر چیز دیگ میں ڈال دی جاتی اور پھر کھائی جاتی ——— اس طرح کہ جوان طاقتور مرد پہلے

جو چاہتے کھا لیتے۔ بوڑھے اور عورتیں اُن کے بعد کھاتے اور بچوں کو ہڈیوں اور ریشوں کے لیے لڑنا پڑتا۔ کتوں کے لیے شاید ہی کبھی کچھ بچتا۔

جاڑوں میں جب جانور دُبلے ہو جاتے تو بچوں کو کچھ زیادہ نصیب نہ ہوتا۔ اُس زمانے میں دُودھ کے استعمال کا ایک ہی طریقہ تھا کہ اُس کی کومیس بنائی جائے۔ کومیس دودھ کو چمڑے کے تھیلوں میں بھر کے، خمیر دے کے اور پھینٹ کے تیار کی جاتی تھی۔ تین چار سال کے چھوٹے سے صاحبزادے کے لئے کومیس طاقت بخش اور کسی قدر نشہ آور ضرور ہوتی تھی، مگر شرط یہ تھی کہ وہ کسی طرح مانگ کے یا چُرا کے اسے حاصل کرے۔ جب گوشت نصیب نہ ہوتا تو اُبلے ہوئے باجرے سے بھوک کا کچھ نہ کچھ علاج کر لیا جاتا۔

بچوں کے لئے آخری جاڑوں کا زمانہ بدترین ہوتا۔ مویشی اِس لئے زیادہ کاٹے نہیں جاتے تھے۔ کہ گلّوں کی تعداد بہت کم نہ ہو جائے۔ ایسے زمانے میں قبیلے کے جنگجو دوسرے قبیلوں سے غذا کا سامان لوٹتے، اور گھوڑے اور مویشی ہنکا لے جاتے۔

بچپن ہی سے بچّوں کا گروہ الگ شکار کھیلتا اور کلہاڑیوں اور کند تیروں سے چوہوں یا کتّوں کو مارنے کی کوشش کرتا۔ وہ بھیڑوں پر سواری کی مشق کرتے اور سہارے کے لیے ان کی پشم کو مضبوطی سے تھام لیتے۔

قوتِ برداشت پہلی چیز تھی جو چنگیز خاں کو ورثہ میں ملی۔ چنگیز خاں کا پیدائشی نام تموجین تھا جس زمانے میں وہ پیدا ہوا ہے اس کا باپ قبیلے کے ایک دشمن پر دھاوا کرنے گیا ہوا تھا اور اس دشمن کا نام تموجن تھا۔ اس مہم میں اُسے کامیابی ہوئی۔ دشمن قید ہوا اور باپ نے واپس آ کے اپنے بچے کو قیدی دشمن کا نام دیا۔

اُس کا گھر سمور کا خیمہ تھا جس کا ڈھانچا بانسوں کا بنا ہوا تھا اور جس میں اُوپر دھوآں نکلنے کے لیے ایک ذرا سا حصّہ کھلا ہوا تھا۔ سمور پر چونے کی سفیدی پھری

Marfat.com

ہوئی تھی اور زیبائش کے لیے تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ یہ عجیب طرح کا خیمہ جو "یورت" کہلاتا تھا ایک گاڑی پر کھڑا کر دیا جاتا، جسے درجن بھر یا زیادہ بیل کھینچتے اور چراگاہوں اور میدانوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لیے پھرتے۔ یہ بڑے کام کا خیمہ تھا، کیونکہ اس کی گنبد نما چھت، ہوا کے جھکڑوں کی روک تھام کرتی اور جب ضرورت پڑتی، اس خیمے کو اتارا جا سکتا تھا۔

سرداروں کی بیویاں ——— اور تموچن کا باپ بھی ایک سردار تھا ——— علیحدہ اپنے آراستہ "یورتوں" میں اپنے بچوں کے ساتھ رہتیں۔ لڑکیوں کا فرض یہ تھا کہ یورت کا سارا کام کاج کریں، اور اوپر کے روشندانوں کے نیچے، جن سے دھواں نکلتا تھا، آگ جلائے رکھیں۔ خیمے کے دروازے کے باہر، گاڑی کے چوبی تختے پر کھڑی ہو کے تموچن کی ایک بہن بیلوں کو ہنکاتی ایک گاڑی کا بم دوسری گاڑی کے دُھرے سے باندھ دیا جاتا اور اس طرح چرچر کرتی اور دھکے کھاتی ہوئی گاڑیاں مسطح چراگاہوں میں دور دور تک چلتیں، جہاں شاید ہی کبھی کوئی درخت یا ناہموار زمین کا ٹکڑا نظر آتا۔

یورت میں گھر بھر کی ساری دولت ہوتی۔ بخارا یا کابل کے قالین جو شاید کسی کارواں سے لوٹے ہوئے تھے ——— عورتوں کے ملبوسات سے بھرے ہوئے صندوق، ریشمی کپڑے، جو کسی ہوشیار عرب سوداگر سے کسی اور چیز کے معاوضے میں خریدے ہوئے ہوتے اور منقش چاندی کے زیور۔ خیمے کی دیواروں پر ٹنگے ہوئے ہتھیاروں کی اہمیت اور بھی زیادہ تھی۔ چھوٹے نرکی نیچے، نیزے، ہاتھی دانت یا بانس کے ترکش، مختلف لمبائیوں اور وزنوں کے تیر، اور شاید دباغت کئے ہوئے چمڑے کی مدوّر ڈھال، جس پر روغن لگا ہوا ہوتا۔

یہ بھی لوٹی ہوئی یا خریدی ہوئی چیزیں تھیں اور لڑائیوں میں قسمت جس کا ساتھ دیتی۔ اس کے ہاتھ پڑ جاتیں۔

Marfat.com

تموچن ـــــ نوعمر چنگیز خاں ـــــ کے سپرد کئی فرض تھے ۔ گرمیوں کی چراگاہوں سے جاڑوں کی چراگاہوں تک سفر کرتے ہوئے جتنی ندیاں نالے آتے ہیں سب میں مچھلیاں پکڑنا ، خاندان کے بچوں کا فرض تھا ۔ گھوڑوں کے گلّے بھی اُن کے سپرد تھے ۔ اگر کوئی جانور گم ہو جاتا تو لڑکوں کو اس کی تلاش میں نکلنا پڑتا اور نئی چراگاہوں کی تلاش بھی لڑکوں کا فرض تھا ۔ زمین اور آسمان کے سنگم کی طرف وہ ہمیشہ چوکتے ہو کے دیکھتے رہتے کہ کہیں سے کوئی حملہ آور تو نہیں آ رہے ہیں ۔ کئی راتیں انہیں آگ کے بغیر برف میں گذارنی پڑتیں ۔ وہ مجبور تھے کہ کئی کئی دن مسلسل زین پر گذار دیں اور تین تین چار چار دن تک پکا ہوا کھانا نہ کھا سکیں ، کبھی کبھی تو انہیں مسلسل فاقہ کرنا پڑتا ۔

جب بکری یا گھوڑے کا گوشت افراط سے میسر آتا تو وہ فاقے کے دنوں کی کسر نکالنے کے لیے اتنا کھا اور بچا لیتے کہ حیرت ہوتی ۔ اُن کا کھیل یہ تھا کہ میدانوں میں بیس بیس میل تک گھوڑ دوڑ کی اور واپس آ گئے یا پھر کشتیاں لڑتے تھے ، جن میں اکثر ہڈیاں ٹوٹ جاتیں ۔

تموچن کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا جسم بڑا طاقتور تھا اور اس کے دماغ میں تجویزیں سوچنے کی بڑی صلاحیت تھی ۔ یہ گویا اپنے آپ کو ان حالات میں ڈھالنے کا ایک اور طریقہ تھا ۔ وہ کشتی لڑنے والوں کا سردار بن گیا ، حالانکہ وہ زیادہ تنومند نہ تھا ۔ وہ تیر اندازی خوب کر لیتا لیکن کمان اپنے بھائی قسّار کے برابر نہ کھینچ سکتا ، جس کا لقب کمان دار تھا ، لیکن قسّار تموچن سے ڈرتا تھا ۔

ان دونوں نے اپنے طاقتور سوتیلے بھائیوں کے خلاف ایک محاذ بنا لیا تھا اور پہلا واقعہ جو پیش آیا یہ تھا کہ تموچن نے اپنے ایک سوتیلے بھائی کو مار ڈالا تھا ، کیونکہ اس نے اس کی ایک مچھلی چرالی تھی ۔ رحم ان نوعمر خانہ بدوشوں کی نظر میں ایک

بیکار سی بات تھی، لیکن انتقام فرض سمجھا جاتا تھا۔

تموچن کو بہت سے ایسے جھگڑوں کا علم ہونے لگا جو بچوں کی لڑائی سے زیادہ اہم تھے۔ اُس کی ماں اولون خوبصورت تھی اور اسی لیے اُس کا باپ اُسے ایک پڑوس کے قبیلے سے عین اُس کی شادی کے روز اڑا لایا تھا جب کہ وہ برات کے دن اپنے ہونے والے دولھا کے خیمے کو جا رہی تھی۔ اولون ہوشیار بھی تھی اور ضدی بھی۔ تھوڑے بہت واویلا کے بعد وہ جن حالات میں تھی اُن میں راضی رہی، لیکن یورت میں سب جانتے تھے کہ ایک دن بدی کا بدلہ لینے کے لیے اس کے قبیلے کے آدمی آئیں گے۔

راتوں کو گوبر کی جلتی ہوئی آگ کے پاس تموچن گویّوں کے گیت سنتا۔ یہ بوڑھے گویّے یکتارا لیے ہوئے ایک خیمہ سے دوسرے خیمہ تک سواری کرتے اور بھنبھناتی ہوئی آواز میں قبیلے کے بزرگوں اور بہادروں کی شجاعت کے گیت گاتے۔

اُس کو اپنی طاقت اور اپنی سرداری کے حق کا احساس تھا۔ کیا وہ یسوکائی بہادر کا سب سے بڑا بیٹا نہ تھا، جو یکّا یا بڑے مغلوں کے خان، اور چالیس ہزار خیموں کا سردار تھا۔

گویّوں کی کہانیوں سے اس نے جانا کہ اُس کا نسب اعلیٰ ہے۔ وہ بورجیجن والوں کی اولاد سے ہے، جن کی آنکھیں بھوری ہوتی تھیں۔ اُس نے اپنے جدِّ امجد قُبل خان کا قصّہ سُنا، جس نے ختا کے شہنشاہ کی داڑھی نوچی تھی اور اس لیے اسے زہر دے دیا گیا تھا۔ اُسے معلوم ہُوا کہ اس کے باپ کا مُنہ بولا بھائی، جس نے بھائی بننے کی سوگند کھائی ہے، طغرل خان ہے جو قوم قرایت کا سردار ہے۔ گوبی کے خانہ بدوشوں میں یہ سب سے طاقتور تھا اور اسی کے تعلق سے ایشیا کے پریسٹر جان کے قصّے یورپ میں پھیلے۔

Marfat.com

لیکن اس وقت تموچن کا اُفق اپنے یاکا منگل قبیلے کی چراگاہوں تک محدود تھا۔
ایک دانش مند مشیر نے اس لڑکے سے کہا "ہم چین کے سویں حصے کے برابر بھی نہیں، لیکن اگر ہم چین کا مقابلہ کرتے رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب خانہ بدوش ہیں، ہمارا ساز و سامان رسد ہمارے ساتھ ہے، اور ہم کو اپنے طریقے کی لڑائی میں مہارت ہے۔ جب موقعے ملتے ہیں ہم لوٹتے ہیں اور جب لوٹ نہیں پاتے تو چھپ جاتے ہیں۔ اگر ہم بھی شہر بسانا شروع کر دیں اور اپنی عادتیں بدل ڈالیں تو ہم پھل پھول نہ سکیں گے۔ اس کے علاوہ خانقاہوں اور مندروں میں آدمی نرم دل ہو جاتا ہے۔ نوع انسان پر حکومت وہی کر سکتا ہے جو خوفناک اور جنگجو ہو۔"

جب وہ گلے کی نگہبانی کے فرض کا زمانہ پورا کر چکا تو اُسے اپنے باپ یسوکائی بہادر کے ساتھ ساتھ سواری کرنے کی اجازت ملی۔ ہر لحاظ سے تموچن خوبرو تھا، لیکن جسم کی طاقت اور سیدھی اُٹھان کی وجہ سے جتنا ممتاز معلوم ہوتا تھا، اتنا خدّ و خال کے لحاظ سے نہیں۔

وہ ضرور دراز قامت ہوگا۔ اُس کے شانے ہموار اور اُس کی جلد گندم گوں سفیدی مائل۔ ڈھلی ہوئی پیشانی کے نیچے، اُس کی آنکھیں ایک دوسری سے دُور دُور تھیں لیکن ترچھی نہ تھیں۔ اُس کی آنکھوں کے تل سبز یا نیلے بھورے تھے اور اُن کا حاشیہ سیاہ تھا۔ لمبے سرخی مائل بھورے بال چوٹیوں میں گندھے ہوئے اس کی پیٹھ پر پڑے رہتے۔ وہ بہت کم بات کرتا تھا اور جو کچھ کہتا کہنے سے پہلے غور کر کے کہتا۔ اُسے اپنے غصّے پر قابو نہ تھا، لیکن لوگوں کو اپنا گہرا دوست بنانے کا اُسے خداداد ملکہ تھا۔

135052

عشق اُس نے بھی یونہی دفعتاً کیا، جیسے اُس کے باپ نے کیا تھا جب

Marfat.com

باپ اور بیٹا دونوں ایک اجنبی جنگجو کے خیمے میں مہمان تھے تو اس لڑکے کو خیمے کی لڑکی میں جاذبیت محسوس ہوئی۔ اُس نے یسوکائی سے پوچھا کہ کیا میں اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہوں۔

"وہ ابھی چھوٹی ہے۔" اُس کے باپ نے اعتراض کیا۔

تموچن نے بتایا: "جب وہ بڑی ہو جائے گی تو اچھی خاصی نکلے گی۔"

یسوکائی نے لڑکی کو جانچا، جو ابھی نو سال کی تھی، مگر بہت حسین تھی۔ اس کا نام بورتائی تھا، اور اس نام کا ماخذ اس کے اپنے قبیلے کا روائتی جدِّ امجد تھا جس کی آنکھیں بھوری بھوری تھیں۔

"ابھی چھوٹی ہے" لڑکی کے باپ نے کہا، لیکن وہ خوش تھا کہ مغلوں ـــــ اُس کی لڑکی کو پسند کیا۔ اُس نے کہا: "پھر بھی تم چاہو تو اس کو دیکھ بھال لو۔ اُس نے تموچن کو پسند کیا اور کہا: "تیرے بیٹے کا چہرہ صاف ہے اور آنکھیں چمک دار ہیں۔"

دوسرے دن رشتہ طے ہو گیا، اور مغل خان تموچن کو چھوڑ کے روانہ ہو گیا۔ تاکہ تموچن اپنے خسر اور اپنی ہونے والی دلہن سے اچھی طرح واقف ہو جائے۔

کچھ روز بعد ایک مغل گھوڑا دوڑاتا ہوا یہ خبر لے کے آیا کہ یسوکائی بہادر نے کچھ دشمنوں کے خیمے میں رات گذاری تھی اور شاید اُسے زہر دے دیا گیا، وہ مرنے کے قریب ہے اور اس نے تموچن کو یاد کیا ہے۔ تیرہ سالہ لڑکا جتنی رفتار سے سواری کر سکتا تھا، روانہ ہوا۔ لیکن جب وہ اُردو یعنی قبیلے کے خیموں والے گاؤں پہنچا تو اس کا باپ مر چکا تھا۔

اُس کی غیر حاضری میں اور بھی بہت کچھ پیش آیا تھا قبیلے کے سربرآوردہ لوگوں نے بہت سے معاملات پر بحث کی تھی اور ان میں سے دو تہائی سردار کا پرچم چھوڑ کے

Marfat.com

دوسرے آقاؤں اور پاسبانوں کو تلاش کرنے نکل گئے تھے۔ اپنی، اپنے گھرانوں اور اپنے گلّوں کی حفاظت کے لیئے۔ اس ناتجربہ کار لڑکے سے انہیں اس حفاظت کی توقع نہیں تھی۔

"گہرا پانی بہہ گیا" وہ کہتے تھے "کڑیل پتھر ٹوٹ گیا۔ ایک عورت اور اس کے بچوں سے ہمیں کیا سروکار؟"

اولون، عقلمند اور بہادر تھی۔ جو کچھ اس سے ہو سکا، اس نے کیا کہ قبیلے کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔ اس نے یاک کی نو دموں والا پرچم اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور چھوڑ کے جانے والوں کا تعاقب کر کے ان کی منت کی، اور کچھ خاندان اپنی گاڑیوں اور گلّوں سمیت واپس آ گئے۔

اب تموچن گھوڑے کی سفید کھال پہ یاکا مغلوں کا خان ہو کے بیٹھا، لیکن اس کے جلو میں قبیلہ کا صرف ایک بچا کھچا ٹکڑا تھا اور اسے اس کا یقینی طور پر اندیشہ تھا کہ مغلوں کے تمام پرانے دشمن یسوکائی کی موت سے فائدہ اٹھا کے اس کے بیٹے سے اپنا بدلہ چکائیں گے۔

Marfat.com

دُوسرا باب

زندگی کی کشمکش

اُس کے جدّ امجد قبل خان اور اس کے باپ لیسو کائی کے زمانے میں یکا مغل شمالی گوبی میں ایک طرح سے سردار مانے جاتے تھے۔ چونکہ وہ مغل تھے؛ اس لیئے قدرتی طور پر جھیل بیکال سے لے کر مشرق میں موجودہ منچوریا کی سرحد پر پہاڑوں کے اس سلسلے تک جس کو آج کل خنگان کہتے ہیں، جتنی اچھی چراگاہیں تھیں، سب پر انہوں نے قبضہ جما رکھا تھا۔

یہ بڑی پسندیدہ چراگاہیں تھیں۔ یہ گوبی کے بڑھتے ہوئے ریگ زار کے شمال میں دو چھوٹی ندیوں کلوران اور اونان کی زرخیز وادیوں کے درمیان واقع تھیں۔ پہاڑیاں بنج اور صنوبر کے درختوں سے لدی ہوئی تھیں، شکار کثرت سے تھا، پانی افراط سے ——— کیونکہ برف دیر میں پگھلتی تھی ——— یہ سب باتیں اُن قبیلوں کو خوب معلوم تھیں، جو پہلے مغلوں کے زیر حکومت تھے اور اب تیرہ سالہ تموچن سے اس ملکیت کو چھیننے کی تیاری کر رہے تھے۔

یہ ملکیت خانہ بدوشوں کے لیے بڑی قدر و قیمت کی تھی۔ زرخیز چراگاہیں جہاں جاڑوں میں سردی بہت زیادہ ناگوار ہوتی تھی اور مویشیوں کے گلے جن سے وہ روزمرّہ کی زندگی کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ بالوں سے نمدا اور خیمہ باندھنے کی رسیاں بٹتے تھے۔ ہڈیوں سے تیروں کی نوکیں بناتے تھے اور چمڑے سے گھوڑوں کی زین کو میں کے تھیلے اور گھوڑے کا دیگر ساز و سامان تیار کرتے تھے۔

Marfat.com

اس کا امکان تھا کہ تموچن بھاگ نکلتا۔ آنے والی ضرب سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اُس کے محکوم متزلزل تھے اور مویشیوں کا خراج وہ اس لڑکے کو دینے کو ایسے زیادہ تیار نہ تھے، جو اب اُن کا خان بن گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ لوگ خود تمام پہاڑیوں پر منتشر تھے اور اپنے گلوں کو بھیڑیوں اور ابتدائے بہار میں لازمی طور پر آنے والے چھوٹے موٹے حملہ آوروں سے بچانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

لیکن وہ بھاگا نہیں۔ تاریخ کہتی ہے کہ وہ کچھ عرصہ تک اکیلا اپنے یورت میں رویا گیا۔ پھر اُس نے سرداری کا کام سنبھالا۔ اپنے بھائیوں، بہنوں اور دوسرے سوتیلے بھائی کی روزی کا انتظام کرتا رہا۔ یہ دوسرا سوتیلا بھائی جو بچ گیا تھا اس لڑکے کو بہت چاہتا تھا۔ سب سے پہلے اس کی ماں تھی جو اچھی طرح جانتی تھی کہ اس پہلوٹھی کے لڑکے پر مصیبت آنی لازمی تھی۔

لازمی اس لیئے تھی کہ ایک اور جنگجو نے جس کا نام ترغاتائی تھا اور جو خود بھی بورجن یا بھوری آنکھوں والوں کی نسل سے تھا، شمالی گوبی کا سردار ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ ترغاتائی، تائیجوت کا سردار تھا جو مغلوں کے نسلی دشمن تھے۔

اور ترغاتائی —— جو تموچن کے بہت سے قبیلے والوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا —— اب اس پر مجبور تھا کہ وہ مغلوں کے کم سن خان کا پیچھا کرے اور اس کا خاتمہ کر دے جیسے بڑا بھیڑیا، بھیڑیئے کے ایسے کم سن بچے کو مار دیتا ہے۔ جس سے ڈر ہو کہ یہ ایک دن بھیڑیوں کے گروہ کا سردار بننے کی کوشش کرے گا۔

بغیر اطلاع کے شکار شروع کیا گیا۔ گروہ در گروہ سوار مغلوں کے اُردو اُن کے خیموں والے گاؤں پہنچے اور کچھ ذرا بکھر کے اِدھر اُدھر سے مویشیوں کو ہنکا لے گئے اور ترغاتائی نے اُس خیمے کا رُخ کیا، جس پر پرچم لہرا رہا تھا۔

ان جنگجوؤں کے آنے سے پہلے تموچن اپنے بھائیوں کے ساتھ بھاگ نکلا قسار نے جو بڑی قوت سے کمان کھینچ سکتا تھا، اپنے گھوڑے کو لگام دے کے دشمنوں پر کچھ تیر برسائے۔ ادلون کو زندہ رہنے دیا گیا ــــ ترغاتائی کو تموچن کے علاوہ اور کسی کی تلاش نہ تھی۔

ایسے شکار شروع ہوا۔ لڑکوں کے پیچھے پیچھے تائیجوت لگے ہی ہوئے تھے شکاریوں نے کوئی خاص جلدی نہ کی۔ راستہ تازہ اور صاف تھا اور یہ خانہ بدوش کئی کئی دن تک ایک ایک گھوڑے کا پیچھا کرنے کے عادی تھے۔ اگر تموچن کو نئی سواری نہ مل سکی، تو یہ ضروری تھا کہ یہ اُسے جا لیں۔

جبلّی احساس کا تقاضا تھا کہ یہ لڑکے گھاٹیوں کا راستہ لیں، جہاں تناور درختوں کی آڑ میں وہ چھپ سکتے تھے۔ کبھی کبھی وہ گھوڑوں سے اُتر کے درختوں کو کاٹ کے راستے پر ڈال دیتے تاکہ تعاقب کرنے والوں کا راستہ روکیں۔ جب شام ہوئی تو وہ علیحدہ ہو گئے بہنیں اور سب سے چھوٹے بھائی ایک غار میں چھپ گئے، قسار کسی طرح پلٹ گیا اور خود تموچن ایک ایسے پہاڑ پر گھوڑا دوڑاتا ہوا چڑھ گیا، جہاں چھپنے کی جگہ ملنے کی امید تھی۔

یہاں وہ کئی دنوں تک پیچھا کرنے والوں سے چھپا رہا۔ یہاں تک کہ بھوک سے مجبور ہو کے کوشش کی کہ گھات لگائے ہوئے تائیجوت کے درمیان سے گھوڑا نکال لے جائے، لیکن وہ دیکھ لیا گیا، پکڑا گیا اور جب وہ ترغاتائی کے سامنے لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اُسے کنگ پہنا دیا جائے۔ یہ کنگ ایک طرح کی چوبی ہتھکڑی تھی، جس سے شانے اور کلائیاں جکڑ دی جاتی تھیں۔ جنگجو قبیلے والے پکڑے ہوئے مویشیوں کو ہنکاتے ہوئے اور تموچن کو اس طرح ہتھکڑی پہناتے ہوئے اپنی چراگاہوں کو واپس روانہ ہوئے۔ تموچن اس طرح مجبور اور لاچار اُن کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا موقع آیا کہ جنگجو کسی دعوت میں گئے ہوئے تھے اور اس کی حفاظت کے لیے صرف ایک محافظ چھوڑ گئے تھے۔

Marfat.com

جب خیمہ گاہ پر اندھیرا چھا گیا تو نوجوان مغل نے قطعی ارادہ کر لیا کہ وہ ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دے گا۔

خیمے کی تاریکی میں اس نے اپنے کنگ کے سرے کو محافظ کے سر پر دے مارا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ دوڑ کے خیمہ سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ چاند نکل چکا ہے اور جس جنگل میں خیمہ گاہ تھی۔ اُس میں چاندنی چھن چھن کے آ رہی تھی۔ جھاڑیوں میں گھس کے وہ اس ندی کی سمت چلا جسے ایک دن پہلے سب نے عبور کیا تھا۔ اپنے پیچھے تعاقب کرنے والوں کا شور سُن کے اس نے ندی میں چھلانگ ماری اور ایک کنارے کی گھاس میں ڈوب کے بیٹھ گیا، صرف اس کا سر پانی سے اونچا تھا۔

یہاں بیٹھے بیٹھے اس نے تائیجوت سواروں کو دیکھا کہ وہ ندی کے کنارے کنارے اُسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک جنگجو نے اُسے دیکھ لیا۔ ذرا اٹھٹکا، پھر اُسے پکڑوائے بغیر آگے بڑھ گیا۔

اس کنگ میں جکڑا ہوا تموچن اب بھی اتنا ہی بے بس تھا جیسے پہلے تھا اور اس نے اب جو کچھ کیا، ادراک اور ہمت دونوں کی وجہ سے کیا۔ وہ ندی چھوڑ کے ان سواروں کے پیچھے پیچھے خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور رینگتا ہوا اس جنگجو کے یورت کے اندر پہنچا جس نے اُسے ندی کی گھاس میں دیکھ لیا تھا لیکن اُسے نہیں پکڑوایا تھا ـــــ یہ ایک اجنبی تھا جو اتفاق سے عارضی طور پر اس دوسرے قبیلے کے شکاریوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

اس لڑکے کو اس طرح بھیگا ہوا اور اس طرح نمودار ہوتے دیکھ کے یہ آدمی تموچن سے بھی زیادہ خوفزدہ ہو گیا مگر قیدی پر اُسے رحم آیا اور اس نے سوچا کہ اس کے لیے اچھا یہی ہو گا کہ کسی نہ کسی طرح اس نوجوان سے نجات پائے۔ اس لیے اس نے کنگ کو کاٹ کے اس کے ٹکڑوں کو جلا دیا۔ اور اس دوران میں تموچن کو اُون سے لدی ہوئی ایک گاڑی کے اندر چھپا دیا۔

Marfat.com

اس کھلے کھلے ادن کے اندر بڑی گرمی تھی ـــــ یہ کوئی آرام کی جگہ نہ تھی۔ خاص طور پر اس لیے کہ جب تائیجوت جنگجو خیمہ کی تلاشی لینے آئے تو انہوں نے اپنے نیزے گاڑی کے اندر بھی چبھوتے اور ایک نیزے کی انی سے تموجن کی ٹانگ زخمی ہو گئی۔

"میرے گھر کی آگ بجھ جاتی اور دھواں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا، اگر وہ لوگ مجھے یہاں ڈھونڈ پاتے۔" اس آدمی نے تلخی سے اس بھاگے ہوئے پناہ گزین سے کہا، مگر ساتھ ہی ساتھ اسے کھانا اور دودھ بھی دیا اور ایک کمان اور دو تیر دیئے اور کہا: "اب اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کے پاس جا۔"

مانگے کے گھوڑے پر سوار جب تموجن اپنی زمینوں پر پہنچا تو اس نے وہی حالت پائی جس کا نقشہ اجنبی نے کھینچا تھا ـــــ جہاں اس کی خیمہ گاہ تھی، وہاں اب صرف راکھ تھی۔ اس کے مویشی جا چکے تھے، اس کی ماں اور اس کے بھائی غائب تھے۔ اس نے بہرحال ان کا پتا لگا لیا اور دیکھا کہ بھوکا خاندان کس حال میں روپوش ہے ـــــ سخت گیر اولون، اکڑیل قسار اور ملکوتی اس کا سوتیلا بھائی جو اس کی پرستش کرتا تھا۔

کسی نہ کسی طرح وہ زندہ رہے۔ راتوں کو اپنے ایک ہمدرد کی خیمہ گاہ کی جانب سفر کرتے۔ ان کے پاس صرف آٹھ گھوڑوں کی ایک قطار تھی۔ گلہریوں جیسے پوچ شکار کو پکڑتے رہے اور بجائے بکری کے گوشت کے مچھلیوں پر گذر کرتے رہے۔ تموجن نے سیکھا کہ دشمن کی گھات سے کس طرح بچتے ہیں اور کس طرح اپنے تعاقب کرنے والے دشمنوں کی صف کو چیرتے ہوئے اس پار نکل سکتے ہیں۔ شکار کی طرح اس کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ اور جیسے جیسے دن گذرتے گئے اس کی چالاکی بڑھتی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھر کبھی پکڑا نہیں گیا۔

اب بھی اگر وہ چاہتا تو اپنے آباد اجداد کی چراگاہوں کو چھوڑ کے بھاگ سکتا تھا لیکن نوعمر خان کا قطعاً ارادہ نہ تھا کہ اپنی میراث دشمنوں کے حوالے کر دے۔ وہ اپنے قبیلے کی بکھری ہوئی آبادیوں میں گیا اور سنجیدگی سے اس نے چار جانور بطور خراج مانگے۔

Marfat.com

— ایک اونٹ، ایک بیل، ایک گھوڑا اور ایک بھیڑ — اپنی ماں کی آسائش کے لیے۔ یہ غور کے قابل بات ہے کہ دو چیزوں سے اس نے اجتناب کیا۔ بھوری آنکھوں والی بورتہ اب بھی اس کے آنے کا انتظار کر رہی ہے کہ وہ اسے بیاہ کے اپنے خیمے میں لے آئے اور بورتہ کا باپ ایک بڑے طاقت ور قبیلے کا سردار اور کئی نیزہ برداروں کا آقا تھا مگر تموچن اُن کے پاس نہ گیا۔

اور نہ اُس نے ترک قوم قرایت کے "کفیل" سردار بوڑھے طغرل سے مدد مانگی جو بڑا ذی اثر تھا اور جس نے یسو کائی کے ساتھ رفاقت کی سوگند کھا کے جام پیا تھا۔ اس سوگند کے پیمان سے یسو کائی کے بیٹے کو یہ حق پہنچتا تھا کہ وہ اس کے پاس ضرورت کے وقت جا کے منہ بولے باپ کی حیثیت سے اس سے مدد کرنے کو کہے۔ یہ شاید ایسا مشکل کام نہ تھا، میدانوں سے ہوتے ہوئے قرایت تک پہنچنا، جو فصیل والے شہروں میں رہتے تھے۔ جن کے پاس سچ مچ کے خزانوں میں جواہر، ملبوسات، اچھے ہتھیار اور طلائی اطلس کے خیمے تھے۔ یہ قرایت ایشیا کے اس پریسٹر جان کی رعایا تھے۔

تموچن نے اپنے آپ سے جرح کی "خالی ہاتھ بھک منگوں کی طرح جانے سے اس کی رفاقت نہ خاک میسر آئے گی، حقارت البتہ ملے گی۔"

اور وہ اپنے اس ارادے پر جما رہا۔ یہ جھوٹا غرور نہ تھا بلکہ ایک یکا منگول کی سیدھی سادی منطق تھی۔ پریسٹر جان اس کو مدد دینے کا پابند تھا — ایشیائے عظیم میں رفاقت کی سوگند کی بادشاہ کے وعدے سے زیادہ قدر و قیمت تھی — لیکن وہ ان شہروں اور عجائبات کے مالک سے اس وقت تک کام نہ لے گا، جب تک کہ وہ اس قابل نہ ہو کہ وہ اس کے سامنے بطور ایک حلیف کے پہنچ سکے؛ بھاگے ہوئے پناہ گزین کی طرح نہیں۔

اس دوران میں اس کے آٹھوں گھوڑے چوری ہو گئے۔

ان آٹھ گھوڑوں والا واقعہ اس لائق ہے کہ تاریخ سے اسے ہو بہو نقل کیا جائے۔

Marfat.com

چوری لٹیرے تائیجوت کے لوگوں نے کی تھی۔ نوئیں راہوار پر ملکوتی باہر گیا ہوا تھا۔ یہ وہی سرخ گھوڑی تھی جس پر سوار ہو کے تموچن ترغاتائی کے چنگل سے نکل بھاگا تھا۔ ملکوتی گلہریاں پکڑنے گیا تھا اور جب وہ آیا تو نوجوان خان اس کے پاس گیا۔

"گھوڑے چوری ہو گئے۔"

یہ فکر کی بات تھی۔ ایک کے سوا باقی سب بھائی اب پیادہ ہو گئے تھے اور اگر کوئی حملہ آور آ نکلے تو محض اس کے رحم و کرم پر تھے۔

ملکوتی نے کہا: "لٹیروں کا تعاقب میں کروں گا۔"

قسار نے کہا: "تو انہیں تعاقب کر کے نہ پا سکے گا میں جاؤں گا۔"

تموچن نے کہا: "تم لوگ انھیں نہ پا سکو گے اور اگر پا سکے تو واپس نہ لا سکو گے میں جاتا ہوں۔"

اور وہ ہی اس تھکی ہوئی سرخ گھوڑی پر روانہ ہوا اور سواروں اور آٹھ گھوڑوں کے پاؤں کے نشانوں سے کھوج لگاتا ہوا تین روز تک تعاقب کرتا رہا۔ وہ اپنے ساتھ کچھ سوکھا ہوا گوشت لے گیا تھا، جو زین اور گھوڑے کی پیٹھ کے درمیان رکھا تھا تاکہ نرم اور گرم رہے۔ یہ گوشت تو کب کا ختم ہو چکا تھا، مگر اس سے بڑھ کے مصیبت یہ تھی کہ یہ گھوڑی بار بار پچھڑ جاتی۔ تائیجوت جو ایک گھوڑے کے بعد دوسرا تازہ دم گھوڑا بدل سکتے تھے۔ اس کی نظروں کے پار ہی رہے۔

چوتھی صبح کو اس نوجوان مغل کو اپنا ایک ہم عمر جنگجو ملا جو پگڈنڈی کے کنارے ایک گھوڑی کا دودھ دوہ رہا تھا۔

لگام کھینچ کے تموچن نے پوچھا: "تو نے کچھ لوگوں کو آٹھ گھوڑوں کو بھگا کے لے جاتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟"

"ہاں پچھلے پہر آٹھ گھوڑے میرے قریب سے ہو کے نکلے تھے۔ میں تجھے وہ

Marfat.com

راستہ دکھادوں گا، جدھر وہ گئے ہیں۔"

مغل کی طرف دوبارہ دیکھ کے اجنبی نوجوان نے اپنا چمڑے کا کیسہ باندھ کے لمبی لمبی گھاس میں چھپا دیا اور کہا: "تو تھکا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا ہے، میرا نام لغورچی ہے اور میں تیرے ساتھ گھوڑوں کے تعاقب میں چلوں گا۔"

تھکی ہوئی سرخ گھوڑی چرنے کے لیئے چھوڑ دی گئی اور لغورچی جن گھوڑوں کو چرا رہا تھا، اُن میں سے ایک سفید گھوڑے پر رسی ڈال کے اس نے زین کسی اور اسے تموچن کے حوالے کیا۔ انہوں نے پھر سے پگڈنڈی کی راہ لی اور تین دن بعد انہیں تایچوت کی خیمہ گاہ نظر آئی جس کے قریب ہی چرائے ہوئے گھوڑے چر رہے تھے۔

دونوں نوجوان ان گھوڑوں کو ہنکا لائے اور فوراً ہی جنگجوؤں نے ان کا تعاقب کیا اور ان میں سے ایک جو سفید گھوڑے پر سوار تھا اور جس کے ہاتھ میں کمند تھی، اُن کے قریب آپہنچا۔

لغورچی نے تموچن سے کمان مانگی اور کہا کہ میں بچھڑ کے تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ کروں گا، لیکن تموچن نے اس کی یہ پیش کش نہ مانی۔ شام تک وہ گھوڑوں کو دوڑاتے رہے۔ اب سفید گھوڑے والا جنگجو اس قدر قریب آگیا تھا کہ کمند پھینک سکتا تھا۔

نوجوان مغل نے اپنے نئے ساتھی سے کہا: "یہ لوگ تجھے زخمی کر دیں گے، میں کمان کھینچتا ہوں۔"

پیچھے ہو کے اس نے زہ پر تیر چڑھایا اور اُسے تایچوت پر چھوڑا۔ وہ زین سے گرا۔ دوسرے جب اُس کے برابر آئے تو انہوں نے لگام کھینچ لی۔ رات بھر دونوں نوجوان سفر کرتے رہے اور حفاظت سے گھوڑوں سمیت لغورچی کے باپ کی خیمہ گاہ میں آپہنچے، جسے انہوں نے پورا واقعہ سُنایا۔ لغورچی جلدی سے دودھ کا تھیلا ڈھونڈھ

Marfat.com

لایا، تاکہ اُس کے باپ کا غصہ ٹھنڈا ہو۔ اُس نے بیان کیا کہ "جب میں نے اسے تھکا ماندہ اور پریشان دیکھا تو میں اس کے ساتھ ہو لیا۔"

اُس کا باپ جو ایک بڑے گلّے کا مالک تھا، کسی قدر اطمینان سے یہ سب سنتا رہا ——— کیونکہ تموچن کے کارنامے میدانوں میں ایک خیمے سے دوسرے خیمے تک مشہور ہو چکے تھے۔ اس نے کہا: "تم دونوں نوجوان ہو۔ تم دونوں ایک دوسرے کے وفادار دوست بنو۔"

انہوں نے نوجوان خان کو کھانا دیا۔ ایک تھیلا دودھ سے بھر دیا اور اسے رخصت کیا، اور کچھ ہی عرصے کے بعد بغورچی بھی اُس کے پاس آ گیا۔ کیونکہ بغورچی نے اسے اپنا سردار بنا لیا تھا اور اپنے ساتھ اس کے خاندان کے لیے سیاہ سمور کا تحفہ لایا۔

تموچن نے اُسے مرحبا کہا: "تیرے بغیر میں گھوڑوں کو پا اور لا نہ سکتا۔ اس لیے ان آٹھ گھوڑوں میں سے آدھے تیرے ہیں۔"

بغورچی نہ مانا ——— "اگر میں تجھ سے تیری چیز لے لوں تو میں تیرا رفیق کیسے ٹھہرا؟"

نہ تموچن کنجوس تھا نہ اس کے بہادر نوجوان ساتھی۔ فیاضی اُن کی فطرت کی گہرائیوں میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ جس کسی نے تموچن کی کوئی خدمت کی، وہ اُسے کبھی بھلا نہ سکتا تھا۔ رہ گئے وہ جو اس سے لڑ رہے تھے ——— تو صورت حال یہ تھی کہ اس کے اپنے چھوٹے سے گروہ کے علاوہ اور ہر کسی سے دشمنی کی توقع تھی۔

اس نے اپنے رفیقوں کو یقین دلایا: "جیسے سوداگر کو اپنے سامان سے نفع کا یقین ہوتا ہے، اُسی طرح مغل کو اس کا یقین ہے کہ اس کی تقدیر اس کی شجاعت سے بنے گی۔"

اس میں وہ تمام خوبیاں اور سفاکیاں تھیں جو عربوں کی خانہ بدوش نسل میں بھی

Marfat.com

پائی جاتی ہیں۔ جو کمزور تھا وہ اس کے لیئے بیکار تھا اور اپنے قبیلے سے باہر اسے اور کسی پر اعتبار نہ تھا۔ اس نے سیکھ لیا تھا کہ چالاکی کے ذریعہ سے کس طرح دشمنوں کی دغا سے بچا جاسکتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے آدمیوں میں سے کسی سے کوئی وعدہ کرتا، تو وہ اپنی زبان کا پکّا تھا، اور اپنا وعدہ پورا کر کے رہتا۔

کئی سال بعد وہ کہا کرتا: "وعدہ خلافی حاکم کے لیئے بڑی بدنما بات ہے۔"

اب اس کے قبیلے کی تعداد بڑھتی جارہی تھی، کیونکہ بہت سے جنگجو جو اس کے باپ کے ساتھ تھے۔ اب اس کی سرداری میں واپس آرہے تھے، لیکن اپنے قبیلے میں بھی اس کی سرداری کا انحصار بس اسی امر پر تھا کہ اس نے دشمنوں سے بچنے اور کسی نہ کسی طرح اپنے ماتحت ساتھیوں کی چراگاہوں کو اُن کے قبضے میں رکھنے کا گُر اور ہنر سیکھ لیا تھا۔ قبیلے کے رواج کے مطابق ان کے گلّے اور مال کے ہتھیار خان کی نہیں بلکہ اُن کی اپنی ملکیت تھے یسوکائی کا بیٹا ان کی اطاعت اور وفاداری کا اسی وقت تک حقدار تھا جب تک وہ ان کی حفاظت کر سکتا۔ پرانی رسم ـــــ جو قبیلوں میں قانون کی مترادف ہے ـــــ اس کی اجازت دیتی تھی کہ اگر تموچن خانہ بدوش سرزمینوں کی مسلسل اور سفاک لڑائیوں میں ان کی حفاظت نہ کر سکے تو وہ اور کسی کو اپنا سردار مقرر کر لیں۔ چالاکی نے تموچن کو زندہ رکھا۔ بڑھتی ہوئی فراست نے اس کے اطراف قبیلے کا مرکز سا قائم رکھا۔ وہ جسمانی قوت، شجاعت اور چوکسی کا مالک تھا۔ جو سردار کلوران اور اونان کے درمیانی زرخیز علاقے پر دھاوے کرتے رہتے، اُسے کبھی کبھی پہاڑیوں سے نچلے میدانوں میں بھگا دیتے، مگر اُسے دبوچ نہ پاتے۔

کہا جاتا تھا کہ "تموچن اور اس کے بھائیوں کی قوت بڑھتی جارہی ہے۔"

صرف تموچن میں ایک متعین مقصد کا لافانی شعلہ بھڑک رہا تھا۔ یہ کہ وہ اپنی میراث کا مالک بن کے رہے گا۔ اس زمانے میں جب کہ اس کی عمر سترہ سال کی تھی وہ بورتائی کو لینے گیا تاکہ بیاہ کے وہ اسے اپنی پہلی بیوی بنا کے لائے۔

Marfat.com

تیسرا باب

چھکڑوں والی لڑائی

قدیم چینی ان شمالی وحشیوں کو تیر کمان والے لوگ لمبے دلوں اور اونچے سفید پہاڑوں کے رہنے والے لوگ کہا کرتے تھے۔ ان لوگوں میں ہنسنے بولنے، قہقہے لگانے کی بڑی عادت تھی۔ زندگی ان کے لیے ان تھک محنت تھی اور عناصر ان کے دشمن تھے۔ ان کی زندگی مسلسل مصیبت جھیلتے جھیلتے گذرتی تھی، اسی لیے تکلیفوں میں ذرا بھی کمی ہوتی تو یہ ہنس بول لیتے۔ تموچن اور اس کے مغلوں کا تصور ہی یوں ہوتا ہے کہ یہ بڑے ہنس مکھ ہنسی مذاق کرنے والے لوگ تھے اور ان کا مذاق کبھی کبھی ایسا ہی سخت ہوتا تھا جیسی ان کی سفاکی۔ اُن کی ضیافتیں بڑی پُرخوری کی محفلیں ہوتی تھیں۔

تقریبوں کا —— جن کو وہ اِخود دُور رکھتے تھے —— بہت کم موقع آتا۔ بس شادی بیاہ کی تقریبیں ہوتیں یا میت کے سوگ کی رسمیں۔ تموچن جب بورتائی کے باپ کے خیموں والے گاؤں میں پہنچا، تب آپس کی بھیڑیا چال دشمنی کے دوران میں اس تقریب سے کچھ خوشگوار فضا پیدا ہوئی۔ دفعتہً کئی سو نوجوان سوار نمودار ہوئے۔ پوری طرح مسلّح، بھیڑ کی کھالوں کے لبادوں میں ملبوس، دباغت کئے ہوئے چمڑے کے شلوکے پہنے، اور سینوں پر بھیانک نقش ونگار والے چرمی سینہ پوش پہنے، اونچی زینوں کی دمچیوں پر پانی کی مشکیں، کاندھوں پر نیزے لٹکائے —— چہروں کی ہڈیاں نکلی ہوئی اور ان چہروں پر سردی اور ہوا کی کاٹ سے بچنے کے لیے چربی کی تہیں ملی

ہوئی اور اس چربی پر گرد اور خاک اٹی ہوئی۔

بورتائی کے باپ نے نوجوان خان سے کہا: "جب میں نے سُنا کہ تجھ سے لوگوں کو کتنی سخت دشمنی ہے، تو میں اس کی امید نہ رہی تھی کہ تجھے یوں زندہ دیکھیں گے۔"

قہقہہ اور بے تحاشا ہنسی مذاق کا بے نظیر منظر۔ لڑکے ادھر سے ادھر دوڑتے ہوئے کہ بھیڑوں اور موٹے موٹے دنبوں کو کاٹیں اور گوشت کے تکّے تکّے کریں اور اسے پکانے کا بندوبست کریں۔ مغل جنگجو جو یورت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے اسلحہ دروازے پر چھوڑ آئے تھے، خیموں کے بزرگوں کے دائیں ہاتھ کی طرف بیٹھے ہوئے پینے اور تالیاں بجانے میں مصروف۔ ہر دَور سے پہلے نوکر جلدی سے تھوڑی سی شراب انڈیل کے چاروں سمتوں میں چاروں طرف کی ہواؤں کے لیئے بکھیر دیتے اور ریکارڈوں پر ہلکی سی چوٹ پڑتی۔

اپنے ساتھیوں کے کان کھینچتے ہوئے گویا اس لیئے کہ حلق چوڑے ہو جائیں اور اُبلا ہوا جھاگ جھاگ دودھ اور چاولوں کی شراب اور آسانی سے اُترے، اور بے ڈھنگے پن سے ہرنوں کے چمڑے کے جوتے پہنے ہوئے ناچتے ہوئے میدانی سواروں کا منظر۔

تیسرے دن بورتائی مرتبے کے لحاظ سے خاموش سردار کے خیمے میں بائیں جانب بیٹھی تھی۔ وہ سفید سمور کا لمبا سا لبادہ پہنے تھی۔ اس کی چوٹیاں چاندی کے سکّوں، اور ننھی ننھی مورتیوں سے بوجھل ہو رہی تھیں، اُس کے سر پر صنوبر کی چھال کی مخروطی سی کلاہ تھی، جس پر قیمتی ریشم منڈھا ہوا تھا اور جیسے وہ دونوں کانوں پر گندھی ہوئی چوٹیوں کے جوڑوں کے سہارے اوڑھے ہوئے تھی اور وہ اس وقت تک خاموش بیٹھی تھی۔ جب تک کہ رخصتی کا وقت آئے اور پھر وہ خیمہ خیمہ چھپتی پھرے اور نموچن رسم کے مطابق

Marfat.com

اُس کا پیچھا کرے۔ رسم کے مطابق اس کی بہنوں اور خادماؤں سے لڑے اور بالآخر گھوڑے پر بٹھا کے اڑا لے جائے۔

یہ اُس چھوٹی سی ناک والی حسینہ کی مختصر سی اِخُودُور (تقریب) تھی جو تموچن کے ایک ٹٹو پر بیٹھ کے اپنے خیموں والے گاؤں سے رخصت ہوئی۔ چار سال سے وہ اس کی آمد آمد کا انتظار کر رہی تھی اور اب اس کی عمر تیرہ سال کی تھی۔

وہ یوں سواری کر رہی تھی کہ اس کی کمر اور اس کے سینے پر نیلے پٹکے بندھے ہوئے تھے۔ اُس کے نوکر اپنے ساتھ ایک سموری لبادہ لیئے جا رہے تھے جو تموچن کی ماں کو تحفے کے طور پر پیش کیا جانے والا تھا۔ اب وہ خان کی بیوی تھی۔ یورت کی نگرانی اس کا منصب تھا۔ اس کا کام تھا کہ ضرورت پڑے تو جانوروں کا دودھ دوہے۔ جب مرد لڑنے کے لئے چلے جائیں تو ریوڑوں کی چوپانی کرے، خیموں کے لیئے نمدا تیار کرے، ریشوں کی تانت سے کپڑے بُنے، اور مردوں کے لیئے چپلیں اور موزے تیار کرے۔

یہ سب اُس کے فرائض تھے اور بے شک تقدیر نے اُسے ایسے مرتبے کے لئے چُنا تھا جو اور سب عورتوں سے بہت بلند تھا۔ تاریخ اُسے اُدرتانی بورتی جین کے نام سے جانتی ہے جو شہنشاہ کی بیگم اور اُن تین بیٹوں کی ماں بنی، جنہوں نے بعد کے زمانے میں روم الکبریٰ سے بڑی سلطنت کے رقبے پر حکومت کی۔

سموری لبادے کی بھی اپنی الگ تقدیر تھی۔ تموچن نے اب یہ مناسب سمجھا کہ قرائیت کے سردار طغرل کے پاس جائے۔ وہ اپنے ساتھ اپنے نوجوان بہادروں اور تحفہ دینے کے لئے سموری لبادے کو لیتا گیا۔

طغرل خاں صاحب کردار اور صلح پسند آدمی تھا۔ وہ خود تو عیسائی نہ تھا لیکن اُس کے قبیلے والے زیادہ تر نسطوری عیسیوں پر مشتمل تھے، جنہوں نے سینٹ اینڈریو اور

Marfat.com

سینٹ ٹامس کے اوّلین حواریوں سے مذہبی تعلیم پائی تھی۔ وہ اُن دریائی زمینوں کے مالک تھے جہاں اب شہر ارجہ آباد ہے۔ چونکہ نسلاً وہ زیادہ تر ترک تھے، اس لیئے مغلوں کے مقابلے میں وہ تجارت اور تاجرانہ آرام و آسائش کے سامان کے زیادہ دلدادہ تھے۔

جب تموچن اپنے اس منہ بولے باپ کے دربار میں پہلی بار گیا تو اس نے طاقتور قیرات کی مدد نہ مانگی بلکہ طغرل نے اس کی روانگی سے پہلے اُسے یاد دلایا کہ ان دونوں کے درمیان آپس میں مدد کا پیمان ہے۔

لیکن جلد ہی تموچن کو بوڑھے خان سے دوستانہ مدد کی درخواست کرنی پڑی۔ گوبی کے جھگڑے پھر سے بھڑک اُٹھے۔ خلافِ توقع شمالی میدانوں سے ایک طاقتور قبیلے نے حملہ کیا اور مغل جرگے پر یورش کی۔ یہ لوگ مرکیت یا مکریت کہلاتے تھے۔ یہ کھرے وحشی تھے جو ٹنڈرا کے علاقوں کے قدیم باشندوں کی نسل سے تھے۔ یہ یخ بستہ سفید دُنیا کے لوگ تھے، جہاں آدمی بے پہیوں کی گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں، جن میں کتے اور رین ڈیر جُتے ہوتے ہیں۔

ہر لحاظ سے یہ بڑے کڑے جنگجو تھے، اور یہ اُس جنگجو کے رشتہ دار تھے جس کے پاس سے اٹھارہ سال پہلے تموچن کا باپ اولون کو اڑا لے گیا تھا۔ قیاس یہ ہے کہ وہ اس پرانی رنجش کو نہ بھولے تھے۔ وہ رات کو تموچن کے اُردو میں بھڑکتی ہوئی مشعلیں پھینکتے ہوئے در آئے۔

تموچن کو اس کا موقع مل گیا کہ گھوڑے پر چڑھ کے تیر چلاتا ہوا حفاظت سے باہر نکل آئے، لیکن بورتائی حملہ آوروں کے چنگل میں پھنس گئی۔ قبائلی انصاف کے مطابق انہوں نے اس کو ایک ایسے شخص کے حوالے کیا جو اس شخص کا عزیز تھا، جس کے پاس سے اولون اغوا کی گئی تھی۔

Marfat.com

اس شمالی جنگجو کو مغل کی دلہن کے ساتھ زیادہ دن مزے اڑانے کا موقع نہ ملا۔ تموچن جس کے پاس اتنے آدمی نہ تھے کہ مرکیت پر حملہ آور ہوسکے، اپنے منہ بولے باپ طغرل کے پاس گیا اور قومِ قرایت کی مدد مانگی۔ اس کی درخواست فوراً منظور کرلی گئی اور ایک چاندنی رات کو مغلوں اور قرایت نے مل کے حملہ آوروں کے گاؤں پر یورش کی۔

داستان میں یہ منظر خوب بیان کیا گیا ہے۔ تموچن درہم برہم خیموں کے درمیان سواری کر رہا تھا اور اپنی گم شدہ دلہن کو پکارتا جاتا تھا۔ بورتائی اس کی آواز سن کے دوڑی ہوئی آئی اور اس کی لگام پکڑلی اور اس نے اسے پہچان لیا۔

"میں جسے ڈھونڈھ رہا تھا وہ مجھے مل گئی" نوجوان مغل نے چلّا کے اپنے رفیقوں سے کہا اور اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا۔

اُسے کبھی پوری طرح یقین نہیں ہوا کہ بورتائی کا پہلوٹی کا لڑکا اُس کے اپنے نطفے سے ہے یا نہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بورتائی کو ہمیشہ بہت چاہتا رہا اور اس کے بیٹوں کے درمیان اس نے کبھی کوئی فرق نہ کیا۔ اس کے اور بھی بچے تھے، لیکن یہ لڑکے اس کے چہیتے رفیق تھے۔ دوسری بیویاں اور ان کے بچے داستان میں مبہم ناموں سے بڑھ کے نہیں۔

ایک مرتبہ سے زیادہ ایسا ہوا کہ جب تموچن کی جان کے خلاف کوئی سازش کی گئی تو بورتائی نے اپنی جبلت سے پتا چلا لیا۔ صبح کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس کے بستر کے کنارے دوزانو بیٹھ کے رو رہی ہے۔

"اگر تیرے دشمن تیرے بہادروں کو جو دیواروں کی طرح سربلند ہیں ہلاک کر ڈالیں گے تو تیرے چھوٹے چھوٹے کمزور بچوں کا کیا حشر ہوگا؟"

صحرائی قبیلوں کی ان باہمی لڑائیوں میں کبھی امن کی نوبت نہ آتی۔ ابھی تک اُن نام

خانہ بدوشوں میں جو دیوارِ چین کے اس پار ویران سرزمینوں میں گھوما کرتے تھے۔ مغل ہی سب سے زیادہ کمزور تھے۔ طغرل کی سرپرستی سے کچھ سال وہ قبیلوں کے مغربی حملے سے محفوظ رہا، لیکن مشرق سے تائیجوت اور بوریر جھیل کے تاتاری[1] پرانی دشمنی اور کینہ توزی کے ساتھ اسے پریشان کرتے رہتے تھے۔ صرف لا انتہا جسمانی قوت، اور ایک بھیڑیے کی سی جبلت جس سے فوراً خطرے کا احساس ہو جائے، خان کی جان بچاتی رہی۔

ایک مرتبہ وہ مردہ سمجھ کے برف پر چھوڑ دیا گیا۔ اس کے حلق میں ایک تیر پیوست تھا۔ دو رفیقوں نے اسے وہاں پڑا دیکھ کے اس کے زخم سے خون چوسا اور ایک پیالے میں برف پگھلا کے اس کے زخموں کو پونچھا۔ ان جنگجوؤں کی جاں نثاری محض زبانی جمع خرچ نہیں تھی۔ ایک مرتبہ جب وہ بیمار پڑا ہوا تھا، انہوں نے دشمنوں کے خیمے سے اس کے لیے غذا چرائی اور پھر جب میدان میں برف و باد کا سخت طوفان آیا تو اس پر ایک چرمی لبادے کا سایہ کیے رہے جس کی پناہ میں وہ سوتا رہا۔

ایک ایسے خان کے یورت میں جس کو وہ دوست سمجھا تھا ایک دعوت ہوئی اور اسے پتا چلا کہ ایک بظاہر سیدھے صاف قالین کے نیچے جس پر بیٹھنے کے لیے اس سے کہا گیا ہے، ایک خندق کھدی ہوئی ہے۔ جلد ہی تموجن کو ایسی ہی آفت سے اپنے پورے قبیلے کو بچانا پڑا۔

مغل جن کی جملہ تعداد اب تیرہ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی، گرما کی چراگاہوں سے سرما کی چراگاہوں کی طرف سفر کر رہے تھے۔ وہ ایک لمبی سی وادی میں پھیلے ہوئے تھے۔ اُن کے

---

[1] تاتاریوں کا قبیلہ جداگانہ تھا۔ قدیم یورپی غلطی سے مغلوں کو تاتاری اور مغل خانوں کی سلطنت کو تارتار کہتے تھے۔ یہ لفظ دراصل چینی ہے — "تاتا" یا "تائی تزی" اس کے معنی ہیں "دور کے لوگ"۔ اس کا بھی امکان ہے کہ تاتاریوں نے اپنے ایک پرانے سردار تاتور کے نام پر اپنے لیے خود یہ نام تجویز کیا ہو۔

"کبت کے" یا ایسے چھکڑے جن پر خیمے نصب تھے، آہستہ رو ریوڑوں کے درمیان کھڑکھڑاتے ہوئے چلے آ رہے تھے کہ خان کو اطلاع ملی کہ اُفق پر دشمنوں کا لشکر نظر آیا ہے اور تیزی سے اس پر جھپٹ رہا ہے۔

یورپ کے کسی شہزادے پر کبھی ایسا وقت نہیں آیا۔

یہ دشمن تیس ہزار تائیجوت نکلے جو برغاتائی کی سرداری میں یورش کر رہے تھے۔ بھاگنے کے معنی یہ تھے کہ عورتوں اور مویشیوں اور قبیلے کی ساری ملکیت سے ہاتھ دھونا پڑتے۔ لڑنے والے دستوں کو یکجا کر کے آگے بڑھ کے تائیجوت کا مقابلہ کرنے میں یہ بات یقینی تھی کہ تائیجوت چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھے وہ چاروں طرف سے اس کے آدمیوں کو گھیر کے کاٹ ڈالتے یا منتشر کر دیتے۔

یہ خانہ بدوشی کی زندگی کا ایسا نازک لمحہ تھا کہ قبیلے کے نیست و نابود ہو جانے کا ڈر تھا۔ اس وقت خان کے فوری فیصلے اور فوری عمل کی ضرورت تھی۔

فوراً اور اپنے مخصوص انداز میں تموچن نے اس نازک صورتِ حال کا مقابلہ کیا۔ اب اُس کے تمام جنگجو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کے مختلف جھنڈوں تلے جمع ہو چکے تھے۔ اس نے دستوں کی ایک صف بنائی جس کا ایک پہلو ایک جنگل کی وجہ سے محفوظ تھا۔ دوسرے پہلو پر اس نے کبت کوں (چھکڑوں) کا ایک بڑا سا چوکور حلقہ بنایا۔ یہ حلقہ اندر سے خالی تھا۔ اس میں اُس نے تمام مویشیوں کو ہنکا دیا اور چھکڑوں میں اس نے جلدی سے تمام عورتوں اور لڑکوں کو اکٹھا کر دیا۔ لڑکے تیر کمان سے مسلّح تھے۔

اب وہ ان تیس ہزار کے حملہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا جو وادی کو طے کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ وہ پوری طرح آراستہ تھے اور پانچ پانچ سو کے دستوں میں تقسیم تھے۔ ان دستوں میں ایک ایک صف میں سو سو آدمی تھے اور اس طرح گہرائی میں پانچ پانچ صفیں تھیں۔

Marfat.com

پہلی دو قطاریں مسلح تھیں ۔ لوہے کی وزنی کانٹے دار جڑی ہوئی زرہیں ؛ لوہے یا سخت منقش چمڑے کے خود جن پر گھوڑے کے بالوں کے طرّے لگے ہوئے تھے ۔ گھوڑے بھی ساز پوش تھے ۔ اُن کی گردنیں، سینوں اور بازوؤں پر چمڑا منڈھا ہوا تھا ۔ اُن کے سوار چھوٹی چھوٹی گول گول ڈھالیں اور نیزے لئے ہوئے تھے ۔ نیزوں کی انی سے ذرا نیچے گھوڑے کے بالوں کے گچھے تھے ۔

لیکن مسلح سواروں کی یہ صفیں ٹھہر گئیں اور ان کے درمیان سے نکل کے بالکل پیچھے کی صفیں آگے بڑھیں ۔ ان میں جو سوار تھے وہ صرف دباغت کیا ہوا چمڑا پہنے ہوئے تھے اور برچھیوں اور کمانوں سے مسلح تھے ۔ تیز رفتار گھوڑوں پر انہوں نے مغلوں کے سامنے اپنے ہتھیار چلاتے ہوئے ایک چکر کاٹا اور مسلح زرہ پوش سوار فوج کے لئے پڑے کا کام کیا ۔

تموچن کے آدمیوں نے جو اسی طرح مسلح اور آراستہ تھے ۔ اس حملہ کا تیروں کی بوچھار سے جواب دیا ، یہ تیر طاقتور کمانوں سے نکلتے تھے جنہیں سینگوں کے ذریعے مضبوط بنایا گیا تھا ۔

یہ ابتدائی جھڑپ ختم ہوئی اور تائیجوت ہلکی سوار فوج چکر کاٹ کے اپنی پرانی جگہ مسلح زرہ پوش صفوں کے پیچھے پہنچ گئی ۔ پھر جمے ہوئے دستوں نے سرپٹ گھوڑے دوڑا کے پیش قدمی کی ۔

تب تموچن نے بھی اپنے مغلوں کو ان کے مقابلے کے لئے بڑھایا ، لیکن اس نے اپنے قبیلوں کو ایک ہزار کے دُہرے دستے میں تقسیم کیا تھا اور دستے میں دس صفیں تھیں اگرچہ اس کے پاس کل تیرہ دستے تھے اور تائیجوت کے ساٹھ دستے تھے لیکن اس تنگ سے محاذ پر اُس کے گہرے فوجی حجم کی وجہ سے تائیجوت کی پیش قدمی رک گئی اور ان کے آگے آگے کے دستے منتشر ہو گئے ۔

اب تموچن کو موقع ملا اور وہ اپنے مسلح دستوں کو دشمن کے ہلکے دستوں کے مقابل

جھونک سکا مغل اپنے نوباکوں کے دموں والے جھنڈے کے پیچھے پیچھے آگے بڑھے، پھیلتے ہوئے اور چکر کاٹتے ہوئے اور دونوں جانب تیر برساتے ہوئے۔

اس کے بعد صحرا کا سخت معرکہ شروع ہوا۔ سوار جھتے، غیظ و غضب سے چیختے ہوئے تیروں کی بارش میں سمٹتے ہوئے چھوٹی چھوٹی تلواریں چلاتے ہوئے، کمندوں اور نیزوں کے کانٹوں سے اپنے دشمنوں کو زین سے نیچے کھینچتے ہوئے۔ ہر دستہ کا اپنا سردار تھا وادی میں اس سرے سے اس سرے تک لڑائی ہوتی رہی اور جنگجو حملے کے بعد منتشر ہوتے پھر سے جمع ہوتے اور پھر حملہ کرتے۔

یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک آسمان سے دن کی روشنی رخصت نہ ہوئی۔ تموچن نے مکمل فتح پائی۔ پانچ چھ ہزار دشمن کھیت رہا۔ اس کے سامنے دشمن کے ستر سوار لائے گئے، جن کی گردنوں سے تلواریں اور ترکش ٹنک رہے تھے۔

بعض روایتیں یہ کہتی ہیں کہ مغل خان نے ان ستر سرداروں کو اسی جگہ کڑاہیوں میں زندہ اُبلوا دیا، لیکن یہ ظلم کی کہانی قرینِ قیاس نہیں۔ نوجوان خان کے دل میں رحم تو خیر بالکل نہ تھا، لیکن وہ مضبوط جسم والے قیدیوں سے کام لینا خوب جانتا تھا۔

Marfat.com

چوتھا باب

تموچن کے جنگجو

منگولوں کے سُرخ بالوں والے خان نے پہلے گھمسان کے رن میں لڑ کر فتح حاصل کی۔ اب وہ بڑے فخر سے ہاتھی دانت یا سینگ سے مرصّع جریب اپنے ہاتھ میں لئے رہتا۔ اس جریب کی شکل ایک چھوٹے سے عصا کی تھی، یہ سپہ سالار یعنی لوگوں کے سردار کا نشان تھا۔

وہ ہر وقت اسی آرزو میں گرفتار رہتا کہ اور زیادہ آدمی اس کے نوکر ہیں اس کی یہ خواہش ان تکلیف کے ایام کی یادگار تھی جب بغورچی نے اس پر رحم کھایا تھا۔ اور موٹی عقل والے قسار کے تیروں نے اس کی جان بچائی تھی۔

تموچن کے نزدیک قوت کا پیمانہ سیاسی طاقت نہ تھا۔ ابھی تک اُس نے سیاسی طاقت کے متعلق غور نہ کیا تھا۔ نہ قوت کا انحصار دولت پر تھا، جو کچھ زیادہ کام نہ آتی۔ چونکہ وہ مغل تھا، اس لئے وہ وہی چاہتا تھا جس کی اُسے ضرورت تھی۔ اس کے نزدیک قوّت کا انحصار انسانوں کی قوّت اور تعداد پر تھا۔ جب وہ اپنے بہادروں کی تعریف کرتا تو کہتا کہ انہوں نے سخت پتھروں کو کچل کے ریت بنا دیا ہے؛ چٹانوں کو اُلٹ دیا ہے اور گہرے پانیوں کے تموّج کو ٹھہرا دیا ہے۔

سب سے زیادہ وہ وفاداری کا جویا تھا۔ اہل قبائل کے نزدیک دغا ناقابلِ معافی گناہ تھی۔ غدّار پوری کی پوری خیموں کی بستی کو تباہ و برباد کروا سکتا تھا یا پورے گروہ کو دشمن کے جال میں پھنسوا سکتا تھا۔ سب سے زیادہ پسندیدہ جو صفت تھی وہ قبیلے

Marfat.com

—— اور یہ بھی کہہ لیجئے کہ خان —— سے وفاداری کی تھی" ایسے آدمی کو کیا کہئے جو صبح کو وعدہ کرے، اور رات کو اسے توڑ دے۔"

آدمیوں کی اُسے جو تمنا تھی اُس کا اندازہ اس کی دُعا سے ہوتا ہے مغل کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک کھڑے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا کرتا جس کو وہ تنگری کا مسکن سمجھتا۔ تنگری اوپر کی ہوا کی وہ روحیں تھیں، جو طوفان ورعد اور لامتناہی آسمان کے دوسرے خوف انگیز مظاہر کو حرکت میں لائیں۔ وہ اپنی پیٹی کاندھے پر ڈال کے چاروں سمتوں کی ہواؤں سے یوں دعا مانگتا۔"اے لامتناہی آسمان مجھ پر کرم کر۔ اوپر کی ہواؤں کی روحوں کو میرا دوست بنا کر بھیج لیکن زمین پہ آدمیوں کو بھیج تاکہ وہ میری مدد کر سکیں۔"

اور نو یاکوں کی دُموں والے جھنڈے کے نیچے آدمی بڑی تعداد میں جمع ہوتے رہے۔ گھرانا گھرانا اور دس بیس نہیں، بلکہ سینکڑوں۔ ایک آوارہ گرد قبیلہ جس سے اس کے پہلے کے خان سے دشمنی ہو گئی تھی، سنجیدگی سے مغلوں کے تموجن کے فضائل کے متعلق یوں رائے زنی کرتا ہے ——" وہ شکاری کو اجازت دیتا ہے کہ بڑے بڑے شکاروں میں جتنا شکار خود کرے خود اپنے پاس رکھے۔ لڑائی کے بعد ہر آدمی لوٹ کا وہ حصہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے جو قاعدے سے اس کا ہو جائے۔ اس نے اکثر اپنے کندھے سے ملبوس اتار کے تحفے کے طور پر دیا ہے۔ وہ بارہا اپنے گھوڑے سے اتر آیا ہے اور گھوڑا ضرورت مند کو دے چکا ہے۔"

کوئی شخص جسے چیزیں جمع کرنے کا شوق ہو، نادر اشیا کو اس شوق سے جمع نہیں کرتا تھا جیسے یہ مغل خان ان آوارہ گردوں کو۔

وہ اپنے اطراف ایک دربار اکٹھا کر رہا تھا جس میں حاجب اور مشیر نہ تھے اور جو جنگجو افراد پر مشتمل تھا۔ لڑائی میں اس کے پہلے ساتھی لیفورچی اور قسار تو تھے ہی، ان کے علاوہ ارغون تھا جو ستار بجاتا تھا جیبی نویان اور مغلی وو چالاک اور جنگ کے

Marfat.com

زخموں سے منجھے ہوئے سپہ سالار تھے اور سوبدائی بہادر تھا جو بڑے معرکے کا تیر انداز تھا۔

ارغون اگرچہ مغنی نہ تھا، تب بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا ہی خوش مزاج تھا۔ اس کی صرف ایک جھلک ہمیں اُس موقع پر دکھائی دیتی ہے جب کہ خان سے اس نے ایک طلائی ستارہ مستعار لیا اور اُسے گُما دیا۔ تیز مزاج مغل کو تاؤ آ گیا اور اُس نے اپنے دو سرداروں کو ارغون کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ بجائے قتل کرنے کے انہوں نے مجرم کو پکڑ کے دو مشکیزے بھر کے شراب پلا دی اور پھر اُسے چھپا دیا۔ دوسری صبح انہوں نے اُسے نشہ سے جگایا اور خان کی یورت کے دروازے تک لے گئے اور کہا۔ "اے خان تیری اُردو میں روشنی پھیلنے لگی ہے، دروازہ کھول اور رحم کا کرشمہ دکھا۔"

خاموشی کے لمحے سے فائدہ اٹھا کے ارغون نے گانا شروع کیا:

"طائر گانا ہے تنگ تانگ

آخری نوا سے پہلے اس پر شہباز جھپٹتا ہے —

اسی طرح میرے آقا کا غضب مجھ پر نازل ہوا۔

افسوس! مجھے ساغر کی گردش سے محبت ہے، لیکن میں چور نہیں۔"

چوری کی سزا موت تھی لیکن ارغون کو معاف کر دیا گیا اور آج کے دن تک طلائی ستارہ کا معما حل نہ ہو پایا۔

خان کے یہ بہادر سردار گوبی کے پورے علاقے میں "قیات" یا "اڑتے ہوئے دھارے" کہلاتے تھے۔ ان میں سے دو نے، جو ابھی لڑکے تھے، کچھ عرصے بعد طول البلد کے نوے درجوں میں بڑی تباہی اور بربادی پھیلائی۔ ان میں سے ایک جبی نویان (تیر شہزادہ) تھا اور دوسرا سوبدائی بہادر۔

جبی نویان منظر پر یوں نمودار ہوتا ہے کہ وہ ایک دشمن قبیلے کا نوجوان تھا اور

Marfat.com

ایک لڑائی کے بعد تعاقب میں پکڑا گیا اور تموچن کے سامنے مغل اُسے لے آئے۔ اُس کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ اس نے گھوڑا مانگا اور کہا کہ وہ مغلوں میں سے جو اس کا مقابلہ کرنا چاہے اس کا تنہا مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔ تموچن نے اس کی درخواست منظور کر لی اور نوجوان جبی کو ایک تیز سفید ناک والا گھوڑا دے دیا۔ سوار ہو کے جبی مغلوں کی صف کو کاٹتا ہوا بچ کر نکل گیا۔ پھر وہ واپس آگیا اور اس نے خان کا نوکر بننے کی خواہش ظاہر کی۔

بہت عرصے بعد جب جبی نویان' طیان شان کے پہاڑوں میں گشت لگاتا ہوا قراختائی کے تسلوک قبیلوں کا تعاقب کر رہا تھا، اس نے ہزار سفید ناک والے گھوڑوں کا ایک گلہ فراہم کر کے خان کو تحفے کے طور پر بھیجا۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ اس واقعہ کو نہیں بھولا جس میں اُس کی جان بچائی گئی تھی۔ نوجوان جبی سے تندی میں کم' لیکن فراست میں زیادہ سوبدائی تھا جس کا تعلق شمالی آہوؤں والے قبیلے الوس اریانجی' سے تھا۔ اس کی طبیعت میں بھی حصولِ مقصد کے لیے تموچن جیسی سختی اور سنگدلی کا کچھ حصہ تھا۔ تاتاریوں سے ایک لڑائی میں جھڑپ سے پہلے خان نے پوچھا کہ کون سا سردار پہلا حملہ کرے گا۔ سوبدائی آگے بڑھا۔ خان نے اس کی تعریف کی اور اُس سے کہا کہ سو چنے ہوئے جنگجوؤں کو اپنی حفاظت کے لیئے اپنے ساتھ لے۔

سوبدائی بہادر نے کہا کہ وہ اپنے ساتھ اور کسی کو نہیں لینا چاہتا۔ وہ لشکر سے پہلے تنہا آگے جانا چاہتا تھا۔

ذرا شک کے عالم میں تموچن نے اُسے جانے کی اجازت دے دی۔ اور سوبدائی تاتاریوں کے خیموں میں پہنچا، جہاں اس نے یہ بیان کیا کہ اس نے خان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور وہ ان کے قبیلے میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اس نے انہیں یقین دلایا کہ مغلوں کا لشکر قریب میں کہیں نہیں اور جب مغلوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ اس کے لیئے

Marfat.com

بالکل تیار نہیں تھے مغلوں نے انہیں تتر بتر کر دیا۔

سوبدائی نے نوجوان خان سے وعدہ کیا "میں تجھے دشمنوں سے اس طرح بچاؤں گا جیسے نمدہ سرد ہوا سے محفوظ رکھتا ہے۔ میں تیرے لئے یہ خدمت انجام دوں گا۔"

اس کے سورماؤں نے اسے یقین دلایا "جب ہم حسین عورتیں اور اعلیٰ درجے کے گھوڑے پکڑیں گے تو سب کے سب تیرے پاس لائیں گے۔ اگر ہم تیرا حکم بجا نہ لائیں یا تجھے نقصان پہنچائیں تو ہمیں بنجر ویرانوں میں ہلاک ہونے کے لئے اکیلا چھوڑ دیجو۔"

تموچن نے اپنے بہادروں کو یہ جواب دیا "جب تم میرے پاس آئے تو میری حالت ایک خوابیدہ آدمی کی سی تھی۔ پہلے میں رنجیدہ بیٹھا تھا اور تم نے مجھے جگا دیا۔"

وہ فی الحقیقت یکا مغلوں کا خان تھا اور وہ اسے سردار مانتے تھے۔ اس نے ان سورماؤں میں سے ہر ایک کو وہ تحسین اور اعزاز بخشا، جس کا وہ مستحق تھا اور ہر شخص کے کردار کے لحاظ سے۔

اس نے کہا کہ توریلتائی (سرداروں کی مجلس مشاورت) میں بغورچی اس سے سب کے مقابل زیادہ قریب بیٹھا کرے گا اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جنہیں خان کے تیر اور کمان کو سنبھالنے اور ساتھ رکھنے کی اجازت ہوگی۔ دوسروں کو اس نے غذا کا ذمہ دار مقرر کیا اور انہیں گلوں کی حفاظت سونپی اور دوسروں کو "کبت کوں" کا اور خادموں کا حاکم مامور کیا۔ قساز جو جسمانی طور پر بڑا طاقتور تھا مگر شئے لطیف سے محروم اس نے تیغ بردار مقرر کیا۔

اپنے نائبوں، لشکر کے سرداروں کی خدمت کے لئے تموچن نے ایسے آدمیوں کو منتخب کیا جو فہیم بھی تھے اور جری بھی۔ وہ اس ہوشیاری کی قدر و قیمت بھی جانتا تھا،

Marfat.com

جس کا تقاضا یہ ہے کہ وقت پر غصّہ کو پی جانا چاہیئے اور جب مناسب وقت آجائے تو ضرب لگانی چاہیئے حقیقت میں مغل کردار کی اصل بنیاد ہی صبر ہے۔ جو لوگ بہادر اور بیوقوفی کی حد تک نڈر تھے، انہیں اس نے کیمپ کوں اور سامانِ رسد کی حفاظت سپرد کی، جو احمق تھے وہ گلوں کی نگہبانی کے لیئے باقی رہنے دیئے گئے۔

ایک سردار کے متعلق اس نے کہا: "یسوتائی سے زیادہ جری اور کوئی نہیں۔ جیسی انوکھی خوبیاں اس میں ہیں اور کسی میں نہیں، لیکن چونکہ لمبی لمبی مسافتوں کے طے کرنے میں وہ خود نہیں تھکتا اور نہ اُسے بھوک پیاس لگتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اس کے اور افسر اور سپاہیوں کو بھی یہ تکلیفیں نہیں ستاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اعلیٰ فوجی عہدے کے قابل نہیں۔ سپہ سالار کو چاہیئے کہ وہ بھوک پیاس کا لحاظ کرے، تاکہ جو لوگ اس کے تحت ہیں، وہ ان کی تکلیفوں کو سمجھ سکے اور وہ انسانوں اور جانوروں کی طاقت کو وقت پر محفوظ اور مہیّا کر سکے۔"

اپنے ان "زہریلے جنگجوؤں" والے دربار پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیئے نوجوان خان کو پوری پوری سنگدلانہ مستقل مزاجی اور بڑی متوازن منصف مزاجی کی ہمیشہ ضرورت پڑتی۔ جو سردار اُس کے جھنڈے تلے جمع ہونے وہ داڈنگنگ لوگوں کی طرح سرکش تھے۔ داستان میں ذکر ہے کہ کس طرح بورتہ کا باپ اپنے ساتھیوں اور اپنے سات جوان بیٹوں کو خان کی خدمت میں پیش کرنے کے لیئے آیا۔ تحفے دیئے اور لیئے گئے اور ساتوں بیٹوں کو مغلوں کے درمیان جگہ دی گئی، لیکن ان کی وجہ سے آپس میں بڑی تلخی پیدا ہوئی، خاص طور پر اس ایک کی وجہ سے جو شامان بھی تھا اور جس کا نام تب تنگری تھا، چونکہ وہ شامان تھا، اِس لیئے اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کی روح جب چاہے جسم کو چھوڑ کے عالمِ ارواح میں داخل ہو سکتی ہے۔ اُسے مستقبل کی بات جاننے کا ملکہ تھا۔

اور تب تنگری میں حُبِ جاہ بڑی خطرناک حد تک موجود تھی کئی دن مختلف سرداروں کے خیموں میں بسر کرنے کے بعد ایک دن اس نے اور اس کے بھائیوں نے قسار کو گھونسوں اور لاٹھیوں سے پیٹ ڈالا۔

قسار نے خان توچن سے شکایت کی۔

اُس کے بھائی نے جواب دیا "تُو تو یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ طاقت اور ہوشیاری میں کوئی تیرے برابر نہیں، پھر تُو نے ان لوگوں سے کیسے مار کھائی۔"

اس پر قسار کو غصہ آگیا۔ وہ اردو میں اپنے گھر چلا گیا اور تموچن کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ اس اثنا میں تب تنگری خان کے پاس پہنچا اور کہا "میری رُوح نے دوسرے عالم میں یہ الفاظ سنے ہیں اور یہ حقیقت مجھے خود آسمان نے بتائی ہے کہ تموچن اپنے لوگوں پر کچھ دن حکومت کرے گا، لیکن پھر قسار حکومت کرے گا۔ اگر تو قسار کا خاتمہ نہ کردے گا تو تیری حکومت زیادہ دن نہ چلے گی۔"

اس جادوگر پجاری کی چالاکی کا خان پر ضرور اثر ہوا، کیونکہ وہ اسے پیشین گو سمجھتا تھا۔ اُس شام سوار ہو کے وہ اپنے جنگجوؤں کے ایک چھوٹے سے جتھے کو ساتھ لے کے قسار کو گرفتار کرنے نکلا۔ اس کی اطلاع اس کی ماں اولون کو مل گئی۔ وہ جلدی سے ایک گاڑی میں تیز قدم اونٹ جتوا کے خان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی۔

وہ قسارؔ کے خیموں میں پہنچی اور اُن جنگجوؤں کے درمیان سے ہو کے گذری جو ان خیموں کو گھیرے ہوئے تھے۔ خاص یورت میں جب وہ داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ تموچن، قسار کے سامنے کھڑا ہے۔ قسار دوزانو ہے اور اس کی ٹوپی اور اس کی پیٹی اس سے چھینی جا چکی ہے۔ خان بڑے غصے کے عالم میں تھا اور اس کے چھوٹے بھائی پر جو بڑا تیرانداز تھا، موت کا خوف غالب تھا۔

اولون ارادے کی پکّی عورت تھی۔ اس نے قسار کی زنجیریں کھول دیں اور

Marfat.com

اس کی ٹوپی اور اس کی پیٹی اس کے حوالے کی۔ دوزانو ہو کے اس نے اپنا سینہ کھول دیا اور تموچن سے کہا: "تم دونوں نے ان چھاتیوں کا دودھ پیا ہے۔ تموچن تجھے اور بہت سے ہنر ملے ہیں لیکن یہ خوبی قسار ہی کو عطا ہوئی ہے کہ وہ اس طاقت اور کمال سے تیر چلائے کہ ایک بھی خطا نہ ہونے پائے۔ جب آدمیوں نے تجھ سے بغاوت کی ہے تو اس نے اپنے تیروں سے انہیں مار گرایا ہے۔"

نوجوان خان خاموشی سے سنتا رہا اور اس وقت تک ٹھہرا رہا جب تک اس کی ماں کا غصہ نہ اُترا۔ پھر یورت سے یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ "جب میں نے یہ حرکت کی تو میں خوفزدہ تھا اور اب میں شرمندہ ہوں۔"

تب تنگری خیموں میں پھرتا رہا اور نفاق پھیلاتا رہا۔ وہ دعویٰ کرتا کہ فوق الفطری الہام اس کی ساری سازشوں کا ماخذ ہیں، اس لئے وہ مغل خان کے پہلو میں کانٹے کی طرح کھٹکتا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی اچھی خاصی جماعت تیار کرلی اور اس میں حُبِّ جاہ بہت تھی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ نوجوان جنگجو کے اثر کو توڑ سکتا ہے۔ وہ اور اس کے ساتھی تموچن سے مقابلہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے، لیکن انہوں نے خان کے سب سے چھوٹے بھائی تو جو کو پکڑ کے زبردستی مجبور کیا کہ وہ ان کے سامنے دوزانو ہو۔

رسم کے مطابق مغلوں کو اس کی اجازت نہ تھی کہ وہ آپس کے جھگڑے ہتھیاروں سے طے کریں لیکن شامان کی اس حرکت کے بعد تموچن نے تو جو کو بلا بھیجا اور اس سے کہا: "آج تب تنگری میرے یورت میں آئے گا؛ جیسا تیرا جی چاہے اس کے ساتھ سلوک کر۔"

اُس کی اپنی حیثیت اس جھگڑے میں بڑی نازک تھی۔ منلیک جو ایک قبیلے کا سردار اور بورتہ کا باپ تھا، کئی جنگوں میں اس کا ساتھ دے چکا تھا اور اس لئے اسے بڑے اعزاز بخشے گئے تھے۔ تب تنگری خود شامان تھا، مستقبل کا حال جانتا تھا اور ساحر بھی تھا۔

بحیثیت خان کے تموجن سے اس کی توقع کی جاتی تھی کہ وہ لڑائی جھگڑوں میں منصف کا فرض انجام دے، نہ یہ کہ جو اس کا اپنا جی چاہے کر گزرے۔

وہ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا آگ تاپ رہا تھا کہ منلیک اپنے ساتوں بیٹوں کے ساتھ آیا۔ اس نے انہیں مرحبا کہا اور وہ اس کے سیدھے ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ اور عین اسی وقت تموجن اندر داخل ہوا۔ قاعدہ کے مطابق سارے ہتھیار تو یورت کے دروازے پر چھوڑ دیے گئے تھے اور اس نوجوان لڑکے نے تب تنگری کے شانوں کو جکڑ لیا۔ "کل تو نے مجھے اپنے سامنے دوزانو ہونے پر مجبور کیا، لیکن آج میں تجھ سے طاقت آزمائی کروں گا۔"

کچھ دیر تک وہ زور آزمائی کرتے رہے اور منلیک کے دوسرے بیٹے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

تموجن نے دونوں حریفوں سے کہا: "یہاں کشتی نہ لڑو، باہر جاؤ۔"

یورت کے باہر تین مضبوط پہلوان پہلے ہی سے منتظر تھے —— اسی لمحے کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ تموجن نے انہیں وہاں مقرر کیا تھا یا خان نے۔ جیسے ہی تب تنگری باہر نکلا انہوں نے اسے پکڑ کے اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی اور اسے ایک طرف پٹک دیا۔ وہ ایک چھکڑے کے پہیے کے قریب بے حس و حرکت گر پڑا۔

تموجن نے اپنے بھائی خان کو پکار کر کہا: "کل تب تنگری نے مجھے زبردستی اپنے سامنے دوزانو کیا تھا، اب جب کہ میں اس سے طاقت آزمائی کرنا چاہتا ہوں تو وہ لیٹا ہوا ہے اور مقابلے کے لئے نہیں اٹھتا۔"

منلیک اور اس کے بیٹے دروازے کی طرف گئے اور باہر دیکھا جہاں شامان کا جسم پڑا ہوا تھا۔ تب بوڑھے سردار پر صدمے کا اثر ہوا اور وہ تموجن کی طرف پلٹا: "اے خان میں تیری خدمت کرتا رہا —— آج کے دن تک۔"

Marfat.com

اس کا مطلب صاف ظاہر تھا اور اس کے چھ بیٹے تیار تھے کہ مغل پر جھپٹ پڑیں۔ تموچن اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا اور اس دروازے کے سوا یورت سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ مدد کے لئے کسی کو پکارتا اس نے سختی سے قبیلے والوں سے کہا "ہٹ جاؤ، میں باہر جانا چاہتا ہوں۔"

اس خلاف توقع حکم پر حیرت سے وہ ہٹ گئے اور وہ خیمے سے باہر اپنے جنگجو سنتریوں کے پاس جا پہنچا۔ ابھی تک تو یہ ایک معمولی سا واقعہ تھا اور ایسے قصے اس سرخ بالوں والے خان کے اطراف آئے دن پیش آتے ہی رہتے تھے، لیکن اس کی خواہش یہ تھی کہ منلیک کے قبیلے سے خون کی دشمنی نہ پیدا ہونے پائے۔ شامان کے جسم پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو گیا کہ تب تنگری مر کے ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اس کا اپنا یورت اس طرح ہٹایا جائے کہ شامان کا جسم اس کے اندر آجائے اور دروازے کا پردہ بند کر کے کس کے باندھ دیا گیا۔

رات آئی تو تموچن نے اپنے دو آدمیوں کو بھیجا کہ بچاری جادوگر کی لاش کو خیمے کے دود کش . . . . . . سے نکال لے جائیں۔ دوسرے دن جب اردو کے آدمیوں کو تشویش ہوئی کہ جادوگر کا کیا حشر ہوا تو تموچن نے دروازے کا پردہ کھول دیا اور انہیں آگاہ کیا۔

"تب تنگری میرے بھائیوں کے خلاف سازشیں کرتا تھا اور انہیں زدوکوب کرتا تھا۔ اب آسمان کی روحیں اس کی روح اور جسم دونوں کو اُٹھا لے گئیں۔"

لیکن اکیلے میں اس نے منلیک کو سنجیدگی سے سمجھایا "تو نے اپنے بیٹوں کو اطاعت کرنا نہیں سکھایا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ میری برابری کرے، اس لئے دوسروں کی طرح میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ رہ گیا تو، تو میں نے یہ عہد کیا ہے کہ تجھے ہرگز ہلاک نہ کروں گا، اس لئے تم اس قصے

کو ختم کریں۔"[1]

گوبی کی قبائلی لڑائیاں بہر حال کسی طرح ختم ہونے کو نہ آتی تھیں۔ بڑے بڑے قبیلے بھیڑیوں کی طرح لڑتے، ایک دوسرے کا پیچھا کرتے، اور ایک دوسرے کا شکار کھیلتے۔ اگرچہ مغلوں کا شمار ابھی تک کمزور قوموں میں تھا مگر اب ایک لاکھ خیمے خان کے جھنڈے تلے جمع تھے۔ چالاکی سے وہ ان کی حفاظت کرتا، اپنی خوفناک شجاعت سے وہ اپنے جنگجوؤں کی ہمت بڑھاتا۔ بجائے چند خاندانوں کے اب ایک پوری قوم کی حفاظت کا بوجھ اس کے کندھوں پر تھا۔ اب وہ راتوں کو آرام کی نیند سوتا۔ اس کے ریوڑ، جن میں خان کے حزاج کے جانور بھی شامل تھے، اطمینان سے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ اب اس کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی۔ اس کی قوت اپنے پورے عروج پر تھی۔ اس کے بیٹے اس کے ساتھ سواری کرتے اور ادھر اُدھر اپنے لیے بیویاں ڈھونڈھتے، جیسے وہ خود ایک زمانے میں لیو کائی کے ساتھ میدانوں کا سفر کیا کرتا تھا۔ اُس نے اپنا ورثہ اپنے دشمنوں سے چھینا تھا اور وہ اس پر اڑا ہوا تھا کہ اس ورثے پر قابض رہے۔

لیکن اس کے ذہن میں ایک اور بات بھی تھی۔ ایک تجویز تھی جو پوری طرح

---

[1] مغل ساگا "سانگ ست زین" کا انداز ذرا تیقنی ہے اور اس سے کچھ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گوبی میں جو واقعات پیش آئے وہ معدودے چند آدمیوں کی شجاعت یا چالاکی یا دغا بازی کا نتیجہ تھے۔ حقیقت میں اس نشامان کی سازش بہت دنوں تک باقی رہی اور طرفین کے حامی بڑے طاقتور گروہ تھے۔ اپنے لحاظ سے یہ کشمکش اتنی ہی اہم تھی جیسے یورپ میں شاہ و کلیسا کی وہ لڑائی جو فریڈرک ثانی اور انوسنٹ چہارم کے زمانے میں لڑی گئی۔ یورپ کی تاریخ کا یہ واقعہ چنگیز کے دور کے کچھ ہی عرصے بعد کا ہے۔

Marfat.com

مکمل نہ ہونے پائی تھی۔ ایک آرزو تھی جس کا پوری طرح اظہار نہ ہوا تھا۔

ایک دن اس نے اپنے مشیروں کی مجلس کے سامنے بیان کیا "ہمارے بزرگوں نے ہم سے ہمیشہ یہی کہا کہ الگ الگ طرح کے دل اور دماغ ایک ہی جسم میں جمع نہیں ہو سکتے، مگر میرا ارادہ ہے کہ میں یہ بھی کر دکھاؤں۔ میں اپنی حکومت اپنے ہمسایوں پر بھی پھیلاؤں گا۔"

اپنے "زہریلے جنگجوؤں" کو قبیلوں کی ایک برادری میں ڈھالنا، پرانا کینہ رکھنے والے دشمنوں پر اپنی حکومت جمانا ـــــ یہ اس کا ارادہ تھا اور بڑے صبر و استقلال سے اس نے مقصد کی تکمیل کی کوشش شروع کی۔

Marfat.com

پانچواں باب

جب کوہ چینہ پر پرچم لہرایا

ہمیں یہاں اُن لڑائیوں سے غرض نہیں، جن میں خانہ بدوش قبائل تاتاری اور مغل، مکریت اور قرایت، نایان اور الغوران مشغول تھے اور جو مرتفع چراگاہوں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ختا کی دیوارِ عظیم سے لے کر مغرب میں وسطِ ایشیا کی دور دراز پہاڑیوں تک لڑی جاتی رہیں۔ بارھویں صدی عیسوی ختم ہو رہی تھی اور تموچن اس کام کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ قبیلوں کی ایک برادری بنانا، جو اس کے بزرگوں کے قول کے مطابق نا ممکن تھا۔ صرف اس طرح یہ کام پورا ہو سکتا تھا، کہ ایک قبیلہ اور سب قبیلوں کا سردار بن جائے۔

قومِ قرایت جن کے شہر قافلوں کی اُس شاہراہ پر تھے جو ختا کے شمالی دروازوں سے مغرب کی طرف جاتی تھی، ایک طرح سے توازنِ قوت کے حامل تھے۔ طغرل کے پاس، جسے پریسٹر جان بھی کہتے ہیں، تو تموچن اس لیئے گیا کہ اس کے سامنے باہمی معاہدے کی تجویز پیش کرے۔ مغل اب اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ ایسی تجویز پیش کرنا اس کے لئے مناسب تھا۔

"تمہارے میرے باپ بغیر تیری مدد کے ہیں دشمنوں کی چھیڑ سے محفوظ ہو کے زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ تو مجھ سے پکی دوستی کئے بغیر امن سے گذر کر سکتا ہے۔ تیرے دغا باز بھائی بند تیرے علاقے پر حملہ کر کے چراگاہوں کو آپس میں بانٹ لیں گے۔

Marfat.com

تیرا بیٹا ابھی تو اتنا عقلمند نہیں کہ یہ سمجھ سکے، لیکن اگر تیرے دشمنوں نے غلبہ پا لیا تو اس کو طاقت اور جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ہم دونوں کے لئے اپنی حکومت قائم رکھنے اور جان سلامت رکھنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم ایسی دوستی اور یگانگت پر قائم رہیں جسے کوئی نہ توڑ سکے۔ اگر میں تیرا بیٹا بن جاؤں تو ہم دونوں کے لئے اس معاملے کا فیصلہ ہو جائے۔"

تموچن کو تو اس کا حق پہنچتا ہی تھا کہ وہ عمر رسیدہ خان سے اس کی درخواست کرے کہ وہ اسے متبنیٰ بنا لے۔ پریسٹر جان نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ وہ بوڑھا تھا اور اس نوجوان مغل کو بہت چاہتا تھا۔

اس معاہدے پر تموچن ثابت قدم رہا۔ جب قرائیتوں کو، ان کے شہروں اور ان کی زمینوں سے مغرب کے قبیلوں نے جو بیشتر بدھ مت والے یا مسلمان تھے، اور عیسائی اور شامان پرست قرایت سے مذہبی تعصب برتتے تھے، نکال باہر کیا تو اس مغل سردار نے اپنے ان اڑتے ہوئے دھاروں کو شکست خوردہ سردار کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

اور امتحاناً بوڑھے قرایت کے حلیف کی حیثیت سے اس نے سیاست کی مشق بھی شروع کی۔

اس کے خیال میں یہ موقع بڑا اچھا تھا چین کی دیوارِ عظیم کے اس پار ختا[1] کا شہنشاہ زر

---

[1] تیرھویں صدی کا چین جو اس زمانے میں چن یا شمال کے خاندانِ زریں اور جنوب میں قدیم خانوادۂ سنگ کے درمیان منقسم تھا۔ "کیتھے" کا لفظ ختا سے مشتق ہے۔ یہ لفظ تاتاری چین کے لیے استعمال کرتے تھے اور اس خانوادے کے لیے بھی جس کی حکومت چن خانوادے سے پہلے تھی۔ وسط ایشیا اور روس میں آج بھی چین کو ختا کہتے ہیں۔ یورپ کے اوّلین بحری سیاحوں نے یہ لفظ یورپ میں رائج کیا۔

Marfat.com

سوتے میں ذرا چونکا اور اسے جھیل بویر نور کے تاتاری یاد آ گئے، جنہوں نے اُس کی سرحدوں پر کچھ چھیڑ خانی کی تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ بنفسِ نفیس دیوار کے اُس پار بہت بڑے پیمانے پر فوج کشی کرے گا اور خطا کار اہل قبائل کو سزا دے گا۔ اس اعلان سے اس کی اپنی رعایا میں بڑا خوف پیدا ہوا۔ بالآخر ایک بڑے افسر کو ایک چینی فوج کے ساتھ تاتاریوں کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا لیکن حسبِ معمول تاتاری بلا زخم کھائے، بلا شکست کھائے، پیچھے ہٹ کے تتر بتر ہو گئے۔ ختا کی فوج جو زیادہ تر پیدل تھی خانہ بدوشوں کو نہ پا سکی۔

اس کی اطلاع تموچن کو ملی اور جتنی تیزی سے مار مار کے ٹٹوؤں کو بھگایا جا سکتا تھا کہ ملک کا پیغام میدانوں کے اس پار پہنچ جائے، اتنی ہی تیزی سے تموچن نے کام کیا۔ اُس نے اپنے سارے قبیلے والوں کو جمع کیا اور پریسٹر جان کو یہ پیغام بھیجا کہ تاتاریوں ہی کا قبیلہ وہ ہے جس نے اُس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ تزاہت نے لبیک کہا اور دونوں کے متحدہ لشکروں نے تاتاریوں پر حملہ کیا جو پیچھے اس وجہ سے نہ ہٹ سکتے تھے کہ اُن کے عقب میں ختا کی فوجیں تھیں۔

اب جو جنگ ہوئی، اُس میں تاتاریوں کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔ مختلف فتحمند قبیلوں کے ہاتھ بہت سے قیدی لگے اور ختا کی حملہ آور فوج کے سپہ سالار کو یہ دعوے کرنے کا موقع مل گیا کہ فتح کا سہرا اُسی کے سر ہے اور اس نے یہی دعوے کیا۔ اس نے پریسٹر جان کو اونگ خان (خانوں کا سردار) اور تموچن کو "باغیوں کا دشمن سالار" کا لقب دیا ——— اِس ساری عزت افزائی میں ختائی سپہ سالار کو کچھ زیادہ خرچ نہیں کرنا پڑا۔ اس نے صرف ایک چاندی کا جھولا، سنہرے غلاف کے ساتھ تحفتہً بھجوا دیا۔ جنگ آزمودہ مغل کو یہ لقب اور یہ تحفہ دونوں بڑے عجیب معلوم ہوتے ہوں گے، بہرحال یہ جھولا تو شاید پہلا جھولا تھا جو ان بنجر علاقوں میں کسی

Marfat.com

نے دیکھا اور یہ خان کے خیمے میں کئی روز تک منظرِ عام پر رکھا رہا۔

"قیات کی صفوں میں نئے نئے جنگجو شریک ہوتے گئے۔ تموجن اپنے بیٹوں کو جوجی لزیان (تیر شہزادے) کے ساتھ شہسواری کرتا دیکھتا۔ جبی نویان کو سموری جوتے اور روپہلی زرہ پہنے پہنے پھرنے کا بڑا شوق تھا۔ یہ دونوں چیزیں اس نے ایک آوارہ گرد ختائی سے لوٹی تھیں۔ جبی لزیان کو اس وقت تک چین نہ آتا جب تک وہ خود اور اس کے پیچھے پیچھے ساتھیوں کا ایک دستہ دور تک سواری کرتا ہوا نکل جاتا۔ وہ تموجن کے بڑے بیٹے جوجی کا بڑا اچھا اتالیق تھا۔ اس جوجی کا نسب مبہم تھا۔ وہ ہمیشہ سوچتا رہتا کھنچا کھنچا سا رہتا، لیکن طبیعتاً اس قدر دلیر تھا کہ خان اس سے بہت خوش تھا۔

یہ بارھویں صدی کے ختم کا زمانہ تھا۔ تموجن اپنے گھرانے کے لوگوں کو اُن دریاؤں کے کنارے شکار کے لیے لے گیا تھا، جو قرایت کی زمینوں سے قریب تھے۔ شکار میں نرغے کے لیے سواروں کا حلقہ دور دور تک پھیل گیا تھا۔ انھوں نے نرغے میں بہت سے بارہ سنگھے، ہرن اور دوسرے چھوٹے موٹے جانور گھیر لیے تھے اور پھر وہ حلقے کو تنگ کرتے گئے اور اپنی کڑی خمدار کمانوں سے شکار کھیلتے رہے، یہاں تک کہ چکنی چکنی چٹانوں کے درمیان آخری جانور تک شکار ہو گیا۔ منگولوں کا شکار تضیعِ اوقات نہ ہوتا تھا۔

دور سبز پوش میدان میں خیمہ پوش کبت کاؤں اور اونٹ گاڑیوں میں شکاریوں کا انتظار ہو رہا تھا جیسے ہی شکاری آئے، بیل کھول دیے گئے۔ "یورتوں" اور خیموں کی میخیں گاڑ دی گئیں اور ڈھانچوں پر سمور چڑھا دیا گیا۔ جا بجا آگ جلائی گئی۔

شکار کا بہت سا حصہ طغرل کے لیے، جو اب اونگ خان تھا، محفوظ رکھا جاتا تھا۔ قرایت مغلوں سے فدا زیادتی کرتے تھے۔ ایسی لوٹ جو دراصل تموجن کے آدمیوں

Marfat.com

کا حصہ تھی ۔ اونگ خاں کے آدمیوں نے چھین لی اور مغل سردار نے اُسے برداشت کر لیا۔

قرایت کے علاقے میں اُس کے دشمن بہت تھے ۔ مثلاً بورچیجن کی اولاد جو اسے خان کے منصب سے معزول کرنا چاہتی تھی اور قرایت سردار کی نظروں سے گرانا چاہتی تھی ۔ اسی لئے وہ اپنے منہ بولے باپ کے پاس جا رہا تھا ۔ دونوں میں یہ عہد تھا کہ اگر ان کے درمیان باہم کوئی اختلاف پیدا ہو تو ایک دوسرے کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھائیں ۔ بلکہ دونوں مل کے آپس میں اطمینان سے بات چیت کریں تاکہ دونوں کو اصل حقیقت کا علم ہو جائے ۔

تموچن نے تلخ تجربے سے بہت کچھ سیکھا تھا ۔ وہ جانتا تھا کہ جب اونگ خان مر جائے گا تو پھر سے آپس میں جنگ ہوگی ۔ لیکن قرایت میں جنگجوؤں کے ایسے جتھے بھی تھے جو اس کے حامی تھے ، مثلاً جو دستہ اونگ خان کی جانی حفاظت کے لیے مامور تھا ، اُسے مغل خان کے دُشمنوں نے بہت اُکسایا تھا کہ اُسے گرفتار کرے مگر اس دستہ نے انکار کر دیا ۔ مغلوں کے پاس شادیوں کے پیام بھی بھیجے گئے تھے ۔ سردار خاندان سے قرایتوں نے جوجی کے لیے ایک دُلہن بھی انتخاب کر لی تھی ۔

لیکن تموچن اپنی ہی خیمہ گاہ میں رہا ۔ ہوشیاری سے قرایت کے اُردوؤں سے دُور اور اس کے سپاہی ہراول میں آگے آگے یہ دیکھنے گئے کہ راستہ محفوظ ہے یا نہیں ۔ اُس کے سوار تو واپس نہ لوٹے لیکن رات کو گھوڑے چرانے والے دو چرواہے قرایت کی خبر لے کے آئے اور یہ خبر ناخوش آئند بھی تھی اور نامبارک بھی ۔

مغرب میں اس کے جو دشمن تھے ، جیسے چالاک جاموقہ ، جرمی کرتیوں کا سردار توقتابیگ اور تموچن کے اپنے چچا ــــ انھوں نے اس کا کام تمام کرنے کا تہیہ کر لیا تھا ۔ انھوں نے جاموقہ کو گور خان منتخب کر لیا تھا ۔ انھوں نے بوڑھے اور

پس وپیش کرنے والے اونگ خاں کو اس پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی طاقت سے اُن کی مدد کرے۔ جیسا کہ توچن کو شک تھا، شادی کی گفت و شنید محض ایک بہانہ، ایک چال تھی۔

اس کی سیاسی کوشش ناکام ہو گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوشش یہ تھی کہ قرایت کو مغربی ترکوں کے ساتھ جنگ میں مصروف رکھے اور مشرق میں خود اپنی طاقت بڑھائے اور اونگ خان سے اس وقت تک معاہدہ اور پیمان رکھے، جب تک اُس کے اپنے مشرقی قبیلے اتنے طاقتور نہ ہو جائیں کہ برابری سے قرایت کا مقابلہ کر سکیں۔ اُس کی حکمتِ عمل غلط نہ تھی، لیکن جو چال اس نے چلی تھی اس کا توڑ اس سے زیادہ چالاکی سے اور اب دغا سے کیا گیا تھا۔

دونوں چرواہوں نے اس سے بیان کیا کہ قرایت اس کے خیمہ و خرگاہ کے بہت قریب آ گئے ہیں اور ان کا ارادہ رات کو شبخون مارنے اور تیروں سے اُسے اس کے اپنے خیمے میں ہلاک کر دینے کا ہے۔

صورتِ حال بڑی ہی تشویشناک تھی، کیونکہ قرایت کی تعداد بہت زیادہ تھی اور تموچن پر لازم تھا کہ جہاں تک ہو سکے۔ اپنے جنگجو ساتھیوں کے گھرانوں کی حفاظت کرے۔ اس کے پاس اس وقت چھ ہزار —— بعض روایتوں کے لحاظ سے تین ہزار سے بھی کم —— مسلح آدمی تھے، لیکن اسے اطلاع مل گئی تھی اور اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا

اس نے اپنے یورت کے محافظوں کو ساری خیمہ گاہ میں اِدھر اُدھر بھیجا کہ سوتے ہوؤں کو جگائیں، سرداروں کو خبردار کریں اور چرواہوں کو باہر دوڑا دیں۔ ریوڑ باہر نکال دیئے گئے کہ صبح ہوتے ہی دور دور بھگا دئے جائیں اور منتشر کر دیئے جائیں۔ اس کے سوا اُن کو بچانے کی کوئی اور صورت نہ تھی۔ گھوڑے تو ہمیشہ پاس ہی رہتے

تھے۔ اردو والے فوراً ان پر سوار ہو گئے اور ہلکی اونٹ گاڑیوں پر سامان کے صندوق لادے گئے اور عورتوں کو سوار کرایا گیا۔ بلا بحث و فریاد اپنے اصلی خیمہ گاہوں کی طرف واپسی کا طول طویل سفر شروع ہوا۔

اس نے یورتوں اور بڑی بڑی بیل گاڑیوں کو ویسے ہی کھڑا رہنے دیا۔ کچھ آدمیوں کو اچھے گھوڑوں کے ساتھ پیچھے چھوڑا کہ وہ آگ جلائے رکھیں۔ پسپائی میں وہ خود اپنے چیدہ چیدہ افسروں اور منتخب اہلِ قبلیہ کے ساتھ سب سے آہستہ سفر کرتا رہا تاکہ تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ کر سکے۔ اب اس کا کوئی موقع نہ تھا کہ اس طوفان سے نجات پائی جائے جو تاریکی کے پردے میں اس قدر قریب نمودار ہو رہا تھا۔

دن کوئی آٹھ یا نو میل گئے ہوں گے کہ پہاڑیوں کا ایک ایسا سلسلہ آیا، جہاں اس کا موقع تھا کہ اگر اس کے آدمی منتشر ہوں تو انہیں سایہ اور پناہ مل سکے۔ ایک ندی پار کر کے، ایک تنگ سے درے میں اس نے اپنے سواروں کو ٹھہرایا تاکہ گھوڑے تھکن سے بالکل چور نہ ہو جائیں۔

اس دوران میں قرایت صبح کے تڑکے سے پہلے ہی اس کے خالی خیمہ میں گھس آئے تھے۔ خان کے سفید نمدے کے خیمے کو انہوں نے تیروں سے چھلنی کر دیا، تب کہیں انہیں اندازہ ہوا کہ اس جگہ کیسی خاموشی سی طاری ہے اور نہ ریوڑوں کا پتا ہے اور نہ پرچم کا۔ تھوڑی دیر کے لئے گڑبڑ میں وہ ٹھہر گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ آگ جا بجا خوب جل رہی تھی۔ انہیں یہ شبہ ہوا کہ مغل اپنی اپنی یورتوں میں ہوں گے اور جب ان کی سمجھ میں یہ آیا کہ خیمے خالی ہیں اور مغل سب کچھ پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ قالین اور برتن یہاں تک کہ خالی زین اور دودھ کی تھیلیاں تو انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مغل خوف کے مارے بے ترتیبی سے بھاگ گئے ہیں۔

Marfat.com

مشرق کی طرف جانے والوں کے نشان اتنے واضح تھے کہ اندھیرے میں بھی نہ چھپ سکتے تھے۔ قرایت قبیلوں نے فوراً اُن کا تعاقب شروع کر دیا۔ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کے صبح ہوتے ہوتے وہ پہاڑیوں کے دامن میں پہنچ گئے، اور ان کے پیچھے گرد کا بادل سا اُٹھتا رہا۔ تموچن نے اُن کو آتے دیکھا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ اس تیز سرپٹ دوڑ میں اُن کی صفیں بہت پھیل گئی تھیں۔ قبیلے منتشر ہو گئے تھے اور جو اچھے گھوڑے تھے وہ سست گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل آئے تھے۔

گھاٹی میں مزید انتظار کیے بغیر اس نے اپنے جنگجوؤں کو تنگ صفوں میں آراستہ کر کے باہر نکالا۔ اُن کے گھوڑے آرام کر کے تازہ دم ہو چکے تھے۔ انہوں نے ندی پار کر کے قرایتوں کے ہراول کو درہم برہم کر دیا اور لہلہاتی ہوئی چراگاہوں کے اس پار قرایت کے اُردو کے پیچھے ہٹنے کا راستہ روک دیا۔ اسی اثنا میں اونگ خان اور اس کے سردار بھی آ گئے۔ قرایت کی نئے سرے سے ترتیب اور تنظیم ہوئی اور مکمل نیست و نابود کرنے کی ہولناک جنگ شروع ہوئی۔

تموچن اس سے پہلے کبھی ایسی آفت میں نہ گھرا تھا۔ اس وقت اُسے اپنے اُلٹے دھاروں کی ذاتی شجاعت کی پوری پوری ضرورت پیش آئی۔ اس کے اپنے خاندانی قبیلوں کے استقلال اور اُرت اور منکوت قبیلوں کے بھاری مسلح سواروں سے بھی اُسے بڑی مدد ملی۔ اُس کے لشکر کی تعداد اتنی کم تھی کہ یہ اُس کے لیئے ممکن نہ تھا کہ سامنے سے حملہ کرے۔ وہ مجبور تھا کہ زمین کے نشیب و فراز سے جتنا فائدہ اُٹھا سکے اُٹھا لے، اور یہ مغلوں کے لیئے آخری آسرا تھا جب شام ہوئی اور معلوم ہوتا تھا کہ شکست مقدر ہو چکی ہے تو اس نے اپنے ایک منہ بولے بھائی گلدار کو جو اُس کا علم بردار تھا اور منکوت قبیلوں کا سردار تھا یہ حکم دیا کہ وہ قرایت کی صفوں کا چکر کاٹ کے، اُن کے پیچھے بائیں جانب کی ایک پہاڑی پر قبضہ کر لے اور اس پر قبضہ جمائے رکھے۔ اس پہاڑی کا نام چپتہ تھا۔

Marfat.com

نھکے مانڈے گلدار نے جواب دیا "اے خان، میرے بھائی، میں اپنے سب سے اچھے گھوڑے پر سوار ہوں گا، اور جو میرا مقابلہ کرنے آئیں گے اُن کی صفوں کو چیر کر گذر جاؤں گا۔ میں تیرا ایک کی دمول والا پرچم جبیتہ پر نصب کر دوں گا میں تجھے اپنی بہادری دکھاؤں گا اور اگر میں مارا گیا تو میرے بچوں کو پال پوس لینا۔ میرے لیے سب برابر ہے کہ میرا خاتمہ کب ہو گا۔"

یہ چکر کاٹ کے بڑھنے کی ترکیب مغلوں کی پسندیدہ جنگی چال تھی۔ اس کو وہ "تولغمہ" یا پرچم کی یورش کہتے تھے، جس سے وہ دشمن کی ایک جانب سے ہوتے ہوئے اس کے عقب میں پہنچ جاتے تھے۔ اب تموچن کے قبیلے بُری طرح پٹ چکے تھے قرایت اس کی صفوں میں گھسے چلے آرہے تھے اور یہ ترکیب جان پر کھیل کے مقابلے کی آخری کوشش تھی، لیکن قوی ہیکل گلدار اُس پہاڑی پر پہنچ ہی گیا۔ وہاں پرچم نصب کیا اور اس پہاڑی پر ڈٹا رہا۔ اس کی وجہ سے قرایت رُکے رہے۔ خاص طور پر اس لیے کہ اونگ خان کا بیٹا چہرے پر ایک تیر کھا کے زخمی ہو گیا تھا۔

جب آفتاب غروب ہوا تو میدان سے مغل نہیں بلکہ قرایت ذرا ہٹ گئے تھے۔ تموچن نے صرف اتنی دیر انتظار کیا کہ گلدار حفاظت سے واپس پہنچ جائے اور زخمی بہادر اکٹھا ہو جائیں۔ زخمیوں میں اُس کے دو بیٹے بھی شامل تھے۔ زخمی سردار دُشمن سے چھینے ہوئے گھوڑوں پر واپس آرہے تھے اور کبھی کبھی تو ایک ایک گھوڑے پر دو دو آدمی۔ پھر وہ مشرق کی طرف بھاگ نکلا اور قرایت نے دوسرے دن پھر سے تعاقب شروع کیا۔

یہ تموچن کی سب سے زیادہ کٹھن لڑائی تھی اور اس میں اُسے شکست ہوئی، لیکن اُس نے اپنے قبیلے والوں کے بنیادی عناصر کو سلامت رکھا۔ خود زندہ بچا رہا اور اپنے اُردو کو محفوظ رکھا۔

جب کوہ جیبتہ پر پرچم لہرایا

اونگ خاں نے کہا: "ہم نے ایک ایسے آدمی سے جنگ کی، جس سے ہمیں ہرگز لڑائی مول نہ لینی چاہیے تھی۔"

مغل داستانوں میں اب بھی یہ واقعہ دُہرا دُہرا کے بیان کیا جاتا ہے کہ کا: (؟) نے کیونکر جیبتہ پر پرچم لہرایا۔

طویل طویل پسپائی میں، اُس بنجر سرزمین کا تقاضا یہ تھا کہ یہ جنگجو جو ابھی "اپنے زخم چاٹ رہے تھے"؛ اپنے تھکے ماندے گھوڑوں پر پھر شکار کے لیے ایک حلقے میں پھیل جائیں، تاکہ بارہ سنگھے اور ہرن اور جو کچھ اپنے تیروں سے مار سکیں، مارلیں۔ یہ شکار کا شوق نہ تھا، کسی نہ کسی طرح اُردو کے لیے غذا فراہم کرنی تھی۔

Marfat.com

چھٹا باب

پریسٹر جوہن (طغرل اونگ خان) کی موت

قوم قرابت کی فتح کا فوری نتیجہ یہ تھا کہ تموجن کے مخالفین کا محاذ طاقت پکڑ گیا۔ خانہ بدوشوں کے سرداروں کا ہمیشہ یہ رجحان ہوتا کہ بڑھتی ہوئی طاقت کا ساتھ دیں۔ اس سے اُن کی اپنی حفاظت بھی ہوتی اور زیادہ دولت پیدا کرنے کا موقع ملتا۔

غصّے کے عالم میں مغل نے اونگ خان کو ملامت کی۔

"اے خان! اے میرے باپ، جب دشمن تیرا پیچھا کر رہے تھے تو کیا میں نے چار بہادروں کو تیری مدد کے لئے نہ بھیجا؟ تو میرے پاس اندھے گھوڑے پر سوار آیا، تیرے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور ایک بھیڑ کے گوشت کے سوا تیرے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ کیا میں نے افراط سے بھیڑیں اور گھوڑے تیری نذر نہیں کئے۔

"گذرے دنوں میں تیرے آدمیوں نے لڑائی کی لوٹ کا وہ سامان اپنے پاس رکھ لیا جو قاعدے کے لحاظ سے میرا تھا۔ پھر یہ سب سامان تیرے دشمنوں نے تجھ سے چھین لیا۔ میرے بہادروں نے پھر سے اس سامان پر قبضہ کر کے اسے تیرے حوالے کیا۔ پھر دریائے قراسو کے کنارے ہم دونوں نے قسم کھائی کہ ہم پھوٹ ڈالنے والوں کی چغلیوں کو نہیں سنیں گے، بلکہ کوئی بات ہوگی تو اس کے متعلق مل کر آپس میں بات چیت کر لیں گے۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا: مجھے کم حصّہ ملا ہے، مجھے زیادہ ملنا چاہیے۔

"جب بیل گاڑی کا ایک پہیا ٹوٹ جاتا ہے تو بیل آگے نہیں بڑھ پاتے۔ کیا میں تیرے کبت کا ایک پہیا نہیں؟ تو مجھ سے کس لیئے ناراض ہے؟ تو مجھ پر کیوں حملہ کر رہا ہے؟"

اس پیغام میں ایک طرح کی حقارت بھی نظر آتی ہے۔ یہ ملامت ایک ایسے آدمی کو کی گئی تھی جو خود لیس وپیش کے عالم میں ہو اور یہ اچھی طرح نہ سمجھ سکتا ہو کہ وہ آخر چاہتا کیا ہے ـــــ طغرل ایک اندھے گھوڑے پر سواری کیا کرتا تھا۔

غیر متزلزل ارادے کے ساتھ تموچن نے ان حالات میں جو کچھ وہ کر سکتا تھا کیا۔ قریب کے قبیلوں کو قاصد دوڑائے۔ بہت جلد اس کے اپنے علاقے کے خان اور ان کے ہمسائے مغل سردار کی سفید گھوڑے کی چرمی مسند کے دائیں بائیں آکے دو زانو ہو گئے۔ ان کے لانبے لانبے لبادے مرصع کمر بندوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے پیتل جیسے چہرے جن پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں، یورت کی آگ کے دھوئیں میں آگے کی طرف نمایاں گھور رہے تھے۔ یہ خانوں کی قرولتائی (مجلس مشاورت) تھی۔

بورجیجن یا بھوری آنکھوں والوں میں سے ہر ایک نے باری باری سے بات کی۔ ان میں سے کئی تموچن کے ہاتھوں شکست کھا چکے تھے بعض کی تجویز یہ تھی کہ قرایت کی اطاعت کر لی جائے اور اوڈنگ خان اور اس کے بیٹے کو آقا مان لیا جائے۔ جو زیادہ بہادر تھے۔ انہوں نے جنگ کا نعرہ لگایا اور تموچن کو آقا بنانے کی تجویز کی۔ اس دوسری تجویز کو قبول کیا گیا۔

جب تموچن نے سرداری کا عصا قبول کیا تو ساتھ ہی اعلان کیا کہ سب قبیلوں میں اس کے حکم کی تعمیل ہو اور اسے حق ہوگا کہ جس کو مناسب سمجھے سزا دے۔ یہ شروع سے میں تم سے کہتا آیا ہوں کہ تین دریاؤں کے درمیان کی زمینوں کا ایک آقا ہونا چاہیئے۔

یہ پہلے تمہاری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اب جب کہ تمہیں یہ ڈر ہے کہ اونگ خاں تم سے بھی وہی سلوک کرے گا جو اس نے مجھ سے کیا ہے تو تم نے مجھے اپنا سردار انتخاب کیا ہے۔ میں نے تمہیں قیدی، عورتیں، یورت اور ریوڑ عطا کئے ہیں۔ اب میں تمہارے لئے زمینوں اور اپنے آباؤ اجداد کے بنائے ہوئے قاعدوں کی حفاظت کروں گا۔"

جاڑوں میں گوبی کا سارا علاقہ دو حریف جماعتوں میں بٹ گیا۔ جھیل بیکال کے مشرق میں رہنے والے لوگ مغربی حلیفوں کے مقابلے کے لئے کمربستہ ہونے لگے اس دفعہ تموچن میدان میں پہلے آیا۔ وادیوں میں برف پگھلنے سے پہلے اپنے نئے حلیفوں کے ساتھ چپ چاپ اس نے اونگ خان کے خیمہ و خرگاہ کی جانب پیش قدمی شروع کی۔

داستان میں ان خانہ بدوشوں کی چالاکی کی بڑی دلچسپ جھلک نظر آتی ہے۔ تموچن نے دشمنوں کی صفوں میں پہلے ایک مغل کو بھیجا کہ وہ تموچن کی بدسلوکی کی شکایت کرے اور یہ اطلاع دے کہ مغلوں کا لشکر ابھی خیمہ گاہ سے بہت فاصلے پر ہے۔ قرایت نے جو ایسے زیادہ زود یقین نہ تھے، کئی سواروں کو اس مغل جنگجو کے ساتھ بھیجا کہ ادھر اُدھر کھوج لگا کر دیکھیں کہ واقعہ کیا ہے۔

اکیلا مغل جنگجو جو ان لوگوں کے ساتھ تھا اور جس کی نظر بڑی چوکنی تھی۔ اس نے قرایت کی خیمہ گاہ کے پاس ہی تموچن کے قبیلوں کا پرچم اُس ٹیلے کی دوسری جانب دیکھا، جس پر ادھر سے وہ خود بڑھ چڑھ رہے تھے۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس کے نگران بڑے اچھے گھوڑوں پر سوار ہیں اور اگر کہیں انہوں نے پرچم کو دیکھ لیا تو اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کے صاف بچ کے نکل جائیں گے، اس لئے وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنے گھوڑے کو دیکھنا شروع کیا۔ جب اُن لوگوں نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا،

Marfat.com

"ایک سُم میں پتھر آگیا ہے۔"

جتنی دیر زیرک مغل نے اپنے گھوڑے کے سُم سے فرضی پتھر نکالنے میں لگائی اتنی دیر میں توجن کا ہراول ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ گیا اور قرایت کو قید کر لیا۔ اونگ خاں کی خیمہ گاہ پر حملہ شروع ہوا اور بڑی تلخ لڑائی چھڑ گئی۔

شام ہوتے ہوتے قرایت کو شکست ہوتی۔ اونگ خاں اور اس کا بیٹا دونوں زخمی ہو کے بھاگ نکلے۔ توجن اپنے گھوڑے پر سوار مفتوح خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور قرایت کی دولت اپنے آدمیوں کے حوالے کی۔ گھوڑوں کی زینیں جن پر رنگین ریشم اور سُرخ نرم چمڑا بچھا ہوا تھا، پتلی بڑی اچھی صیقل کی ہوئی تلواریں، چاندی کی رکابیاں اور ساغر۔ یہ چیزیں اُس کے اپنے کام کی نہ تھیں۔ اونگ خان کا خیمہ جس کا استر زرّین اطلس کا تھا۔ اس نے پُورے کا پُورا اُن دو چرواہوں کو بخش دیا، جنہوں نے اس پہلی رات کو وقت کے قریب اُسے قرایت کی یورش کی اطلاع دی تھی۔

پھر اُس نے قرایت لشکر کے قلب کو گھیر لیا اور اُن سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو ان کی جاں بخشی کی جائے گی "جس طرح تم اپنے آقا کی ملازمت میں لڑے، بہادروں کے شایانِ شان تھا۔ اب تم میرے آدمی بنو، اور میرے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔"

باقی ماندہ قرایت اس کے پرچم تلے آگئے اور اس نے اُن کے شہر قراقورم کی طرف پیش قدمی کی جو صحرا میں واقع تھا۔

کچھ عرصے بعد اس کا رشتے کا بھائی جاقومبر بھی پکڑ لیا گیا اور اس کے سامنے لایا گیا۔

تموجن نے اس سے پوچھا: "تجھے کس طرح کے سلوک کی توقع ہے؟"

بلالپس وپیش کے جاقومبر نے جواب دیا: "وہی سلوک جو میں تیرے ساتھ کرتا،

Marfat.com

اگر میں نے تجھے گرفتار کیا ہوتا۔ آہستہ آہستہ عذاب کی موت "

اُس کا مطلب تھا عذاب کی وہ موت جو چین کے لوگ اس طرح دیا کرتے تھے کہ یکے بعد دیگرے جسم کے سب اعضا کاٹ ڈالتے۔ پہلے دن چھنگلیا کا ایک پور کاٹتے اور اس کے بعد روزانہ ایک ایک جوڑ کے حساب سے سارے اعضا کاٹ ڈالتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یوزجیجن کی اولاد میں جرأت کی کمی نہ تھی۔ تموچن نے بہر حال اپنی قوم کی رسم کی پابندی کی جس کے لحاظ سے کسی عالی نسب سردار کا خون بہانے کی ممانعت تھی۔ اُس نے حکم دیا کہ جاقومر کو ریشم کے پھندے سے پھانسی دی جائے یا بھاری سموروں کے درمیان دبا دیا جائے تاکہ دم گھٹ کے مرجائے۔

اونگ خان جو اس لڑائی میں اپنی مرضی کے خلاف شریک ہوا تھا، ناامیدی کے عالم میں اپنے علاقے سے باہر بھاگ نکلا اور ایک ترک قبیلے کے دو جنگجوؤں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ داستان بیان کرتی ہے کہ اس کا کاسہ سر چاندی سے مرصع کیا گیا اور اس سردار کے خیمے میں بڑی عزت سے رکھا گیا۔ اس کا بیٹا بھی اسی حالت میں مارا گیا۔

کوئی اور خانہ بدوش سردار ہوتا تو اس فتح کے بعد مطمئن ہو جاتا۔ خانہ بدوشوں کی فتح کا انجام ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ مالِ غنیمت لُوٹ کر جمع کیا گیا، پھر بیکاری یا بیزاری، پھر آپس کے جھگڑے اور آوارہ گروہوں کے درمیان اُٹکل پچّو سلطنت کی تقسیم۔

لیکن تموچن کی تعمیر دوسری طرح کے عناصر سے ہوئی تھی۔ اب اس کی سلطنت کا مرکز قرایت کا علاقہ تھا جو زمین کی کاشت کرتے تھے اور شہروں کی تعمیر کرتے تھے۔ اُن کے شہر گارے اور پھونس کے ہی سہی مگر یہ مستقل اقامت کے مقامات تھے۔ اس نے پوری کوشش کی کہ قرایت کو اسی طرح آباد اور خوش رکھے اور پھر ذرا بھی توقف کئے بغیر اُس نے اپنے لشکروں کو نئی فتوحات کے لئے آگے بڑھایا۔

Marfat.com

اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا: "کام کی خوبی یہ ہے کہ اُسے اتمام کو پہنچایا جائے۔"

گوبی پر قبضہ کرانے والی جنگ کے بعد تین سال کے اندر اندر اس کے آزمودہ کار سوار مغربی ترکوں اور نائیمانوں اور ایغوروں کی وادیوں میں گھس آتے۔ ان لوگوں کا تمدن اعلیٰ پیمانے کا تھا۔ وہ اونگ خان کے دشمن تھے اور اس کا امکان تھا کہ توچن کے مقابلے کے لئے وہ باہم اکٹھے ہو جاتے۔ لیکن توچن نے یہ اندازہ کرنے کا موقع ہی نہ دیا کہ اُن پر کیا مصیبت پڑنے والی ہے۔ شمال کے سفید برف پوش پہاڑوں کے سلسلے سے لے کر جنوب میں دیوارِ چین کی پوری لمبائی تک، بیش بالیغ اور ختن کے پُرانے شہروں کے درمیان اُس کے افسر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے پھرتے۔

یہاں مارکوپولو نے توچن کے متعلق ایک فقرہ لکھا ہے:

"جب وہ کوئی صوبہ فتح کرتا تو وہاں کے باشندوں یا ان کی جائداد کو نقصان نہ پہنچاتا، صرف یہ کرتا کہ ان کے درمیان اپنے کچھ لوگوں کو آباد کر دیتا اور باقی کو ساتھ لے کے اور صوبوں کو فتح کرنے کے لئے آگے بڑھ جاتا۔ جب مفتوحوں کو اس کا اندازہ ہو جاتا کہ وہ ان کی حفاظت کتنی اچھی طرح کرتا ہے اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تو اُن کو پتا چلتا کہ وہ کیسا شریف سردار ہے۔ دل و جان سے وہ اس کے ساتھ ہو جاتے اور وفاداری سے اُس کی خدمت کرتے۔ اور جب اُس نے اتنا جمِ غفیر اکٹھا کر لیا جو معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈی دَل کی طرح ساری دُنیا پر چھا جائے گا، تب اُس نے دنیا کے بہت بڑے حصّے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔"

دراصل اس کے پُرانے دشمنوں کے نصیب اتنے اچھے نہ تھے جب وہ کسی دشمن قبیلے کی جنگی طاقت توڑ چکتا تو یہ مغل حکمران خاندان کے تمام آدمیوں کا تعاقب کرتا اور انہیں موت کے گھاٹ اتارتا۔ دشمن قبیلے کے لڑنے والے مرد وفادار قبیلوں میں لڑائی کے لئے تقسیم کر دئے جاتے۔ جو عورتیں زیادہ حسین ہوتیں وہ جنگجوؤں

Marfat.com

کی بیویاں بنالی جائیں، باقی عورتیں لونڈیاں بنائی جاتیں مغل مائیں آوارہ گرد بچوں کو پال لیتیں اور شکست خوردہ قبیلے کی چراگاہیں اور اس کے ریوڑ نئے مالکوں کے تصرف میں آجاتے۔

ابھی تک تموجن کی زندگی کی تشکیل اس کے دشمنوں نے کی تھی مصیبت نے اس کے جسم کو طاقت بخشی تھی۔ اُسے بھیڑیوں کی سی فراست عطا کی تھی کہ وہ جبلی طور پر بالکل ٹھیک عمل کرتا۔ اب وہ اتنا طاقتور ہو گیا تھا کہ اپنی مرضی کے مطابق فتوحات کا سلسلہ شروع کرے۔ اور اُن لوگوں کی شکست کے بعد جو ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کرتے وہ باقی ماندہ لوگوں سے مہربانی کا سلوک کرتا[1]

اب وہ دُنیا کے نئے علاقوں میں داخل ہو رہا تھا، جہاں سے بڑے پُرانے پُرانے قافلوں کے راستے گزرتے تھے اور جہاں وسطِ ایشیا کے شہر آباد تھے۔ اُس کے دل میں بڑا تجسس پیدا ہوا، اُس نے دیکھا کہ اُس کے قیدیوں میں بہت سے ایسے بلند و بالا اور خوش پوش آدمی ہیں جو سپاہی نہیں۔ اُسے پتا چلا کہ یہ عالم و فاضل ہیں۔ ان میں بعض ہیئت و نجوم کے ماہر ہیں۔ بعض طبیب ہیں جو ریوندچینی اور جڑی بوٹیوں کے استعمال کا ہنر جانتے ہیں اور عورتوں کی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں۔

اُس کے پاس ایک ایغوری شخص لایا گیا جو ایک شکست خوردہ سردار کی ملازمت کر چکا تھا اور وہ اب بھی سونے کے ایک عجیب زیور کو بڑی حفاظت سے اپنے پنجے میں لیے ہوئے تھا۔

---

[1] گوبی، وسطِ ایشیا، اور چین کی حد تک یہ صحیح ہے، لیکن خوارزم اور اسلامی سرزمینوں میں چنگیز اور اس کے مغلوں کا سلوک شروع سے آخر تک حد درجہ سفاکی کا رہا۔ مترجم

Marfat.com

مغل نے اس سے پوچھا: "تو اس طرح اس زیور کی حفاظت کیوں کرتا ہے؟"
اس شخص نے جو شکست خوردہ سردار کا وفادار وزیر تھا جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ جب تک وہ زندہ ہے جس نے یہ میرے سپرد کیا ہے۔ میں اس کی حفاظت کرتا رہوں۔"

خان نے اقبال کیا "تو وفادار نوکر ہے مگر وہ تو مر چکا اور اس کی ساری زمین، ساری ملکیت اب میرے قبضے میں ہے۔ مجھے بتا کہ یہ زیور کس چیز کا نشان ہے اور اور کس کام کا ہے؟"

"جب میرا آقا چاندی یا غلہ اکٹھا کرتا تو یہ کام اپنی رعایا میں سے کسی کو تفویض کرتا۔ اس مُہر سے اُس کے احکامات پر نشان لگایا جاتا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ درحقیقت شاہی فرمان ہے۔"

تموچن نے حکم دیا کہ اس کے لئے بھی فوراً ایک مہر بنائی جائے، اور سبز جیڈ کی ایک مہر تیار کی گئی۔ اس نے قیدی الیغور کو معاف کر دیا۔ اپنے دربار میں اسے عہدہ دیا اور حکم دیا کہ اس کے لڑکوں کو الیغوری زبان میں لکھنا پڑھنا سکھائے۔ الیغوری دراصل ایک طرح کی شامی زبان تھی جو غالباً کسی زمانے میں نسطوری راہبوں نے اس علاقے میں سکھائی ہوگی۔ اب یہ راہب مر کھپ چکے تھے۔

لیکن سب سے بڑا انعام اس کے اُن بہادروں کو ملا جنہوں نے کسی شدید مصیبت میں خان کی مدد کی تھی۔ انہیں ترخان کا لقب دیا گیا اور ان کا مرتبہ اوروں سے اونچا قرار دیا گیا۔ انہیں اس کی اجازت تھی کہ بے تکلف جب چاہیں شاہی شامیانے میں چلے آئیں۔ ہر جنگ میں لوٹ کے حصّوں میں ان کا حق تھا کہ پہلے جو حصّہ وہ چاہیں لے لیں اور انہیں ہر طرح کے خراج سے معافی دی گئی تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کی کوئی خطا خطا نہ سمجھی جاتی تھی۔ موت کی سزا ان کو نو مرتبہ معاف تھی۔ جو زمینیں وہ

Marfat.com

چاہتے انہیں بخش دی جاتیں اور نو پشتوں تک ان کی اولاد کو بھی یہی حقوق بخشے گئے۔

اس کے خانہ بدوشوں کی بڑی آرزو یہی تھی کہ ترخانوں میں سے کسی کی نوکری کریں۔ فتوحات اور تین سال تک نئے علاقوں میں تگ و تاز نے اُن کے حوصلے بڑھا دیئے تھے۔ صرف مغل خان کا ڈر ایک حد تک انھیں روکے رکھتا۔

لیکن اس فاتح کی شخصیت کے اطراف سارے ایشیا کے بگڑے دل جمع تھے۔ سارے ترک اور مغل جنگجو جو سمندر اور طیان شان کے سلسلہ کوہ کے درمیان رہتے تھے اور طیان شان کے پہاڑوں میں قراختائی کے علاقے پر کوشلوک کی حکومت تھی۔ کچھ عرصے کے لئے قبیلوں کی باہمی رقابتیں بھلائی جا چکی تھیں۔ شیطان پرست شامان بدھ مت والے مسلمان نسطوری عیسائی سب بھائیوں کی طرح بیٹھے حالات کا انتظار کر رہے تھے۔

اس وقت جو پیش آ جاتا عجب نہ تھا۔ جو پیش آیا یہ تھا کہ مغل خان اپنے آبا و اجداد کی حدود سے بہت اونچا ہو کر اٹھا اور سر بلند ہوا۔ اس نے خانوں کی مجلس مشاورت یا قرولتائی طلب کی کہ وہ ایشیائے بلند کی تمام قوموں پر حکومت کرنے کے لئے ایک فرد واحد ایک شہنشاہ کا انتخاب کریں۔

اس نے انہیں سمجھایا کہ وہ اپنوں میں سے ایک ایسے آدمی کا انتخاب کریں جس کی حکومت اور سب پر مسلّم ہو۔ قدرتی طور پر گذشتہ تین سال کے واقعات کے بعد قرولتائی نے تموچن ہی کو انتخاب کیا۔ اس کے علاوہ قرولتائی نے یہ بھی طے کیا کہ اُسے ایک موزوں خطاب دیا جائے مجلس میں ایک پیشین گوئی کرنے والا بھی تھا جو آگے بڑھا اور جس نے اعلان کیا کہ اس کا نیا نام چنگیز خان ہوگا چنگیز خان سرداروں کا سردار سارے عالم کا شہنشاہ۔

مجلس خوش تھی۔ خانوں کے متفقہ اصرار پر تموچن نے یہ نیا خطاب قبول کر لیا۔

Marfat.com

ساتواں باب

یاسا

یہ قوریلتائی ۱۲۰۶ء میں منعقد ہوئی اور اسی سال اُس چینی عہدہ دار نے جو مغربی سرحدوں کا نگہبان تھا اور جس کا فرض یہ تھا کہ دیوارِ چین کے باہر کے وحشیوں پر نظر رکھے اور اُن سے خراج وصول کرے، یہ اطلاع لکھی کہ دور دراز کی ریاستوں میں کامل امن ہے۔ جب سے ترک اور مغل قوموں نے چنگیز خاں کو اپنا مالک انتخاب کیا تھا کئی صدیوں کے بعد پہلی بار اُنہیں متحد ہونے کا موقع ملا تھا۔

جوشِ عقیدت میں وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ چنگیز خاں فی الحقیقت بوگدو تھا۔ بوگدو دیوتاؤں کا بھیجا ہؤا ہوتا تھا اور اعلیٰ آسمان کی ساری قوّت اُس کو عطا ہوتی تھی لیکن محض جوش و خروش اُن قانون سے ناآشنا لشکروں کی روک تھام کے لیے کافی نہ تھا۔ بہت عرصے سے وہ اِن قبائلی رسموں کے پابند رہے تھے اور رسوم میں اُتنا ہی اختلاف ہوتا ہے جتنا انسانی طبائع میں۔

اُن کی روک تھام کے لیے چنگیز خاں کے پاس اپنے مغلوں کا فوجی نظام تو تھا ہی، اور اب ان مغلوں میں سے زیادہ تر بڑے کار آزمودہ دیدینہ سپاہی بن چکے تھے۔ لیکن اُس نے یہ اعلان کیا کہ اُن پر حکومت کرنے کے لیے اُس نے یاسا کو وضع کیا ہے یہ یاسا اُس کے قوانین کا مجموعہ تھا، جن میں سے بعض اُس نے خود وضع کیے تھے اور بعض کارآمد قبائلی رسوم تھے۔

اُس نے یہ واضح کر دیا کہ چوری اور زنا اُسے خاص طور ناپسند ہیں اور اُن کی

Marfat.com

سزا موت ہے۔ اگر کوئی کسی کا گھوڑا چرا لے تو اس چوری کی سزا موت ہے۔ اس نے کہا کہ اسے یہ سن کے غصہ آتا ہے کہ بیٹا اپنے والدین کی یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی نافرمانی کرے، شوہر اپنی بیوی پر اعتبار نہ کرے، یا بیوی شوہر کی فرمانبرداری نہ کرے، امیر غریبوں کی مدد نہ کریں، یا کمتر درجے کے لوگ سرداروں کی عزت نہ کریں۔

نشہ مغلوں کی بڑی خاص علت تھی، اس کے متعلق اس نے کہا "جو آدمی نشہ پیئے ہوتا ہے اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کسی نے سر پر چوٹ کھائی ہو۔ عقل اور ہنر اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ مہینے میں صرف تین مرتبہ نشہ سے مدہوش ہونے کی اجازت ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ مدہوشی پیدا ہی نہ ہونے پائے لیکن نشہ سے قطعی پرہیز کون کرسکتا ہے؟"

مغلوں کی ایک اور کمزوری یہ تھی کہ وہ رعد سے ڈرتے تھے۔ گوبی کے سخت طوفانوں میں اس خوف سے وہ اس درجہ مرعوب ہو جاتے کہ جھیلوں اور دریاؤں میں ڈوب جاتے تاکہ آسمانوں کے قہر سے محفوظ رہ سکیں ——— کم سے کم فرار ڈبری کوپس جیسے محترم مسافر نے یہی لکھا ہے۔ یاسا میں نہانے کی ممانعت تھی۔ رعد و برق کے طوفان میں پانی کو چھونا بھی منع تھا۔

وہ خود بہت مغضوب الغضب تھا لیکن چنگیز خاں نے اپنے ساتھیوں کو اسی غیظ و غضب کی عام عادت سے محروم کر دیا۔ یاسا نے مغلوں پر آپس میں لڑائی جھگڑا احرام کر دیا۔ ایک اور بڑا اہم اور اٹل نکتہ یہ تھا کہ اس کے سوا اور کوئی بھی چنگیز خان نہیں ہو سکتا۔ اس کا نام اور اس کے بیٹوں کے نام یا تو سنہرے حرفوں میں لکھے جاتے یا پھر ان کا لکھنا ممنوع تھا۔ اس نئے شہنشاہ کی رعایا آسانی سے اس کا نام زبان پر نہ لاتی۔

وہ خود دین فطرت کا پابند تھا اور اس کی پرورش گوبی کے شکستہ حال، چالاک

Marfat.com

شامانوں کی صحبت میں ہوئی تھی، اس لیئے اس کا قانون مذہبی معاملات میں نرم تھا۔ دوسرے فرقوں کے امام، پیرو، مسجدوں کے مؤذن عام النّاموں سے بری سمجھے جاتے تھے مغل خیمہ و خرگاہ کے پیچھے پیچھے رنگ برنگ کے پجاری جوق درجوق چلے جاتے —— زرد پوش اور سُرخ پوش آوارہ گرد لاما چکر دار مالا جپتے ہوئے اور بقولِ فرار و بری کو یس " رنگین لبادے پہنے جن میں وہ عیسائیوں کے اصل شیطان سے مشابہ معلوم ہوتے تھے " مارکوپولو کا بیان ہے کہ ہر لڑائی سے پہلے چنگیز خاں نجومیوں سے فال نکلواتا۔ مسلمان نجومیوں کی پیشین گوئی کوئی تسلی بخش نہیں نکلی، لیکن نسطوری عیسائی زیادہ کامیاب رہے۔ اُن کا طریقہ یہ تھا کہ اُن کے پاس دو چھڑیاں ہوتیں جن پر دونوں حریف سرداروں کے نام نقش ہوتے۔ زبور کا وِرد کیا جاتا اور یہ چھڑیاں ایک دوسری پر گر پڑتیں۔ چنگیز خاں نجومیوں کی سُن تو لیتا —— اور معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں ایک ختائی نجومی کے اِنتباہ پر اُسے بہت اعتقاد تھا —— لیکن وہ اپنے کسی منصوبے سے ان نجومیوں کی پیشین گوئی کی وجہ سے کبھی نہیں پلٹا۔

یاسا میں جاسوسی، اغلام، جھوٹی گواہی اور کالے جادو کی بڑی سادہ سزا تجویز کی گئی تھی۔ یہ سزا سزائے موت تھی۔

یاسا کا پہلا قانون قابلِ غور ہے۔ " حکم دیا جاتا ہے کہ سارے انسان ایک خدا پر یقین کریں، جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، جو اکیلا امیری یا غریبی، زندگی یا موت اپنی مرضی کے مطابق عطا کرتا ہے، جس کی طاقت اور حکومت ہر شے اور ہر شخص پر کامل اور مکمل ہے۔" یہ ابتدائی نسطوری عیسائیوں کی تعلیمات کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہے۔ چنگیز خاں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی رعایا کے درمیان کہیں خطِ امتیاز کھینچے یا فرقہ وارانہ مخالفت کی دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دے۔

Marfat.com

ماہر نفسیات یہ بتلائے گا کہ یاسا کے تین مقاصد تھے چنگیز خاں کی اطاعت، خانہ بدوش قبیلوں میں اتحاد و اتفاق اور غلطیوں کی سخت سزا۔ یاسا کا تعلق انسانوں سے تھا، جائدادوں سے نہیں اور کوئی آدمی اس وقت تک خطا کار نہ سمجھا جاتا تھا، جب تک کہ وہ خود اقبال نہ کرے یا جرم کرتا ہوا پکڑا نہ جائے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان پڑھ مغلوں میں انسان کی زبان کو بہت وقیع سمجھا جاتا تھا۔

زیادہ تر یہی ہوتا تھا کہ جب کسی خانہ بدوش پر کسی جرم کا الزام لگایا جاتا تو اگر وہ سچ مچ مجرم ہوتا تو اقبال کر لیتا۔ ایسی بھی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض مجرم خود خان کے پاس آئے اور سزا پانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

خان کی زندگی کے آخری زمانے میں اس کی اطاعت کامل اور قطعی طور پر واجب تھی۔ اگر کوئی معمولی سا قاصد فرمان لے کے پہنچتا تو دربار سے ہزار میل کے فاصلے پر کسی فوج کا سپہ سالار خان کے حکم کی تعمیل میں فوراً اپنے عہدے سے دستبردار ہو جاتا۔

فربہ اندام پادری کارپینی لکھتا ہے "دوسری قوموں کے مقابل وہ اپنے سرداروں کے بڑے فرمانبردار ہیں۔ ان کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور کبھی لفظاً یا عملاً انہیں دھوکا نہیں دیتے۔ آپس میں وہ شاذونادر ہی لڑتے ہیں اور جھگڑے، زخم خوری یا قتل کی وارداتیں شاذونادر ہی پیش آتی ہیں۔ کہیں چور اور ڈاکو نہیں، اس لئے ان کے مکان اور ان کے چھکڑے جن میں ان کا سارا سامان اور مال و دولت رہتی ہے، کھلے پڑے رہتے ہیں۔ کبھی بند یا مقفل نہیں کئے جاتے۔ ان کے ریوڑوں میں سے کوئی جانور اگر کہیں بھٹک جاتا ہے تو اسے پانے والا اسے ان افسروں کے پاس چھوڑ جاتا ہے، جن کے ذمے گم شدہ جانوروں کی حفاظت ہے۔

جنگ کا ایک منظر

(ایک قدیم ایرانی تصویرچے کا عکس جس میں پترے دار زرہ بکتر ، گھوڑوں کا ساز و سامان اور اسلحہ کے نمونے دکھائے گئے ہیں ۔ زمانہ غالباً ۱۵۰۰ء)

Marfat.com

چینی شہنشاہ کین لنگ اپنے آبا و

(اس تصویر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ چنگیز خان کے دو

کے مقبرے کی زیارت کر رہا ہے
اهی رتھوں اور ان کے ساز و سامان کی وضع و قطع کیا تھی)

Marfat.com

ایران میں شکار کا ایک منظر

(سترھویں صدی کے اوائل کی ایک تصویر جس میں شکار کھیلنے کے
ہتھیار دکھائے گئے ہیں)

Marfat.com

آپس میں ایک دوسرے سے وہ اخلاق سے ملتے ہیں اور اگرچہ کھانے پینے کی چیزیں کم ہیں، مگر وہ کھانے پینے میں ایک دوسرے کو اکثر شریک کرتے رہتے ہیں۔ تکلیف میں وہ بڑا صبر و استقلال دکھاتے ہیں اور ایک دو دن کا فاقہ ہی کیوں نہ ہو، اُسی طرح گاتے بجاتے رہتے ہیں۔ سفر میں گرمی یا سردی برداشت کر لیتے ہیں اور شکایت نہیں کرتے۔ آپس میں لڑتے بہت کم ہیں اور اگرچہ نشے کے بہت شوقین ہیں، نشے کے عالم میں بھی نہیں جھگڑتے۔"

(اس پر یورپ کے اس مسافر کو معلوم ہوتا ہے کہ کافی حیرت تھی۔)

"ان کے نزدیک نشہ بڑی عزت کی چیز ہے۔ جب کوئی بہت پی جاتا ہے تو قے کر کے پھر سے پینے لگتا ہے۔ دوسری قوموں سے وہ بہت غرور اور نخوت سے پیش آتے ہیں اور دوسرے آدمی خواہ کتنے ہی معزز کیوں نہ ہوں، انہیں وہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، کیونکہ ہم نے دربار میں روس کے بڑے ڈیوک کو، شاہ جرجستان کے شہزادے کو، بہت سے سلطانوں اور دوسرے بہت سے معززین کو دیکھا جن کی کوئی عزت یا حرمت نہیں کی جاتی تھی، یہاں تک کہ وہ تاتاری جو ان کی خدمت گذاری پر مامور تھے، کتنے ہی کم مرتبہ سہی ان عالی نسب قیدیوں سے زیادہ رتبے کے مستحق سمجھے جاتے تھے اور دربار میں ان کے مقابلے میں زیادہ اچھی نشستیں ملتی تھیں۔

دوسری قوموں سے وہ خشم و نخوت سے پیش آتے ہیں اور ناقابلِ یقین حد تک دغابازی کر گزرتے ہیں جو دغا یا فریب کرنا ہوتا ہے وہ اُسے بڑی ہوشیاری سے چھپاتے ہیں کہ اس سے کوئی بچاؤ نہ کر پائے۔ دوسری قوموں کا قتلِ عام اُن کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔"

ایک دوسرے کی امداد ——— اور دوسری قوموں کو نیست و نابود کرنا! یہ یاسا

Marfat.com

کی صدائے بازگشت ہے۔ یہ اہلِ قبائل جو لڑائی کے بھوکے، اور پُرانی رقابتوں کے زخم خوردہ تھے صرف ایک ہی طریقے پر متحد رکھے جا سکتے تھے۔ اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو بہت جلد وہ باہمی خانہ جنگی اور تباہ کاری کا پُرانا کھیل کھیلنا شروع کر دیتے اور لوٹ اور چراگاہوں کے لئے آپس میں لڑنا شروع کر دیتے۔ سرخ بالوں والے خان نے بادِ تند کی کاشت کی تھی اور طوفان کی فصل پک کر تیار ہو رہی تھی۔

اِس کا اُسے احساس تھا۔ اُس کے بعد کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس کا خوب احساس تھا۔ وہ خانہ بدوشوں میں پلا بڑھا تھا اور جانتا تھا کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے سے اگر ان خانہ بدوشوں کو روکنا ہے تو اس کی یہی ایک صورت ہے کہ انہیں اور کہیں جنگ میں الجھا کر رکھا جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ طوفان پر اپنی لگام اور زین کسے، اور اُسے گوبی سے باہر دوڑا لے جائے۔

داستان اس کی اُس زمانے کی تصویر کی ہمیں ایک جھلک دکھاتی ہے جب کہ قرولتائی کا طویل جشن ختم نہ ہونے پایا تھا۔ دولن بلداق۔ یعنی اُس پہاڑ کے دامن میں جس کا سایہ اس کی پیدائشی سرزمین پر پڑتا ہے، اپنے نو یاکوں کی دموں والے مانوس پرچم کے تلے کھڑے ہو کے اُس نے بورچیجن اور اپنے حلیف سرداروں کو یوں مخاطب کیا۔

"یہ لوگ جو مستقبل میں راحت اور مصیبت میں میرا ساتھ دیں گے، جن کی وفاداری آئینے کی طرح صاف و شفاف ہے، ان سب کو میں مغلوں کا لقب دیتا ہوں میری تمنا ہے کہ یہ اس دنیا کے تمام جانداروں سے زیادہ طاقتور ہوں اور سب پر حکومت کریں۔"

اُسے وہ قوتِ تخیل عطا ہوئی تھی کہ وہ اس بے لگام مجمع کو ایک منظم اور متحد

لشکر بنا دیکھ سکتا تھا عقلمند اور پر اسرار الغور، تنومند قرایت، جفاکش یکا مغل جو خوار تاتاری، جری مرکیت۔ برفانی آبادیوں کے خاموش اور بڑی قوت برداشت رکھنے والے باشندے، شکاری۔ ایشیائے بلند کے تمام شہسوار سب ایک واحد عظیم الشان قبیلہ میں مجتمع ہو رہے تھے جس کا وہ خود سردار تھا۔

اس سے پہلے بھی کچھ عرصے کے لئے وہ ہی آنگ نو بادشاہوں کی سرکردگی میں متحد ہوئے تھے، اور چین میں قتل و غارت مچائی تھی، یہاں تک کہ ان کی روک کے لئے چین کی دیوار عظیم تعمیر کی گئی۔ چنگیز خان میں وہ قوت بیان بھی تھی کہ جو ان کے دیرینہ جذبات کو متحرک کر سکے۔ اور اسے اپنی صلاحیت پر کامل اعتماد تھا کہ وہ ان کی قیادت کر سکے گا۔

اس نے ان کی آنکھوں کو نا معلوم سرزمینوں کی فتح کا خواب دکھایا، اور خود انتہائی جفاکشی سے اس نئے لشکر کی توسیع و تنظیم کی۔ اس نے یاسا کا حوالہ دیا۔

جنگجو پر حرام تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑ دے۔ دس سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا ابتدائی گروہ ہوتا تھا۔ اس دس کے گروہ پر یہ حرام تھا کہ وہ اپنوں میں سے کسی کو زخمی چھوڑ کے آگے بڑھ جائیں۔ اسی طرح لشکر کے ہر سپاہی پر اس وقت تک پیچھے ہٹنا یا بھاگنا حرام تھا، جب تک کہ پرچم لڑائی کے میدان سے ہٹا نہ لیا جائے۔ اس وقت تک لڑائی کو چھوڑ کے لوٹ کھسوٹ کرنا منع تھا جب تک کہ کمان کرنے والا افسر اس کی اجازت نہ دے۔

(سپاہیوں میں لوٹنے کی جو جبلّی خواہش تھی، اس کے مدِ نظر اس کی اجازت تھی کہ افسر مانے یا نہ مانے لوٹ میں انہیں جو کچھ مل جائے وہ ان کی اپنی ملکیت ہو جاتی تھی)

پادری کارپینی جو مشاہدے میں تیز تھا اس کی مستند گواہی دیتا ہے کہ چنگیز خاں

Marfat.com

نے یاسا کے اس حصّہ پر پابندی سے عمل کرایا۔ وہ کہتا ہے کہ مغل اس وقت تک میدانِ جنگ سے نہ ہٹتے جب تک کہ ان کا پرچم بلند رہتا۔ اگر گرفتار ہو جاتے تو کبھی پناہ نہ مانگتے، اور کسی دشمن کو زندہ نہ چھوڑتے۔"

یہ لشکر اب قبیلوں کا بے ترتیب مجمع نہ تھا۔ ردمتہ الکبریٰ کے عسکر کی طرح اس کی تنظیم اور ترتیب مستقل تھی۔ دس دس کی وحدتیں، دس ہزار کے تُومانوں پر منتہی ہوتیں۔ ایک تومان سوار فوج کا مکتفی دستہ سمجھا جاتا۔ فوجوں کے سردار ارخان تھے، جو خان کے سپہ سالار تھے۔ اُن کی جملہ تعداد گیارہ تھی اور ان میں سوبدائی بہادر شامل تھا جس نے کبھی کسی غلطی کا ارتکاب نہ کیا، ان میں کہن سال اور تجربہ کار معولی بہادر بھی تھا اور آتشیں جبی نویان بھی۔

لشکر کے ہتھیار ——— یاکم از کم نیزے، وزنی زرہیں اور ڈھالیں ——— بعض افسروں کے زیرِ نگرانی اسلحہ خانہ میں رکھے رہتے، جہاں اُن کی حفاظت اور صفائی کا اہتمام ہوتا اور جب کسی حملے کے لئے جنگجوؤں کو طلب کیا جاتا تو ان میں یہ ہتھیار تقسیم کئے جاتے۔ سپاہی انہیں پہن کے صف آرا ہوتے اور ارخان اُن کا معائنہ کرتے۔ عقلمند مغل یہ نہ چاہتا تھا کہ کئی لاکھ آدمی آزاد اور پوری طرح سے مسلح ایک لاکھ مربع میل کے میدانی اور پہاڑی علاقے میں پھیلے رہیں۔

اپنے لشکر کی طاقت اور توجہ بٹانے کے لئے یاسا کا حکم تھا کہ موسمِ سرما میں ——— پہلی سخت برف باری، اور بہار میں گھاس کی پتیوں کی پہلی نمود کے درمیان ——— بڑے پیمانے پر شکار ہوا کرے، اور بارہ سنگوں، ہرنوں اور بادپا گورخروں کا پیچھا کیا جائے۔

اس نے اعلان کیا کہ بہار میں قرولتائی کے جشن ہوں گے اور تمام اعلیٰ افسروں سے توقع تھی کہ وہ ضرور شریک ہوں گے: "جو میرے احکام سننے کے لئے میرے پاس

Marfat.com

نہ آئے گا اور اپنے رقبے میں ہی رہے گا، اس کی حالت اس پتھر کی سی ہو گی جو گہرے پانی میں پھینک دیا جائے یا اس تیر کی سی ہو گی جو لمبی لمبی گھاس میں چلا یا جائے ـــــ وہ لاپتا ہو جائے گا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ چنگیز خاں نے آبا و اجداد کی روایات سے بہت کچھ سیکھا تھا اور مروجہ رسوم سے اس نے بہت فائدہ اُٹھایا، لیکن ایک مستقل فوجی تنظیم کی حیثیت سے لشکر کی تشکیل اس کا اپنا کارنامہ تھی۔ اس پر یاسا کا راج تھا۔ اٹل قوت اور طاقت کے چابک سے اُسے یکجا کیا گیا تھا اور یکجا رکھا گیا۔ اب چنگیز خاں کے ہاتھ میں ایک نئی طرح کی جنگی طاقت تھی۔ بھاری منظم مسلح سوار فوج جو ہر طرح کی زمین پر بہت تیزی سے حرکت کر سکتی تھی۔ اس کے دور سے پہلے ایرانیوں اور پارتھیوں کے پاس بھی شاید اتنی ہی کثیر سوار فوج تھی، لیکن تیراندازی، وحشیانہ جرأت اور نیست و نابود کر دینے کے ہنر میں وہ مغلوں کے ہمسر نہ تھے۔

یہ لشکر ایک ایسا ہتھیار تھا کہ اگر اسے ٹھیک طرح پر استعمال کیا جائے اور اس کی حسب ضرورت روک تھام کی جائے تو اس سے بہت بڑے پیمانے پر تباہی اور بربادی پھیلائی جا سکتی تھی۔ اور اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اسے دیوارِ چین کے اُس پار ختا کی قدیم اور بے بدل سلطنت کے خلاف استعمال کیا جائے۔

Marfat.com

Marfat.com

دوسرا حصّہ

آٹھواں باب

خِتا

دیوارِ چین کے اس پار کے حالات ایشیائے بلند کے حالات سے بہت مختلف تھے۔ یہاں کا تمدن پانچ ہزار سال پرانا تھا۔ یہاں کے بعض کتبے اور تحریریں صدیاں پیشتر لکھی گئی تھیں۔ یہاں جو انسان رہتے وہ اپنی زندگی گیان دھیان میں بھی گذارتے اور حرب وضرب میں بھی۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ ان لوگوں کے آباؤ اجداد بھی خانہ بدوش سوار تھے اور تیراندازی میں مشّاق تھے، لیکن تین ہزار سال سے انہوں نے ہجرت اور خانہ بدوشی ترک کر رکھی تھی۔ انہوں نے اپنے رہنے کے لئے شہر بنائے تھے۔ تین ہزار سال کے عرصے میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اُن کی آبادی میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا اور جب انسانوں کی آبادی پھیلتی اور ہجوم بہت بڑھ جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کے لئے دیواریں بناتے ہیں اور اپنی آبادی کو مختلف طبقوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

گوبی کے برعکس، جو لوگ چین کی دیوارِ عظیم کے پیچھے رہتے تھے، ان میں غلام اور کسان بھی تھے۔ عالم وفاضل، سپاہی اور فقیر بھی۔ اور عمّال، امرا اور ملوک بھی۔ اُن کا ایک شہنشاہ ہوا کرتا تھا جسے وہ تی ان تسی (فرزندِ آسمان) مانتے۔ اس کا دربار گویا "ابرِ آسمان" ہوتا۔

سنہ ۱۲۱۱ء میں، جو بارہ جانوروں کی جنتری کے مطابق بھیڑ کا سال تھا، چین کے

Marfat.com

شہنشاہی تخت پر قبن یا کن یا چن (خاندانِ زرّیں) متمکن تھا۔ دربار کا پایۂ تخت ین کنگ تھا۔ یہ مقام اُس جگہ سے قریب ہے جہاں اب پیکن آباد ہے۔

ملکِ ختا (چین) کی حالت ایک معمّر خاتون کی سی ہے جو بڑے سلیقے اور بڑی شان کا ملبوس پہنے، گیان دھیان میں محو ہو۔ جس کے اطراف میں بہت سے بچے جمع ہوں، لیکن بچوّں کی نگہداشت نہ ہوسکتی ہو۔ چین کی بیداری اور خواب کے اوقات مقرر تھے۔ اس معمّر خاتون کی سواری خادموں کی ہمراہی میں گاڑی پر نکلتی اور مُردوں کی لوحِ مزار سے دعائیں مانگتی۔

اُس کا ملبوس رنگ برنگ کے کچّے ریشم کا تھا ——— حالانکہ اس کے غلام سُوتی کپڑے پہنے ننگے پاؤں دوڑتے پھرتے۔ اُس کے اعلیٰ افسروں کے سر پر خدّام چھتریاں لئے پھرتے۔ مکانوں کی چوکھٹوں کے اندر، شیطانوں سے بچنے کے لئے پردے کھڑے ہوتے۔ یہاں سر جھکا کے رسوم کی پابندی کی جاتی اور ساری توجہ اس پر کی جاتی کہ روزمرّہ کی عادات و اطوار میں کمالِ شائستگی کیسے پیدا کیا جائے۔

وحشی قبائل شمال سے آیا کرتے تھے۔ اہلِ ختا خود شمال سے آئے تھے اور قبن تو صرف سو سال پہلے آئے تھے۔ لیکن آنے کے بعد وہ دیوارِ چین کی آبادی کے جمِ غفیر میں گھل مِل گئے تھے۔ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد ان سب نے اہلِ ختا کے عادات و اطوار اختیار کر لئے تھے۔ ویسے ہی کپڑے پہننے لگے تھے اور انہیں رسموں کی پابندی کرنے لگے تھے۔

ختا کے شہروں میں تفریح کرنے کے لئے جھیلیں بنی ہوئی تھیں، جن پر کشتیوں میں سوار ہو کے لوگ چاول کی شراب پیتے اور عورتوں کے ہاتھ میں بجتی ہوئی چاندی کی گھنٹیوں کا خوش آئند نغمہ سنتے۔ کبھی کبھی ان کی کشتیاں کسی کھپریلوں کی چھت والے پیگوڈے کے نیچے سے ہو کر گذرتیں اور وہ مندر کے گجر کی آواز سنتے۔

Marfat.com

وہ بھولے ہوئے زمانے کی، بانس کے کاغذ پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور تانگ خاندان کے عہدِ زرّیں کی طول طویل ضیافتوں میں ان پر بحثیں کرتے۔ وہ فن کے لوگ تھے۔ ایک خاندان کے پیرو اور اس کی رعایا، تخت نشین بادشاہ کے چاکر۔ وہ روایات کے محکوم تھے اور روایات کی تعلیم یہ تھی کہ سب سے بڑا فرض خاندانِ شاہی کی اطاعت ہے حالانکہ استاد کوانگ (کنفوشس) کے زمانے میں ایک آدھ بار ایسا بھی ہوا تھا کہ ایک بار شہنشاہ ایک طوائف کو اپنے ساتھ سواری میں بٹھا کر نکلا اور اس کے پیچھے کی سواری پر یہ بزرگ تھا تو لوگ کہنے لگے "دیکھو ہوس آگے ہے اور نیکی پیچھے"۔

کوئی آوارہ مزاج شاعر، شراب کے نشے میں چور دریا پر چاندنی رات کا حسن دیکھنے جاتا اور نشے کے عالم میں دریا میں گر کے ڈوب جاتا، تب بھی وہ بڑے اعلیٰ پایہ کا شاعر سمجھا جاتا جستجوئے کمال میں بڑی محنت اور بڑا وقت درکار ہے، لیکن وقت کی خنا میں کوئی خاص قیمت نہ تھی۔

مصور کے لئے یہ کافی تھا کہ ریشم پر ذرا سا رنگ بکھیر کے کسی شاخ پر چڑیا کی تصویر یا برف پوش پہاڑیوں کی تصویر بنا دے۔ یہ محض تفصیل ہوتی لیکن مکمل تفصیل۔ ستارہ شناس اپنی چھت پر پیتل کے گولے اور مزدلے لئے بیٹھا ستارے کی گردش کا حساب لکھتا جاتا، یہاں تک کہ رجز خواں یا جنگ کا مغنی بھی غور و فکر کا پابند تھا۔

"اب خاموش دیوار سے چڑیا تک کے چہچہانے کی آواز نہ آتی ————

رات کا سناٹا چھایا تھا اور رات کی تاریکی میں مُردوں کی روحیں ادھر ادھر آوارہ پھرتی ہیں۔ ڈوبتا ہوا چاند گرتی ہوئی برف پر جگمگاتا ہے فصیلوں کے نیچے خندقوں میں خون جم گیا ہے اور مُردوں کی داڑھیوں پر برف جم گئی ہے۔ ہر تیر چلایا جا چکا ہے، ہر کمان کی زہ ٹوٹ چکی ہے، جنگی رہوار کی طاقت سلب ہو چکی ہے۔ اس طرح ہان لی کا

شہر دشمن کے قبضے میں آیا ہے۔"

اس طرح مُضطرب موت کا نقشہ ایک تصویر کی طرح دیکھتا اور ملیش کرتا اور تقدیر پر راضی برضا ہو جاتا جو ختا کی میراث تھی۔

ان کے پاس جنگی مشینیں بھی تھیں، ایسے پرانے اور بیکار رَن کے رتھ جنہیں بیس بیس گھوڑے کھینچتے، منجنیق، ایسی کڑی کمانیں جنہیں دس آدمی مشکل سے کھینچ پاتے۔ بعض منجنیقیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ دو سو آدمیوں کو ان کی بڑی بڑی رسیاں کھینچنی پڑتیں۔ ان کے پاس "اڑتی ہوئی آگ" بھی تھی اور ایسی آگ بھی جو بانس کے اندر بھر کے بارود کی طرح اڑائی جاتی۔

ختا میں لڑائی ایک ہُنر تھا اور یہ اُن دنوں سے جب سے کہ مسلح دستے اور لڑائی کے رتھ ایشیا کے صحراؤں میں نبرد آزمائی کی مشق کرتے اور فوج کی خیمہ گاہ میں ایک مندر محض اس لیئے استادہ کیا جاتا کہ سپہ سالار اُس میں تن تنہا اپنی جنگی تجویزوں پر غور و خوض کر سکے۔ کوائیؔ لڑائی کا دیوتا تھا اور اُسے پیروؤں کی کمی نہ تھی۔ ختا کی اصلی طاقت اُس کی آبادی کے تربیّت یافتہ بے شمار باشندوں اور انسانی جانوں کے اس بے پناہ اور بے انتہا وسیع ذخیرے میں مضمر تھی۔ رہ گئی ختا کی کمزوری، تو اس کے متعلق سترہ صدیاں پہلے ختا کے ایک سپہ سالار نے یوں تنبیہہ کی تھی:

"کوئی بادشاہ اگر اپنی فوج پر اس طرح حکومت کرے جیسے وہ اپنی سلطنت پر حکومت کرتا ہے تو وہ اپنی فوج کو تباہ کر دے گا، کیونکہ وہ فوج کے اندرونی حالات سے اور اُن حالات سے جن کا فوج کو مقابلہ کرنا ہوتا ہے، بے خبر ہوتا ہے۔ اس طرح فوج لنگڑی ہو جاتی ہے اور سپاہیوں میں بے چینی پھیلتی ہے۔

"اور جب فوج میں بے چینی اور بے اعتباری ہو تو افراتفری مچ جاتی ہے اور فتح ہاتھ سے چھن جاتی ہے۔"

Marfat.com

ختا کی اصلی کمزوری اُس کا شہنشاہ تھا جو خود ین کنگ میں رہا کرتا اور اس کے سپہ سالار فوجوں کی سرداری کرتے۔ اس کے برعکس دیوار پار کے خانہ بدوشوں کی طاقت کا راز ان کے خان کی جنگی جبلّت تھی جو بنفس نفیس فوج کی سالاری کرتا۔

اُس وقت چنگیز خاں کی صورت حال وہی تھی جو ایک زمانے میں اطالیہ میں قرطاجنہ کے سپہ سالار ہنی بال کی تھی۔ اُس کے سپاہیوں کی تعداد محدود تھی۔ اگر اسے ایک بڑی شکست مل جاتی تو وہ اور اس کے خانہ بدوش اپنے صحراؤں کو واپس بھاگ آتے۔ مبہم فتح سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکتا تھا۔ اُس کے لئے یہ ضروری تھا کہ اسے قطعی فتح نصیب ہو، لیکن اس کے سپاہیوں کی تعداد میں کوئی خاص کمی نہ ہونے پائے۔ اُسے ایسے حریف کے مقابل اپنے دستوں کو جنگ کی مشق کرانی تھی جو جنگ کے داؤ پیچ کا بڑا کہنہ مشق استاد تھا۔

اس درمیان میں قراقرم میں اب بھی اُس کا لقب "باغیوں کا دشمن سالار" تھا اور وہ چین کے تاجدار زریں کی رعایا سمجھا جاتا تھا۔

پچھلے زمانے میں جب ختا کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا تو چین کے شہنشاہ دیوارِ عظیم کے اس پار کے خانہ بدوشوں سے خراج طلب کرتے تھے۔ اپنی کمزوری کے زمانے میں ختا کے شاہی خاندان خانہ بدوشوں کے حملے ٹالنے کے لئے چاندی کچے ریشم، منقش چمڑے، ترشے ہوئے جیڈ، اور غلے اور شراب کے قافلوں کے قافلے تحفے کے طور پر بھیجتے۔ اپنے اعزاز کے بچاؤ یا دوسرے الفاظ میں ختا کے شاہی خاندان کی شرم رکھنے کے لئے اس اُلٹے خراج کو تحائف کا لقب دیا جاتا لیکن طاقت کے زمانے میں جو کچھ خانہ بدوش خانوں سے وصول کیا جاتا اُسے خراج کہا جاتا۔

حملہ کرنے والے قبیلے نہ ان بیش بہا تحفوں کو بھول پائے تھے اور نہ ختا کے

Marfat.com

ٹوپی اور کمر بند پہننے والے، دیوار پار کے افسروں کے زبردستی خراج وصول کرنے کی اذیت کو اس طرح اس وقت مشرقی گوبی کی قومیں برائے نام ختا کے تاجدارِ زرّیں کی رعایا بھی جاتی تھیں اور "مغربی سرحدوں کا سردار" اُن کا غائبانہ حاکم سمجھا جاتا تھا۔ چنگیز خاں کا نام افسروں کی فہرست میں باغیوں کے دشمن سالار کی حیثیت سے درج تھا۔ وقت پر ین کنگ کے مشیروں نے یہی کھاتے دیکھ کے قاصدوں کو گھوڑوں اور مویشیوں کا خراج وصول کرنے کے لئے اس کے پاس بھیجا اُس نے یہ خراج ادا نہیں کیا۔

آپ دیکھیں گے کہ صورتِ حال خالص طور پر چینی انداز کی تھی چنگیز خاں کے رویّہ کو دو تین لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہے: "چوکنّے پن سے انتظار"۔

گوبی کی یورشوں کے زمانے میں چنگیز خاں نے اس عظیم دیوارِ چین کو کئی جگہ سے دیکھا تھا۔ اس کی مٹی اور اینٹ کی فصیل کا غور سے معائنہ کیا تھا۔ اُس کے دروازوں پر برجوں کو دیکھا تھا اور اوپر دیوار کی چوڑائی کا اندازہ اس سے کیا تھا کہ چھ گھوڑے سینہ بہ سینہ ایک ساتھ اس پر دوڑائے جا سکتے تھے۔

حال ہی میں، اس دیوار کے قریب ترین حلقے کے ہر دروازے کے سامنے اس نے اپنا پرچم لہرایا تھا لیکن نہ تو مغربی سرحدوں کے محافظ افسر اور نہ تاجدارِ زرّیں نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ کی تھی، لیکن سرحد کے غیر جانبدار قبیلوں نے جو اُس دیوار کے سائے تلے رہتے تھے اور جو بیرونشکار میں ختا کے شہنشاہ کی خدمت گذاری کرتے تھے۔ اس جرأت کا اچھی طرح مشاہدہ کیا اور یہ اندازہ لگایا کہ تاجدارِ زرّیں اس خانہ بدوش سردار سے ڈرتا ہے۔

واقعہ دراصل یوں نہیں تھا۔ ختا کے کروڑوں باشندے، اپنے فصیل بند شہروں میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے اور ڈھائی لاکھ جنگجوؤں کے اس خانہ بدوش لشکر کو

خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ہوا صرف یہ کہ تاجدارِ زریں کو جنوب میں دریائے ینگ سی (جسے چینی فرزندِ بحر کہتے تھے) کے اُس پار کے پُرانے خانوادے سانگ سے دائمی لڑائی کے سلسلے میں کمک مانگنے کی ضرورت پڑی اور اس نے خانہ بدوش مغل شہسواروں کی کمک طلب کی۔

چنگیز خاں نے بڑی خوشی سے کئی تومان اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ ان سوار دستوں کی سرداری کے لئے اس نے جبی نویان اور دوسرے ارخونوں کو متعین کیا۔ یہ نہیں معلوم کہ ان دستوں نے تاجدارِ زریں کی کیا خدمت انجام دی لیکن انہوں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور پوچھ گچھ سے اپنی معلومات بڑھاتے رہے۔

اُن میں خانہ بدوشوں والی وہ صفت پوری طرح موجود تھی کہ وہ سرزمین کی نشانیاں نہ بھول سکتے تھے۔ جب وہ گوبی واپس ہوئے تو ختا کی سرزمین کا نقشہ اُن کے ذہنوں میں اچھی طرح محفوظ تھا۔

انہوں نے بڑی بڑی عجیب حکائتیں سُنائیں۔ انہوں نے بتایا کہ دریاؤں کے کنارے پتھر کے چبوتروں پر پکی اور صاف سڑکیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ لکڑی کے بہت دریاؤں میں بہتے پھرتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کی دیواریں اتنی اونچی ہیں کہ گھوڑے چھلانگ مار کر انہیں پار نہیں کر سکتے۔

ختا کے لوگ نا کمینی پارچے اور رنگ برنگ کے ریشم کی صدریاں پہنتے ہیں بعض بعض غلاموں کے پاس بھی سات سات صدریاں ہیں۔ بوڑھے راویوں کے بجائے نوجوان شعراء دربار کی تفریح کا سامان مہیا کرتے ہیں اور پرانی رزم آرائیوں کے قصے نہیں گنگناتے بلکہ ریشم کے پردے پر اشعار لکھتے ہیں۔ ان اشعار میں وہ عورتوں کے حُسن کا ذکر کرتے ہیں۔ ہر چیز بڑی عجیب اور حیرت ناک تھی۔

چنگیز کے سردار بیتاب تھے کہ دیوارِ عظیم پر حملہ کریں۔ اس وقت ان کی بات مانا

Marfat.com

اور اپنے وحشی قبیلوں کو نئی پرورش کرنے کے لئے آگے بڑھانا، خان کے لئے تباہی کا سامان ہوتا۔ اس کے گھر پر بھی آفت آجاتی۔ اگر وہ اپنی نئی سلطنت چھوڑ کے مشرق میں ختائیوں شکست کھا جاتا تو اس کے دوسرے دشمن مغل علاقوں پر حملہ کرنے میں کوئی پس وپیش نہ کرتے۔

گوبی کا صحرا اس کا اپنا تھا، جہاں سے وہ جنوب، جنوب مغرب اور مغرب کی جانب تین طاقتور دشمنوں کو دیکھ سکتا تھا۔ نان لو کے پاس، قافلوں کی جنوبی راہ پر ہیا کی عجیب وغریب سلطنت تھی جو تنغراقوں کی سلطنت کہلاتی تھی۔ یہاں دبلے پتلے لوٹ مار کرنے والے تبتی پہاڑوں سے اتر کر آئے تھے اور انہوں نے ختائیوں کو بے دخل کر دیا تھا۔ اس علاقے کے پیچھے قرا ختائیوں کی طاقتور کوہستانی سلطنت تھی۔ مغرب میں ترغیزوں کے خانہ بدوش گروہ تھے جو ابھی تک مغلوں کی دسترس سے باہر رہتے تھے۔

ان سارے خطرناک ہمسایوں کے مقابل چنگیز خاں نے ارخونوں کی سرگردگی میں اپنے لشکر کے سوار دستے بھیجے۔ کئی مرتبہ گرم کے موسم میں اس نے بنفس نفیس ہیا کے علاقے میں لڑائی کے لیے پیش قدمی کی۔ یہ لڑائی زیادہ تر کھلے علاقے میں لوٹ مار کی صورت میں ہوتی اور اس نے ہیا کے سرداروں کو بہت جلد قائل کر دیا کہ چنگیز سے صلح رکھنے ہی میں خیریت ہے۔ اس صلح کی توثیق خون کے رشتے سے کی گئی۔ اس طرح کہ شاہی خاندان کی ایک عورت چنگیز خاں کی بیوی بننے کے لیے بھیجی گئی۔ مغرب میں دوسرے رشتے کیئے گئے۔ یہ سب احتیاطی تدابیر تھیں اور فوجی اصطلاح میں یہ میمنہ اور میسرہ کی حفاظت کا انتظام تھا، لیکن اس سے ان سرداروں میں اسے کئی حلیف اور مل گئے اور اس کے لشکر میں اور بہت سے ونگ روٹ شامل ہو گئے۔ اس کے لشکر کو بھی یورش اور حملہ کرنے کا بڑا ضروری تجربہ حاصل ہوا۔

Marfat.com

اس دوران میں ختا کے شہنشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اژدہے کی شکل والے تخت پر اس کا بیٹا جلوہ افروز ہوا۔ یہ دراز قامت تھا۔ اس کی داڑھی گھنی تھی اور اسے مصوری اور شکار سے خاص طور پر شغف تھا۔ اس نے اپنے آپ کو وائی ونگ کا خطاب دیا۔ ایک معمولی انسان کا اتنا بڑا مرعوب کن خطاب۔

وقت آنے پر ختا کے عمال نے نئے تاجدار کے لئے خراج کے بہی کھاتے کھولے اور ایک افسر کو گوبی کی بلند سرزمین کی طرف بھیجا گیا کہ چنگیز خاں سے خراج وصول کر کے لائے۔ وہ اپنے ساتھ نئے شہنشاہ وائی ونگ کا فرمان بھی لیتا گیا۔ یہ شاہی فرمان تھا اور واجب تھا کہ دو زانو ہو کر اُسے قبول کیا جائے، لیکن مغل چنگیز خاں نے ہاتھ بڑھا کے اُسے لے لیا، اُسی طرح کھڑا رہا، اور اس کا ترجمہ سننے کے لئے مترجم تک کو طلب نہیں کیا۔

اس نے پوچھا: "نیا شہنشاہ کون ہے؟"

"وائی ونگ۔"

آداب کے مطابق جنوب کی طرف سر خم کرنے کے بجائے خان نے کھنکھار کے تھوکا: "میں سمجھتا تھا کہ فرزند آسمان بڑا غیر معمولی انسان ہو گا، لیکن وائی ونگ جیسا احمق تخت پر بیٹھنے کے قابل نہیں۔ میں اس کے سامنے اپنے آپ کو کیوں ذلیل کروں؟"

یہ کہہ کے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے لوٹ آیا۔ اس رات ارخون اس کے شامیانے میں بلائے گئے۔ ان کے ساتھ اُس نے اپنے نئے حلیفوں کو طلب کیا۔ یہ شکاری شہباز دل والے ایدلقیوت تھے۔ ان کے علاوہ اُس نے مغربی ترکوں کے بزرگ سردار کو بھی بلایا۔ دوسرے دن چینی قاصد کو خان کے حضور میں بلا کے جوابی پیغام دیا گیا کہ وہ اسے تاجدار زریں تک پہنچا دے۔

Marfat.com

مغل نے کہلا بھیجا: "ہمارا علاقہ اب اتنا منظّم ہو چکا ہے کہ ہم خطا کی سیاحت کا ارادہ فرما سکتے ہیں۔ کیا تاجدارِ زرّیں کی سلطنت اتنی مستحکم ہے کہ وہ ہمارا استقبال فرما سکے؟ ہم ایک ایسے لشکر کے ساتھ آئیں گے جو سمندر کے طوفان کی طرح بھپرتا آئے گا۔ اگر تاجدارِ زرّیں ہمارا دوست بننا چاہتا ہے تو ہم اپنے زیر سایہ اُسے اپنے علاقہ پر حکومت کرتے رہنے کی اجازت دیں گے۔ اگر وہ جنگ کرنا چاہے گا تو یہ جنگ اُس وقت تک جاری رہے گی، جب تک کہ ہم میں سے ایک کو فتح اور ایک کو شکست نصیب ہو۔"

اس سے زیادہ حقارت آمیز شاید ہی اور کوئی پیغام ہو سکتا۔ چنگیز خاں طے کر چکا تھا کہ اب یورش کا وقت آ چکا ہے۔ جب تک بوڑھا شہنشاہ زندہ تھا تو پرانے بندہ و آقا کے رشتے سے وہ اپنے آپ کو خطا کا وفادار اور خطا کی رعایا سمجھتا تھا۔ وائی ونگ کا وہ کسی طرح پابند نہ تھا۔

قاصد ین کنگ میں وائی ونگ کے دربار میں واپس پہنچا۔ وائی ونگ کو جوابی پیغام سُن کر طیش آ گیا[1]۔ مغربی سرحدوں کے محافظ سردار سے پوچھا گیا کہ مغلوں کا کیا ارادہ ہے اور کیا اندازہ ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ وہ تیر بنا رہے ہیں اور گھوڑے جمع کر رہے ہیں۔ اس پر مغربی سرحدوں کے محافظ سردار کو قید کر دیا گیا۔

جاڑوں کا موسم گذر رہا تھا اور مغل اسی طرح تیر تیار کرتے رہے اور

---

[1] بعض مؤرخوں کا بیان ہے کہ ایک چینی فوج گوبی کے قریب ترین قبیلوں کے مقابل بھیجی گئی اور یہ واقعہ غالباً صحیح ہے کیونکہ چین سلطنت میں پیش قدمی کرنے سے پہلے مغلوں کو دیوارِ عظیم کے باہر جنگ کرنی پڑی تھی۔

گھوڑے جمع کرتے رہے۔ تاجدارِ زرّیں کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ کر رہے تھے۔ چنگیز خاں نے ختا کے شمالی علاقے میں لیاؤ تُنگ کے باشندوں کے پاس قاصد اور تحائف بھیجے۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ بڑے جنگجو لوگ ہیں، جو آج تک یہ نہیں بھول سکے کہ ایک زمانہ ہوا ایک تاجدارِ زرّیں نے اُن کے ملک کو فتح کر کے اُن پر تسلط جما لیا تھا۔

یہ قاصد لیاؤ خاندان کے شہزادے سے ملا اور اس سے قسمیہ پیمان باندھا۔ خون سے اور تیر توڑ کے اس سوگند کو استوار کیا گیا۔ لیاؤ (جس کے لفظی معنی لوہے کے ہیں) کے باشندوں نے شمالی ختا پر حملہ کرنے کا عہد کیا اور مغل خان نے وعدہ کیا کہ وہ ان کا پرانا علاقہ پھر اُن کے سپرد کر دے گا۔ اِس معاہدے پر چنگیز خاں نے پورا پورا عمل کیا۔ بالآخر اس نے لیاؤ کے شہزادوں کو اپنے زیرِ سایہ ختا کی بادشاہت بخشی۔

Marfat.com

نواں باب

تاجدارِ زرّیں

یہ پہلا موقع تھا کہ خانہ بدوش لشکر ایک ایسی متمدّن طاقت پر حملہ کرنے کے لئے بڑھ رہا تھا، جس کی فوجی طاقت اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ جنگ کے میدان میں ہمیں چنگیز خاں کا نقشۂ عمل واضح نظر آتا ہے۔

لشکر کا ہراول بہت پہلے گوبی سے باہر بھیجا جا چکا تھا — پہلا گروہ جاسوسوں اور سپاہیوں پر مشتمل تھا، جن کا کام مخبروں کو پکڑ لانا تھا۔ یہ ہراول کے سپاہی دیوارِ عظیم کے پیچھے پہنچ چکے تھے۔

ان کے پیچھے پیش رو سوار جن کی تعداد دو سو کے قریب ہو گی، علاقے بھر میں دو دو کی جوڑیاں پھیلے ہوئے تھے۔ ان پیش رووں کے بہت کافی پیچھے ہراول دستے تھے۔ یہ کوئی تیس ہزار چُنے ہوئے سپاہی تھے جو بڑے نفیس گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہر آدمی کے پاس کم از کم دو گھوڑے تھے۔ یہ ہراول دستے تین تومانوں میں منقسم تھے۔ ان میں سے ایک تُومان کا سالار کارآزمودہ مقولی بہادر تھا۔ ایک کا آتشیں جبی نویان اور تیسرے تومان کا سردار وہ عجیب و غریب نوعمر نوجوان سوبدائی بہادر تھا، جس کی حیثیت خان کے سپہ سالاروں میں مارشل مینا کی تھی۔

ناصدوں کے ذریعے ہراول اور فوج کے قلب کے مابین اطلاعات کا انتظام بڑا مکمل تھا۔ یہ قلبِ فوج بنجر بلندیوں پر سے گذرتا ہوا، گرد کے بادل اڑاتا ہوا ہراول کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ قلب کی تعداد ایک لاکھ تھی اور پرانے تجربہ کار دیرینہ یا کا

Marfat.com

مغلوں پر مشتمل تھی۔ میمنہ اور میسرہ کی بھی اتنی ہی تعداد تھی۔ چنگیز خاں ہمیشہ قلب لشکر کی سپہ سالاری کرتا اور جنگی تربیت دینے کے لئے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو اپنے ساتھ ساتھ رکھتا۔

نپولین کی طرح اُس کا بھی اپنا ایک شاہی محافظ دستہ تھا۔ ہزار سواروں کا۔ جو چمڑے کی زرہیں اور سازِ جنگ پہنے مشکی گھوڑوں پر سوار تھے۔ غالباً ۱۲۱۱ء میں ختا میں پہلی یورش کے وقت لشکر کی تعداد اتنی زیادہ نہ تھی۔

یہ لشکر دیوارِ عظیم کے قریب پہنچا اور بلا ناخیر ایک بھی سپاہی کی جان ضائع کیے بغیر اُس روک کو پار کیا۔ چنگیز خاں ایک عرصے سے سرحد کے قبیلے والوں سے پینگیں بڑھا رہا تھا اور اس کے ہمدردوں نے اُس کے لئے دیوار کا ایک دروازہ کھول دیا۔

دیوارِ چین کے اندر ہو کے مغل دستے مختلف حصّوں میں بٹ کے شانسی اور چہ لی کے صوبوں کے مختلف ضلعوں میں پھیل گئے۔ انہیں قطعی احکام دیئے جا چکے تھے۔ انہیں کسی اور سواری کی ضرورت نہ تھی اور اُن کے آئینِ جنگ میں مرکزِ رسد کا تصوّر بے معنی سا تھا۔

ختا کی فوجوں کا پہلا پڑاؤ جو سرحد کی سڑکوں کی حفاظت کیلئے جمع کیا گیا تھا۔ بُری طرح پسپا ہُوا۔ مغلوں کے سوار دستوں نے سونگھ سونگھ کر شہنشاہ کی منتشر پیدل فوج کا پتہ چلا لیا، اُسے اپنے گھوڑوں کے تلے روند ڈالا اور تیز رفتار گھوڑوں کی پشت پر سے پیدل فوج کے سمٹے ہوئے جمِ غفیر میں جا بجا تیروں کی بارش سے ہلچل مچا دی۔

شہنشاہ کی بڑی فوجوں میں سے ایک تو حملہ آوروں کا راستہ ڈھونڈھتے ڈھونڈتے گھاٹیوں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی ایک بھول بھلیاں میں جا پھنسی۔ اس کا سپہ سالار جس کا نیا نیا تقرر ہوا تھا۔ اس علاقے سے واقف نہ تھا اور وہ کسانوں سے راستہ پوچھتا رہا۔ جبی نویان جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا، اسے ضلع کی سڑکیں اور وادیاں

Marfat.com

خوب یاد تھیں۔ اس نے رات بھر چکر کاٹ کے دوسرے دن ختائی فوج کے عقب کو جا لیا۔ مغلوں نے اس فوج کو بری طرح کاٹ ڈالا اور جو لوگ باقی بچے وہ مشرق کی طرف بھاگے جہاں انہوں نے ختا کی سب سے بڑی فوج میں ہراس پھیلا دیا۔

یہ بڑی فوج بھی کشمکش و پنج کے عالم میں رہی اور اس کا سپہ سالار پایۂ تخت بھاگ گیا۔ چنگیز خاں تائی تنگ فو پہنچ گیا۔ اس کے راستے میں یہ پہلا فصیل والا شہر آیا تھا۔ اس نے اس کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد اپنے دستوں کو بڑھا کے تیزی سے ین کنگ کی طرف لے گیا جو پایۂ تخت تھا۔

مغل لشکر کی پھیلائی ہوئی تباہی اور اس لشکر کی اس قربت سے دائی ونگ پر ہراس طاری ہو گیا اور اژدہے کی شکل کے تخت پر جلوہ افروز ہونے والا یہ تاجدار ین کنگ سے بھاگ کر نکلنے ہی والا تھا مگر اس کے وزیروں نے اسے بڑی مشکل سے روکا۔ اب اس سلطنت کی سب سے مضبوط پشت پناہ وائی ونگ کے سہارے کے لیے جمع ہو رہی تھی۔ یہ پشت پناہ متوسط طبقے کا ایک جم غفیر تھا، اڑیل جان نثار مجمع، نبرد آزما بزرگوں کا نام لیوا، جو اپنا سب سے بڑا فرض یہ سمجھتا تھا کہ ملک کے تخت و تاج کو سلامت رکھا جائے۔ اور جب کبھی چین میں قوم پر برا وقت آتا وہ اسی طرح سینہ سپر ہو جاتا۔

چنگیز خاں نے حیرت ناک سرعت سے ختا کی اولیں فوجی مقاومت پر قابو پا لیا تھا۔ اس کے دستوں نے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا تھا، اگرچہ مغربی دربار والے شہر تائی تنگ فو نے ابھی تک ہتھیار نہیں ڈالے تھے۔

لیکن جیسے ہنی بال کو روما کے سامنے ایک قوی دل قوم کی حقیقی طاقت کا سامنا کرنا پڑا، وہ بھی یہاں اسی صورت حال سے دوچار تھا۔ بڑے بڑے دریاؤں کے پاس سے نئی نئی فوجیں نمودار ہوتیں، جن شہروں کا محاصرہ ہو رہا تھا۔ معلوم ہوتا کہ

Marfat.com

محصور سپاہیوں کی تعداد دیکھتے دیکھتے دن دونی رات چوگنی ہو گئی ہے۔ وہ ین کنگ کے بیرونی باغوں سے ہو کر گذرا اور پہلی مرتبہ اس نے ان بالا و بلند دیواروں کی عظیم الشان وسعت کو دیکھا۔ پہاڑ اور پل اور قلعوں کے ایک سلسلے کے درجہ بدرجہ سقف و بام۔

اس نے فوراً اندازہ کر لیا ہوگا کہ اپنی مختصر فوج سے ایسے شہر کا محاصرہ کرنا بیکار ہے۔ وہ فوراً ہی واپس لوٹ گیا اور جب خزاں کا موسم آیا تو اُس نے اپنے پرچموں کا رُخ واپس گوبی کی طرف پھیر دیا۔

لیکن اس کے بعد جب بہار آئی اور اس کے گھوڑوں کو پھر سے طاقت میسّر آئی، وہ دیوارِ عظیم کے اندر آموجود رہا۔ اس نے دیکھا کہ وہ شہر جو پہلے حملے میں اس کے آگے ہتھیار ڈال چکے تھے، اب پھر سے نئے محافظ دستوں سے آراستہ تھے اور اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے۔ اُسے پھر نئے سرے سے ساری مہم شروع کرنی پڑی۔ مغربی دربار والے شہر کا نئے سرے سے محاصرہ شروع ہوا اور یہاں اُس نے پورے لشکر کو جھونک دیا۔

معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ یہ محاصرہ محض ایک جال تھا۔ وہ اُن فوجوں کا انتظار کرتا رہتا جو محصورین کی کمک کے لیے روانہ ہوتیں، اور وہ راستے ہی میں اُن کا قلع قمع کر دیتا۔ اس جنگ سے دو باتیں واضح ہو گئیں مغلوں کی سوار فوج میدانِ جنگ میں ختائی فوجوں کے مقابل زیادہ تیزی سے نقل و حرکت کر سکتی اور ان فوجوں کو تباہ کر ڈالتی، لیکن ابھی تک اس قابل نہ ہوئی تھی کہ مضبوط شہروں کو فتح کر سکے۔

لیکن جبھی تو یان نے بھی کرتب پیدا کر دکھایا۔ مغلوں کے حلیفوں لیاؤ سرداروں کو ساٹھ ہزار ختائیوں نے شمال میں گھیر رکھا تھا۔ اُنھوں نے خان سے مدد مانگی، اس نے

جبی نویان کو ایک تومان کا سردار بنا کے بھیجا اور اس مستعد مغل سپہ سالار نے ختا کی فوجوں کے عقب میں خود لیاؤ ینگ کا محاصرہ کر لیا۔

مغلوں کو اپنی پہلی کوشش میں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور جبی نویان نے، جو فطرۃً نپولین کے مارشل نے کی طرح بے صبر واقع ہوا تھا، اسی حیلے کو استعمال کیا، جس کو چنگیز خاں محاصروں میں تو نہیں البتہ میدانِ جنگ میں اس سے پیشتر اکثر استعمال کر چکا تھا۔ اس نے اپنا سارا سازوسامان، چھکڑے، سامانِ رسد سب ختائیوں کی نظروں کے سامنے پیچھے چھوڑا اور اپنے گھوڑوں کے ریوڑوں سمیت اس طرح پیچھے ہٹا، گویا وہ لڑائی سے دست بردار ہو رہا ہے یا اُسے خوف ہے کہ محصورین کی کمک کے لیے اور فوج آ رہی ہے۔

دو دن تک مغل آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے گئے، پھر سواری بدل کے وہ اپنے بہترین گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تیزی سے ایک ہی رات میں "لگام والے ہاتھ میں تلواریں سونتے ہوئے" یلغار کی صبح ہوتے ہوتے وہ لیاؤ ینگ کے سامنے واپس پہنچ گئے۔ ختائیوں کو اس عرصے میں یقین ہو گیا تھا کہ مغل پسپا ہو گئے ہیں۔ وہ اُن کا سازوسامان لوٹ رہے تھے اور فصیل کے اندر منتقل کر رہے تھے۔ فصیل کے سب دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور شہری اور سپاہی سب گھل مل گئے تھے۔ خانہ بدوشوں کی اس خلافِ توقع یلغار کو دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دہشت ناک قتلِ عام کے بعد لیاؤ ینگ پر مغلوں نے قبضہ کر لیا۔

جبی نویان کو اپنا سارا سازوسامان اور اس کے علاوہ اور بہت زیادہ مالِ غنیمت مل گیا۔

لیکن مغربی دربار والے شہر کے محاصرے کے دوران میں چنگیز خاں زخمی ہو گیا تھا۔ اس کا لشکر ختا سے واپس لوٹ آیا جیسے جوار بھاٹا کنارے سے پلٹتا ہے اور اس کو اپنے

Marfat.com

ساتھ لیتا آیا۔

ہر موسمِ خزاں میں لازم تھا کہ وہ اسی طرح واپس لوٹیں۔ ضروری تھا کہ تازہ گھوڑے فراہم کیے جائیں۔ گرمیوں میں تو آدمی اور جانور زمین کی پیداوار پر گذر کر لیتے لیکن جاڑوں میں شمالی چین میں لشکر کو گذارے بھر کی خوراک میسر نہ آسکتی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی نبرد آزما ہمسائے تھے جنہیں دو مہ رکھنا ضروری تھا۔

اگلی فصل میں چنگیز خاں نے محض چند لوٹ مار کے حملوں پہ اکتفا کی۔ یہ اس مقصد کے لیے کافی تھے کہ چینیوں کو زیادہ آرام نہ ملنے پائے۔

بڑے پیمانے پر یہ اُس کی پہلی جنگ تھی اور اِس میں اُس کا اور دشمن کا توازن برابر تھا۔ ہنی بال کے برعکس وہ اِس سلطنت کے بڑے بڑے مفتوح شہروں میں حفاظت کے لیے فوجیں نہ رکھ سکتا تھا۔ اُس کے مغل جو اُس زمانے تک فصیل کے اندر سے لڑنے کے عادی نہ تھے، جاڑوں میں ختائیوں کے ہاتھوں نیست و نابود ہو جاتے۔

اُس نے میدانِ جنگ میں کئی فتوحات اِس طرح حاصل کی تھیں کہ وہ اپنے دستوں کی نقل و حرکت کو پوشیدہ رکھ سکتا تھا اور تیزی سے یلغار کر کے وہ انہیں ختائی فوجوں کے سامنے لا کے جمع کر سکتا تھا۔ لیکن اس سے محض اتنا نتیجہ نکلا تھا کہ اُس نے دشمن کی فوجوں کو فصیلوں کے اندر بھگا دیا تھا۔ شہنشاہ کو اپنی گرفت میں لانے کی کوشش میں وہ ین کنگ تک پہنچ کر اس شہر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکا تھا۔ لیکن اس قریب قریب ناممکن التسخیر قلعہ سے چن کے سرتاج کو نکال بھگانا ممکن نہ تھا۔ اس درمیان میں ختائی فوجیں لیاؤ تنگ کے باشندوں اور ہیا کے سواروں پر غلبہ پاتی جا رہی تھیں جو خان کے دائیں اور بائیں پہلوؤں کی حفاظت کر رہے تھے۔

اِن حالات میں اگر کوئی اور خانہ بدوش سردار ہوتا تو وہ اسی پر قناعت کرتا کہ دیوارِ عظیم کے باہر ہی وہ گذری ہوئی فصلوں کے مالِ غنیمت کو سنبھالتا اور چن کی عظیم الشان

Marfat.com

سلطنت کو اُس نے جو شکستیں دی تھیں اُن کی شان کی یاد میں مگن رہتا، لیکن زخمی چنگیز خاں بڑا سنگین دل تھا۔ وہ تجربہ حاصل کرتا جا رہا تھا اور اِس تجربے سے فائدہ اٹھاتا جا رہا تھا اور اِس عرصے میں تاجدار زریں ایک بدشگونی کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔

جب ۱۲۱۱ء میں بہار آئی اور بہار کا پہلا سبزہ اُگا تو یہ بدشگونی خوف میں بدل گئی۔ مختلف مقامات سے تین مغل فوجوں نے ختا پر یورش کی۔ جنوب میں خان کے تین بیٹوں نے شانسی کے صوبے کے آر پار ایک چوڑی سی پٹی کاٹ لی۔ شمال میں جوجی نے خنگان کا سلسلۂ کوہ عبور کیا اور لیاؤ تُنگ والوں کی فوج کے ساتھ اپنے لشکر کو جا ملایا۔ اسی درمیان میں چنگیز خاں قلبِ لشکر کے ساتھ ین کنگ کے عقب میں بڑے سمندر کے کنارے جا پہنچا۔

اِن تینوں فوجوں نے بالکل انوکھے انداز میں پیش قدمی کی تھی۔ یہ ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ اب کی مرتبہ ان فوجوں نے جم کے طاقت در سے طاقتور شہروں کا محاصرہ کیا اور قلعوں پر پہلا حملہ کرنے سے پہلے آس پاس کے دیہات سے لوگوں کو پکڑ کے آگے آگے رکھا اور ان کی آڑ میں حملہ کیا۔ اکثر ایسا ہوا کہ فصیل کے اندر والے ختائیوں نے دروازے کھول دیئے۔ ایسی صورت میں اُن کی جان بخشی کی گئی۔ حالانکہ آس پاس کے گاؤں اور دیہات میں ہر چیز یا تو غنیمت بنائی جا چکی تھی یا اسے یہ مغل اُٹھا یا ہنکا لے گئے تھے فصیلیں کھلی اور جلائی جا چکی تھیں۔ ریوڑ ہنکا جا چکے تھے اور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے ٹکڑے ٹکڑے اڑائے جا چکے تھے۔

اس ہیبت ناک جنگ میں بہت سے ختائی سپہ سالار اپنی زیر کمان فوجوں کے ساتھ مغلوں سے جا ملے۔ انہیں لیاؤ تُنگ کے دوسرے افسروں کے ساتھ تسخیر شدہ شہروں کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔ القائے یوحنا میں جن چار سواروں کا ذکر

Marfat.com

ہے۔ اُن میں سے دو، قحط اور بیماری مغل سواروں کے پیچھے پیچھے تاراج کرتے آئے۔ زمین اور یہ آسمان کے خطِ اتصال پر مغلوں کے اُردو کے چھکڑوں کی نہ ختم ہونے والی قطار، بیلوں کے ریوڑ، سینگوں کے پرچم نظر آتے رہے۔

جب جنگ کی فصل ختم ہونے کو آئی تو مرض نے اپنا خراج مغلوں کے اُردو سے بھی وصول کیا۔ گھوڑے بھی لاغر اور کمزور ہو چکے تھے۔ چنگیز خاں نے اردو کے قلب کے ساتھ ین کنگ کی فصیلوں کے قریب خیمہ کھڑا کیا اور اس کے سالاروں نے منّت کی کہ انہیں شہر پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔

اُس نے پھر ایک بار انکار کیا اور تاجدارِ زرّیں کو یہ پیغام بھیجا۔

"ہماری اور تمہاری لڑائی کے متعلق اب تمہاری کیا رائے ہے؟ دریائے ہوانگ ہو کے شمال کے سارے صوبے میرے قبضے میں ہیں میں اپنے گھر واپس جا رہا ہوں، لیکن کیا تم میرے افسروں کو تحائف سے خوش کیے بغیر واپس جانے دو گے؟"

بظاہر یہ درخواست بڑی عجیب معلوم ہوتی تھی، لیکن اِس مغل نے اس میں سیدھی سادی حکمتِ عملی دکھائی تھی۔ اگر تاجدارِ زرّیں نے اس کی درخواست قبول کر لی تو وہ ان تحفوں سے اپنے افسروں کو انعام دے سکے گا۔ اُن کی بیتابی میں کچھ کمی ہو گی اور اژدہے والے تخت کی آن بان پر بُرا اثر پڑے گا۔

بعض چینی مشیروں نے جو اُردو کی کمزور حالت سے آگاہ تھے شہنشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ فوجوں کو لے کے مغلوں سے مقابلے کے لئے ین کنگ سے باہر نکلے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر یہ مشورہ مان لیا جاتا تو کیا نتیجہ نکلتا لیکن چن تاجدار اتنی مصیبت اُٹھا چکا تھا کہ اُس میں اب جرأت باقی ہی نہ رہی تھی۔ اس نے چنگیز خان کو پانچ سو جوان پانچ سو کنیزیں، نفیس گھوڑوں کا ایک ریوڑ اور سونے اور ریشم کے تودے کے

Marfat.com

تو دے تحفۃً بھجوائے سمجھوتا ہو گیا اور چینیوں نے عہد کیا کہ خان کے حلیف لیاؤ شہزادوں کو لیاؤ تنگ میں نہ ستائیں گے۔

خان نے اس سے بھی سوا کچھ اور طلب کیا کہ اگر صلح ہونی ہی ہے تو شاہی خاندان کی ایک عورت اس کے عقد میں دی جائے۔ شاہی خاندان کی ایک خاتون اُس کے پاس بھیج دی گئی۔

چنگیز خاں اُس سال خزاں میں واپس نہیں گیا بلکہ صحرا کے کنارے اس نے قیدیوں کے جمِ غفیر کو قتل کروا دیا، جسے اُس کا لشکر اپنے ساتھ پکڑ لایا تھا۔ اس سفا کی کی کوئی وجہ جواز نہ تھی۔

(معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کا قاعدہ یہ تھا کہ کاریگروں اور عالموں فاضلوں کے علاوہ اپنے تمام قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ یہ قتلِ عام اُس وقت ہوتا تھا، جب وہ کسی یورش کے بعد اپنے گھر واپس ہوتے۔ اس زمانے تک مغلوں کی اپنی سرزمین میں غلام رکھنے کا رواج نہ تھا۔ قیدیوں کا یہ ہجوم تو فاقہ کشی کے عالم میں اُن بنجر صحراؤں کو ننگے پاؤں طے بھی نہ کر سکتا تھا، جن کے اُس پار مغلوں کا وطن تھا۔ انہیں آزاد کرنے کے بجائے مغل اُن کا کام تمام کر دیتے تھے، جیسے کوئی پرانے کپڑے اتار پھینکتا ہے۔ انسان کی جان کی مغلوں کی نظر میں کوئی اہمیت یا قیمت نہ تھی۔ اُن کی خواہش یہی تھی کہ زرخیز زمینوں کو ویران کر کے اپنے ریوڑوں کی چراگاہوں میں بدل دیں۔ جنگِ ختا کے بعد وہ بڑے فخر سے کہتے تھے کہ ختا کے کئی شہروں کو انہوں نے اس طرح مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا ہے کہ اگر گھوڑا اُس مقام پر جہاں شہر آباد تھا ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائے تو اُسے کہیں ٹھوکر نہ لگنے پائے گی)

یہ کہنا مشکل ہے کہ چنگیز خاں اپنے معاہدے پر قائم رہتا یا نہ رہتا، لیکن،

چین کے تاجدار زرّیں نے اپنے طور پر کچھ اور عمل کیا۔ اپنے سب سے بڑے بیٹے کو ین کنگ میں چھوڑ کے وہ جنوب کی طرف بھاگ گیا۔

"ہم اپنی رعایا کو یہ اعلان سناتے ہیں کہ ہم جنوبی مستقر میں قیام فرمائیں گے۔"

یہ فرمانِ شاہی تھا۔ اس کمزوری کے اظہار سے اُس کی رہی سہی عزت اور شوکت خاک میں مل گئی۔ اُس کے مشیروں، ین کنگ کے حاکموں، جن کے کہنہ سال امراء سب نے درخواست کی کہ وہ اپنی رعایا کا ساتھ نہ چھوڑے، لیکن وہ بھاگ ہی گیا اور اس کے جاتے ہی بغاوت ہوگئی۔

Marfat.com

دسواں باب

مغلوں کی واپسی

جب ختا کا شہنشاہ اپنے محل کے لوگوں سمیت دارالسلطنت سے بھاگا تو وہ محل میں اپنے بیٹے کو جو ولی عہد تھا چھوڑتا گیا۔ اپنے ملک کے قلب کو وہ اس طرح خالی نہ کرنا چاہتا تھا کہ ین کنگ میں بادشاہت کا خول بھی باقی نہ رہے۔ ضروری تھا کہ خانوادۂ شاہی کا کوئی آدمی باقی رہ جائے جسے دیکھ کے رعایا کی تسلّی ہو سکے۔ ین کنگ کی حفاظت کے لیے ایک طاقتور فوج بھی وہیں چھوڑ دی تھی۔

لیکن کئی سال امرا کو جس افراتفری کا اندیشہ تھا اُس سے قن کی مسلح فوج میں انتشار پیدا ہونے لگا۔ بعض سپاہی جو شہنشاہ کے ہم رکاب تھے بغاوت کر کے مغلوں سے جا ملے۔

خود دارالسلطنت میں ایک عجیب و غریب بغاوت شروع ہوئی۔ عالی نسب شہزادے عہدہ دار اور عمّال سب جمع ہوئے اور انہوں نے حلف اُٹھایا کہ کہ شاہی خاندان کے وفادار رہیں گے۔ اُن کا تاجدار تو اُنہیں چھوڑ کے بھاگ گیا تھا مگر انہوں نے عہد کیا تھا کہ لڑائی جاری رکھیں گے۔ ختا کے جری اور بہادر سپاہی بارش میں ننگے سر سڑکوں پہ جمع ہوئے اور انہوں نے بھی عہد کیا کہ وہ قن خاندان کے ولی عہد اور امرا کا ساتھ دیں گے۔ کمزور تاجدار کے فرار سے وفاداروں کی پرانی اور گہری روحِ عمل اس وقت نئے سرے سے بیدار ہوئی۔

Marfat.com

شہنشاہ نے کئی قاصد ین کنگ بھیجے اور اپنے بیٹے کو جنوب کی طرف بلایا۔
کمن سال چینیوں نے منت کی "یہ نہ کیجئے گا"
لیکن شہنشاہ اپنی ضد پر قائم تھا اور اب بھی اس کی خواہش ملک کا اعلیٰ ترین قانون تھی۔ بڑی ذلت کے عالم میں ولی عہد کو ین کنگ چھوڑنا پڑا اور اب وہاں صرف شاہی گھرانے کی کچھ عورتیں، اس پرانے شہر کے کچھ عمال، کچھ خواجہ سرا اور فوج کے سپاہی باقی رہ گئے۔ اس درمیان میں وفادار امرا نے جو آگ جلائی تھی وہ آتشکدہ بن گئی۔ جا بجا مغلوں کے محافظ دستوں اور چوکیوں پر حملے کیے گئے اور لیاؤتنگ کے بدنصیب صوبے کو چھڑانے کے لئے ایک فوج بھیجی گئی۔ یہ فوج جس جوش کی وجہ سے ظہور میں آئی تھی۔ اسی جوش کی وجہ سے اس نے حیرت ناک کامیابیاں حاصل کیں۔

مغلوں کے اردو کو جو اپنے وطن واپس جا رہا تھا۔ حالات کے اس طرح پلٹا کھانے کی اطلاع ملی۔ چنگیز خاں سفر کرتے کرتے رک گیا اور اپنے جاسوسوں اور افسروں سے تفصیلی اطلاع سننے کا انتظار کرنے لگا جو تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔

جب حالات اچھی طرح اس کی سمجھ میں آئے تو اس نے تیزی سے اقدام کیا۔ جو فوجی دستہ سب سے زیادہ کارآمد تھا، اس نے جنوب میں دریائے ہوانگ ہو کی طرف بھیجا تاکہ مفرور شہنشاہ کا تعاقب کرے۔

اگرچہ موسم جاڑوں کا تھا لیکن مغل تیزی سے آگے بڑھے اور چینیوں کا تاجدار مجبور ہو گیا کہ دریا کے پار اپنے پرانے دشمن سُنگ خاندان کی سلطنت میں پناہ لے لیکن یہاں بھی مغلوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، مغل برف پوش پہاڑوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر راستہ نکالتے رہے۔ پہاڑوں کے کٹاؤ کو نیزوں کی چوب اور درختوں

Marfat.com

کی شاخوں کو زنجیروں سے باندھ باندھ کے پار کرتے رہے۔ درحقیقت یہ دستہ دشمن ملک میں اتنی دُور تک گھس آیا کہ یہ اُردو سے بالکل کٹ گیا۔ مگر یہ مغرور شہنشاہ کا تعاقب کرتا رہا جس نے اب مُنگ دربار سے مدد کی التجا کی تھی۔ خان نے قاصدوں کو بھیج کر اس آوارہ گرد دستہ کو واپس بلایا جو کسی نہ کسی طرح مُنگ شہروں کا چکر کاٹ کے یخ بستہ ہوانگ ہو کو عبور کر کے پلٹ آیا۔

جبی نویان کو بھیجا گیا کہ وہ تیزی سے گوبی پہنچے اور وطن میں سرداروں کو اطمینان دلائے۔

چنگیز خاں نے سوبدائی بہادر کو بھیجا کہ وہ جا کے صورتِ حال کا معائنہ کرے یہ ارخون کئی ماہ تک غائب رہا اور اس عرصہ میں صرف معمولی اطلاعیں بھیجتا رہا مثلاً یہ کہ گھوڑوں کا کیا حال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شمالی خطا میں کوئی خاص بات نہ تھی کیونکہ جب وہ گھوم پھر کر اُردو کی طرف واپس آیا تو اس نے اطلاع دی کہ میں نے کوریا کو مطیع کر لیا ہے۔ چونکہ اسے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تھا، اس لیے وہ کافی عرصے تک غائب رہا اور لیاؤتنگ کی خلیج کا چکر لگا کے اس نے ایک نئے ملک کی سیاحت کر لی۔ سوبدائی بہادر کو سیر و تفریح کی یہ جو عادت تھی، کچھ عرصہ بعد جب اس کو آزاد طور پر سپہ سالاری کرنے کی اجازت دی گئی تو اس عادت کی وجہ سے اس نے یورپ پر بڑی آفت ڈھائی۔

چنگیز خاں خود اردو کے قلب کے ساتھ دیوارِ چین کے قریب ہی رہا۔ اب اُس کی عمر پچپن سال کی تھی۔ اُس کا پوتا قوبیلائی خان پیدا ہو چکا تھا۔ گوبی کے شامیانوں میں سمور کے پورتوں میں نہیں۔ اس کے بیٹے جوان ہو چکے تھے، لیکن اس نازک گھڑی میں اس نے اپنے دستوں کی کمان ارخانوں کے سپرد کی جو لشکر کے تجربہ کار سپہ سالار تھے۔ جن کی ہر خطا معاف تھی۔ جن کی اولاد اُن کی قابلیت کے انعام میں

Marfat.com

ہر طرح کی تکلیف اور سزا سے محفوظ تھی۔ اُس نے جبی تو یان اور سوبدائی بہادر کو سکھایا تھا کہ سوار دشمنوں سے کیسے کام لیا جاتا ہے اور اُس نے آزمودہ کار مقولی بہادر کو آزمایا تھا۔

القصہ اپنے خیموں میں آرام سے بیٹھے بیٹھے چنگیز خاں نے ختنا کے زوال کا سماں دیکھا۔ وہ اُن سوار مخبروں سے دم بدم اطلاعیں سنتا رہا جو راستہ بھر کھائے پکائے بغیر اور سوئے بغیر سواری کرتے رہتے اور اسے خبریں پہنچاتے۔

مقولی نے لیاؤتنگ کے ایک شہزادے منگن کی مدد سے ین کنگ پر حملہ کیا۔ جب وہ مشرق کی طرف واپس ہوا ہے تو اُس کے ساتھ صرف پانچ ہزار مغل تھے مگر راستے میں بے شمار ختائی سپاہی اپنی فوج کو چھوڑ کے بھاگے تھے اور سپاہیوں کے بہت سے آوارہ گرد دستے اُس کے ساتھ شریک ہوتے گئے۔ سوبدائی بہادر اُس کے ایک بازو پر منڈلاہی رہا تھا۔ اُس نے ین کنگ کی بیرونی دیواروں کے سامنے اپنے خیمے استادہ کئے۔

ین کنگ میں اتنے کافی آدمی تھے کہ وہ بہت عرصے تک محاصرہ برداشت کر سکتے تھے۔ ہتھیار اور جنگی ساز و سامان بھی بہت تھا لیکن ختائی اس قدر غیر منظم تھے کہ وہ زیادہ مقاومت نہ کر سکے۔ جب بیرونِ شہر میں لڑائی ہوئی تو ایک فن سپہ سالار نے دغا دی۔ شاہی خاندان کی عورتیں اُس کے ساتھ نکل بھاگنا چاہتی تھیں مگر اس نے انھیں تاریکی میں چھوڑ دیا۔ تاجروں کے بازار میں لوٹ شروع ہو گئی اور یہ بدنصیب عورتیں، چلاتے ہوئے ڈرے ہوئے سپاہیوں کے مجمع میں مایوس اِدھر اُدھر پھرتی رہیں۔

اس کے بعد شہر کے مختلف حصوں میں آگ لگ گئی۔ محل کے برآمدوں میں خواجہ سرا اور غلام سونے اور چاندی کے زیور اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے اِدھر سے اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ دیوانِ شاہی ویران تھا اور چوکیدار اپنی جگہ چھوڑ کے لوٹنے والوں میں جا ملے تھے۔

دوسرا سپہ سالار جو باقی رہ گیا تھا، وانگ ین تھا۔ یہ شاہی خاندان سے تھا۔ کچھ دن ہوئے اُسے ایک شاہی فرمان ملا تھا۔ جس کی رُو سے ختا میں تمام قیدیوں اور ملزموں

کو معافی دی گئی تھی اور سپاہیوں کا انعام بڑھا دیا گیا تھا۔ یہ آخری کوشش بیکار تھی۔ اس سے وانگ ین کو جو اکیلا رہ گیا تھا کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ چونکہ کوئی امید باقی نہ رہی تھی سپہ سالار مرنے کی تیاری کرنے لگا۔ اس نے اپنے کمرے میں بند ہو کر اپنے شاہ سلطان کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے تئیں مجرم اور سزائے موت کا مستحق تسلیم کیا کیونکہ ین کنگ کی حفاظت نہ کر سکا تھا۔

اس نے یہ الوداعی الفاظ اپنے دامن پر لکھے۔ پھر اس نے اپنے نوکروں کو بلایا اور اپنے سارے کپڑے اور ساری دولت اُن میں تقسیم کر دی۔ جو عامل اس کا معتمد تھا اسے اس نے حکم دیا کہ اُس کے لیے زہر کا جام تیار کرے اور خود لکھتا چلا گیا۔

پھر وانگ ین نے اپنے دوست سے کمرے کے باہر جانے کی درخواست کی اور زہر کا جام پی گیا۔ ین کنگ جل رہا تھا اور جب مغل سوار اندر داخل ہوئے تو ساری آبادی پر جو اپنی حفاظت نہ کر سکتی تھی، بیحد خوف وہراس طاری تھا۔

با اصول مقولی نے فوراً شہر کا سارا خزانہ اور سارا جنگی سازوسامان خان کی خدمت میں بھیجنے کیلئے فراہم کرنا شروع کر دیا۔ اُسے ایک شاہی خاندان کے خاتمے سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔

جو قیدی افسر خان کو بھیجے گئے، اُن میں لیاؤ تنگ کا ایک شہزادہ بھی تھا جو ختائیوں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ وہ دراز قد تھا۔ اُس کی داڑھی ناف تک پہنچتی تھی۔ اُس کی گہری صاف آواز کی وجہ سے خان نے اس کی طرف توجہ کی۔ اس نے قیدی سے اس کا نام دریافت کیا۔ اس کا نام ییلیو چینٹ سائی تھا۔

چنگیز خاں نے اُس سے پوچھا "تو اُس شاہی خاندان کا ساتھ کیوں دیتا رہا جو تیرے خاندان کا دشمن تھا؟"

نوجوان شہزادے نے جواب دیا "میرا باپ اُن کے خاندان کا خدمت گزار تھا۔ اور اسی طرح میرے خاندان کے اور لوگ بھی۔ میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں

Marfat.com

قن سے وفاداری نہ کرتا۔"

مغل اس جواب سے بہت خوش ہوا۔

"تُو نے اپنے پہلے آقا کی خدمت اچھی طرح انجام دی ، اسی طرح وفاداری سے تُو میری خدمت کر سکتا ہے ، تو میرے آدمیوں میں شامل ہو جا۔"

بعض اور اشخاص کو جنہوں نے خاندانِ قن سے بیوفائی کی تھی ، اُس نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اُسے یقین تھا کہ ان لوگوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی لیو چتسائی تھا جس نے کچھ عرصہ بعد اس سے کہا۔ "تُو نے زین پر بیٹھ کے ایک بہت بڑی سلطنت کو فتح کیا ہے لیکن زین پر بیٹھے بیٹھے تو اس پر حکومت نہیں کر سکے گا۔"

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مغل فاتح کو یہ بات سچی معلوم ہوئی یا یہ کہ اُس کی رائے تھی کہ یہ قابل اور فاضل ختائی اُس کے لئے اتنا ہی کارآمد ہے جتنی پتھر اور آگ پھینکنے والی منجنیقیں ، بہرحال وہ اس کا مشورہ سن لیا کرتا۔ اُس نے لیاؤ ٹنگ کے آدمیوں میں سے ختا کے مفتوحہ صوبوں کے حاکم مقرر کئے۔

اُسے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ ختا کی گنجان سرسبز زمین کو مغلوں کی پسند کے مطابق چراگاہوں میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ رہ گئی چینیوں کی تجارت ، اُن کا فلسفہ یا اُن کے یہاں غلاموں اور عورتوں کی جو درجہ بندی تھی ، ان سب چیزوں کو وہ بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ اُن عمال کی جرأت سے متاثر ہوا جنہوں نے اپنے تاجدار کے بھاگ نکلنے کے بعد جم کر جنگ باقی رکھی اور ان آدمیوں کے استقلال و فراست میں خود اُس نے اپنے فائدہ کی سبیل دیکھی ، مثلاً لیو چتسائی ستاروں کے نام لے سکتا تھا اور ستاروں کی گردش سے فال نکال سکتا تھا۔

جب وہ ختا کے شہروں کے خزانے اپنے ساتھ قراقورم لے جانے لگا تو اپنے ساتھ چین کے بہت سے عالموں کو بھی لیتا گیا۔ اُس نے ان نئے صوبوں کی فوجی حکومت

Marfat.com

اورسنگ کی مملکت کی فتح کی تکمیل مقولی بہادر کے سپرد کی۔ سب کے سامنے اُس نے مقولی بہادر کی تعریف کی۔ اُسے نو سفید یاکوں کی دموں والا نشان عنایت فرمایا۔

اُس نے مغلوں میں یہ اعلان کیا "اس علاقے میں مقولی بہادر کے احکام کی اسی طرح پابندی ہونی چاہیئے جیسے میرے احکام کی۔"

اس آزمودہ کار سردار کو اس سے بڑا اور کوئی عہدہ نہیں دیا جاسکتا تھا چنگیز خاں نے اپنا عہد ایفا کیا اور اس نئے علاقے میں مقولی بلا مداخلت اردو کے اُس حصے کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا جو اُس کو تفویض کیا گیا تھا۔

مغل خان کے اس اقدام کی جو توجیہہ چاہیئے کر لیجیئے، اس میں شک نہیں کہ وہ واپس ہو کے اپنی مغربی سرحدوں کو مستحکم کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے یہ بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ پورے چین کو فتح کرنے میں کئی سال لگ جائیں گے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب وہ کسی غیر ملک کو فتح کر لیتا تو پھر اُسے اس ملک سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہتی۔

Marfat.com

گیارھواں باب

قراقورم

دوسرے فاتحوں کے برعکس چنگیز خاں نے ختا میں جو اس کی نئی سلطنت کا سب سے زیادہ عشرت پسند حصہ تھا، قیام نہیں کیا۔ چن خاندان کے خاتمے کے بعد جب وہ دیوارِ عظیم کے اُس پار پہنچ گیا تو پھر چین لوٹ کر واپس نہیں آیا۔ مقولی کو وہاں اُس نے امیر جنگ بنا کر اپنے پیچھے چھوڑا اور خود اُن بنجر بلندیوں کو تیزی سے لوٹ آیا جو اس کی موروثی سرزمین میں واقع تھیں۔

یہاں اُس کا مستقر تھا۔ اُس نے اپنے اُردو کے لیے صحرا کے شہروں میں سے قراقورم کا انتخاب کیا۔ قراقورم کے لفظی معنی ہیں کالی ریت۔

یہاں اُس نے اپنے اطراف ہر وہ چیز جمع کر لی جس کی ایک خانہ بدوش کو آرزو ہوتی ہے۔ یہ قراقورم بنجر سرزمینوں کا دارالحکومت، بڑا عجیب شہر تھا۔ یہاں ہواؤں کے جھکڑ جھاڑ دیتے تھے اور بیابان کی ریگ کوڑے لگاتی تھی۔ گارے اور پھونس کی جھونپڑیاں اِس طرح جمع تھیں کہ ان کے درمیان کسی طرح کی سڑک کا تصوّر باقی نہ رہنے پاتا تھا۔ شہر کے اطراف کالے سمور کے یورتوں کی مدوّر چوٹیاں تھیں۔

تکلیف اور آوارہ گردی کے ایام گذر چکے تھے۔ وسیع اصطبلوں میں چُنے ہوئے گھوڑوں کے ریوڑ جاڑوں کا موسم گذارتے تھے اور ان کی جلد پر خان کی مہر لگی ہوتی تھی۔ بڑے بڑے کھلیانوں میں قحط سالی سے بچاؤ کے لیے خوراک جمع تھی۔ آدمیوں کیلئے باجرہ اور چاول، گھوڑوں کے لیے چارہ اور گھاس۔ مسافروں اور شمالی ایشیا کے

Marfat.com

ملکوں سے جوق در جوق آنے والے سفیروں کے آرام کے لئے سرائیں جا بجا بن چکی تھیں۔

جنوب سے عرب اور ترک تاجر آتے۔ اُن سے معاملہ کرنے کا چنگیز خاں نے ایک طریقہ نکالا۔ وہ اُن سے دام نہیں چکاتا تھا۔ اگر تاجر قیمتوں کے معاملے میں تکرار کرتے تو وہ ان کا سارا مال اسباب ضبط کر لیتا۔ اگر وہ ہر چیز خان کے سپرد کر دیتے تو وہ انہیں اتنا انعام دیتا کہ انہیں اپنے سامانِ تجارت کی قیمت سے زیادہ ہی آمدنی ہو جاتی۔

شہر میں سفیروں کا جو محلہ تھا اُس کے قریب ہی پجاریوں کی بستی تھی پتھر کی مسجد کی بغل میں پُرانے بدھ مت کے مندر اور نسطوری عیسائیوں کے چھوٹے چھوٹے لکڑی کے بنے ہوئے گرجے تھے۔ ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ جس طرح چاہے عبادت کرے لیکن شرط یہ تھی کہ وہ یاسا کے قوانین کی پابندی کرے اور مغل اُردو کے اصول پر عمل کرے۔

سیّاح اور مسافر سرحد پر مغل افسروں سے ملتے۔ یہ افسر انہیں رہبروں کے ساتھ قراقرم بھیج دیتے۔ ان مسافروں کے آنے کی اطلاع پہلے ہی قافلے کی شاہراہ پر تیز رفتار اور مصروفِ عمل نامہ بروں کے ذریعے کرا دی جاتی۔ جب یہ مسافر اور سیّاح خان کے شہر کے نواح میں پہنچتے اور شہر کے قریب چرتے ہوئے ریوڑ، یورتوں کی کالی چھتیں اور اطراف کے مسطح بے شجر میدان پر کبت گاؤں کی قطاریں انہیں نظر آنے لگتیں تو اُن کی حفاظت قانون و سزا کے ذمہ دار افسر کے سپرد ہو جاتی۔

خانہ بدوشوں کے ایک پُرانے دستور کے مطابق اِن مسافروں کو دو بڑے بڑے دہکتے ہوئے الاؤوں کے درمیان سے ہو کر گذرنا پڑتا۔ اس سے انہیں عموماً کوئی نقصان نہ پہنچتا، لیکن مغلوں کا عقیدہ تھا کہ اگر ان آنے والوں میں سے کسی پر بھوت پریت کا سایہ ہے تو وہ آگ سے جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان کے

Marfat.com

رہنے اور خوراک کا انتظام کیا جاتا اور اگر خان کی اجازت مل جاتی تو انہیں اس مغل فاتح کے سامنے حاضر ہونے کا موقع ملتا۔

اُس کا دربار ریشمی استر اور سفید سمور کے ایک اونچے شامیانے میں منعقد ہوتا۔ دروازے ہی پر ایک چاندی کی میز پر گھوڑی کا دودھ، پھل اور گوشت افراط سے رکھا ہوتا کہ جو جو اس کی خدمت میں پیش ہو شکم سیر ہو کے کھانا کھائے۔ شامیانے کے دوسرے سرے پر ایک نیچی سی چوکی پر چنگیز خان جلوہ افروز ہوتا اور اس سے نیچے بائیں جانب بورتائی یا اس کی کوئی اور بیوی بیٹھی ہوتی۔

بہت کم وزیر اس کی پیشی میں حاضر ہوتے۔ شاید لیو چتسائی ہوتا، کاڑھا ہوا لبادہ پہنے، دراز ریش، بلند آواز، شاندار، یا شاید ایک الغوری میر منشی ہوتا، کاغذ کا خریطہ اور موقلم لیے ہوئے۔ یا کوئی مغل نوبان ہوتا جس کے سپرد ساقی کی اعزازی خدمت ہوتی۔ شامیانے کی دیواروں کے کنارے کنارے چوکیوں پر دوسرے سردار با ملاحظہ باادب بیٹھے ہوتے۔ یہ اُردو کا معمولی لباس پہنے ہوتے، روئی سے بھرے ہوئے لمبے لمبے کوٹ، جن کے کمربند لٹکتے ہوتے اور اوپر کو اُٹھی ہوئی سفید سمور کی ٹوپیاں۔ شامیانے کے بیچوں بیچ کانٹوں اور گوبر کا الاؤ جلتا ہوتا۔

ترخان جن کی سب سے زیادہ عزت ہوتی، جب چاہتے دَرّانہ چلے آتے اور چوکیوں پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ جاتے اور اپنے جنگ سے داغ دار ہاتھوں کو اپنی مضبوط شہسواری کی عادی رانوں پر رکھ لیتے۔ اُن کے ساتھ ہی ارخون اور دستوں کے سالار اپنا اپنا عصا سنبھالے آ بیٹھتے۔ بہت رک رک کے اور چبا چبا کے آپس میں بات چیت ہوتی اور جب خان کچھ کہتا تو ساری محفل پر سناٹا چھا جاتا۔

جب وہ کوئی بات کہہ چکتا تو اُس موضوع پر گفتگو ختم ہو جاتی۔ اس کے بعد کسی کو

Marfat.com

ایک لفظ کہنے کی مجال نہ تھی۔ بحث کرنا بد خلقی سمجھی جاتی تھی۔ مبالغہ اخلاقی پستی سمجھا جاتا تھا اور جھوٹ کی سزا دینا، سزا کے ذمہ دار افسر کا فرض تھا۔ بہت کم الفاظ زبان سے نکالے جاتے، اور بہت احتیاط اور صحتِ بیان کے ساتھ۔

اجنبی مسافروں اور سیاحوں سے توقع کی جاتی کہ وہ اپنے ساتھ تحائف لائیں۔ تحائف پہلے ہی خان کی خدمت میں پیش کر دیئے جاتے۔ اس کے بعد کہیں اس روز کے محافظ دستے کا سردار آنے والوں کو خان کی خدمت میں پیش کرتا۔ اس کے بعد نوواردوں کی تلاشی لی جاتی کہ اُن کے پاس کوئی ہتھیار تو نہیں ہیں اور انہیں ہدایت کی جاتی کہ شامیانے کی دہلیز کو مس نہ کریں اور اگر خیمہ میں باریابی ہوتی تو ہدایت ملتی کہ خیمے کی رسیوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔ دو زانو ہو کر خان سے بات کریں۔ ایک مرتبہ جب وہ اُردو میں باریاب ہوتے تو جب تک خان کی اجازت نہ ہوتی وہ واپس نہیں جا سکتے تھے۔

قراقورم جسے اب گوبی کی بڑھتی ہوئی ریت ہضم کر چکی ہے، اُس زمانے میں ایک ایسا پایہ تخت تھا جس پہ آہنی عزم سے حکومت کی جاتی تھی۔ جو لوگ اُردو میں داخل ہوتے وہ اس مالکِ تاج و تخت چنگیز خاں کے لوکر شمار ہونے لگتے۔ اس کے علاوہ اور کسی قانون کا رواج نہ تھا۔

نوی دل راہب پادری روبری کوئس لکھتا ہے "جب میں تاتاریوں میں شامل ہوا تو میں نے اپنے آپ کو ایک بالکل دوسری دنیا میں پایا۔"

یہ ایک ایسی دُنیا تھی جو یاسا کے قوانین کے مطابق چلتی تھی اور جو خاموشی سے خان کی مرضی کی پابندی کرتی۔ سارا کاروبار فوجی تھا اور نظم و ضبط انتہا درجے کا تھا۔ خان کا شامیانہ جنوب کی طرف کھلتا اور اس کے پہلو میں جگہ خالی چھوڑ دی جاتی۔ جیسے بنی اسرائیل نے مظلّے کے اطراف اپنے لیئے مقامات مقدّر کر رکھے تھے،

Marfat.com

اسی طرح سمان کے میمنہ اور میسرے میں اُردو کے لوگوں کے لیے جگہیں مقرر تھیں۔

خان کا اپنا گھر بار بہت بڑھ گیا تھا۔ بھوری آنکھوں والی بورتائی کے علاوہ خان کی اور بھی کئی بیویاں تھیں، جو اُردو کے مختلف حصّوں میں اپنے اپنے خیموں میں رہتیں اور اُن کی اپنی قوم کے لوگ اُن کی خدمت گذاری کرتے۔ اُس کی بیویوں میں ختا اور لیاؤ کی شہزادیاں تھیں، ترک شاہی خانوادوں کی بیٹیاں تھیں اور صحرا کے قبیلوں کی سب سے زیادہ خوبصورت عورتیں تھیں۔

جس طرح وہ مردوں میں فراست اور مشقت پسندی کی قدر کرتا تھا۔ جیسے وہ اچھے گھوڑوں کی تیزی اور قوتِ برداشت کو پسند کرتا تھا، اُسی طرح وہ عورتوں کے حُسن کا قدردان تھا۔ کوئی مغل اُس سے کسی مفتوحہ صوبہ کی کسی خوبصورت، خوش اندام لڑکی کا ذکر کرتا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا کہ معلوم نہیں اب وہ کہاں ہوگی تو بے صبری سے خان اُسے جواب دیتا: "اگر وہ سچ مچ خوبصورت ہے تو میں اُسے ڈھونڈھ نکالوں گا"۔

ایک بڑے مزے کی حکایت اُس کے ایک خواب کے متعلق ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوا۔ خواب یہ تھا کہ اُس کی بیویوں میں سے ایک اُسے ضرر پہنچانے کے لیے سازش کر رہی ہے۔ اُس وقت وہ حسبِ معمول میدانِ جنگ میں تھا۔ جب وہ بیدار ہوا تو فوراً پکار اُٹھا "خیمے کے دروازے پر محافظوں کا افسر آج کون ہے؟"

جب اُس افسر نے اپنا نام بتایا تو خان نے حکم دیا "میں تجھے فلاں فلاں عورت بطورِ انعام کے بخشتا ہوں۔ اُسے اپنے خیمے میں لے جا۔"

اخلاقیات کے مسئلے وہ بالکل اپنے انداز میں حل کیا کرتا تھا۔ اُس کی ایک داشتہ تھی جس کے اس کے خانوادے کے ایک اور مغل سے تعلقات ہو گئے تھے۔ جب خان نے اس پر غور کیا تو دونوں میں سے کسی کو قتل نہ کیا بلکہ دونوں کو اپنی پیشی سے دُور کر دیا اور یہ کہا "یہ میری غلطی تھی کہ ایسے ذلیل جذبات والی لڑکی میں نے اپنے لیے

Marfat.com

چینی تھی"۔

اپنے بیٹوں میں سے وہ صرف اُن چاروں کو جو بورتائی کے بطن سے تھے اپنا وارث مانتا تھا۔ وہ اس کے منتخب ساتھی تھے۔ وہ ان کی نگرانی کرتا تھا اور اُن میں سے ہر ایک کے لیئے اُس نے ایک کہنہ مشق افسر کو استاد مقرر کیا تھا۔

اور جب وہ ان کی مختلف طبیعتوں اور مختلف طرح کی صلاحیتوں سے مطمئن ہو گیا، تو اُس نے اُن میں سے ہر ایک کو ارلوق (شاہین) کا خطاب دیا تھا۔ یہ خطاب شہنشاہی نژاد کا نشان تھا۔ تنظیم و عمل میں بہت کچھ کام ان شہزادوں کے سپرد تھا۔

جوجی سب سے بڑا بیٹا تھا میر شکار مقرر ہوا۔ مغل اب بھی اپنی زیادہ تر غذا شکار ہی سے فراہم کرتے تھے۔ چغتائی کو میر قانون و سزا مقرر کیا گیا۔ اوغدائی کو میر مشاورت اور تولی کو جو سب سے چھوٹا تھا اور جو برائے نام فوج کا سپہ سالارِ اعظم تھا، خان ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ یہ جوجی وہی تھا جس کے بیٹے باتو نے تاتارانِ زریں خیل کے خانوادے کی بنیاد رکھی جس نے روس کو کچل دیا۔ چغتائی وہ تھا جسے وسطِ ایشیا ورثہ میں ملا اور جس کی اولاد میں ہندوستان کے عظیم مغلیہ خاندان کا بانی بابر تھا۔ تُولی وہ تھا جس کے بیٹے قوبلائی خان کی سلطنت بحیرۂ چین سے لے کر وسطِ یورپ تک پھیلی ہوئی تھی۔

نوجوان قوبلائی چنگیز خان کا بڑا چہیتا تھا۔ دادا کو اپنے اس پوتے پر بڑا فخر تھا۔

"اس لڑکے قوبلائی کی باتیں غور سے سنو، یہ بڑی سمجھ بوجھ کی بات کرتا ہے"۔

جب چنگیز خاں ختا سے واپس لوٹا تو اُس کی نو عمر سلطنت کے مغربی نصف حصّہ کی حالت بڑی خستہ ہو رہی تھی۔ وسطِ ایشیا کے طاقتور ترک قبیلے جو قرا ختائی سلطنت کے باجگذار تھے ایک بڑے طاقتور غاصب کے ساتھ مل گئے تھے، جس کا نام کوشلوک یا قوچلوق تھا۔ یہ نائیمان کا شہزادہ تھا اور کچھ عرصہ قبل قراقیت والی جنگ کے بعد مغلوں سے شکست کھا چکا تھا۔

کوشلوک نے دغا بازی کے ذریعے نفع اُٹھایا تھا اور ترقی کی تھی۔ اُس نے مغرب بعید کی زیادہ طاقتور سلطنتوں سے ساز باز کر کے اپنے آقا اور میزبان قراختائی کے خان کو قتل کر دیا تھا۔ جب چنگیز خان دیوارِ چین کے اس پار لڑائیوں میں مصروف تھا اُس نے کارآمدزم الیغور میں انتشار پھیلا دیا اور المالیق کے عیسائی خان کو قتل کر دیا تھا جو مغلوں کا باجگذار تھا۔ مکریت جو ہمیشہ سے متلوّن مزاج تھے۔ اُردو کو چھوڑ کے اُس سے جا ملے تھے۔

قراقرم واپس آتے ہی چنگیز خاں نے کوشلوک کی جواں مرگ سلطنت کا، جو تبّت سے سمرقند تک کے وسیع کہستانی سلسلوں میں پھیلی ہوئی تھی، قلع قمع کر دیا۔ از دو تازہ گھوڑوں[1] پر سوار ہو کے نائیمانوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ ہوا۔ قراختائی کا بادشاہ دھوکا کھا کے اپنی کمین گاہ سے باہر نکل آیا اور تجربہ کار مغلوں کے ہاتھوں خوب پٹا۔ سوبدائی بہادر کو ایک دستہ کے ساتھ علیحدہ بھیجا گیا کہ مکریتوں کو فرض شناسی کا سبق سکھائے۔ جبی نویان کو دو تومان کی سرداری عطا ہوئی اور حکم ملا کہ کوشلوک کا تعاقب کر کے اُس کی لاش لے آئے۔

کوہستانوں میں جبی نویان نے کس کس طرح داؤ گھات سے وار کیئے، اُن کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اس نے مسلمانوں کی حمائت اس طرح حاصل کی کہ کوشلوک کے علاوہ باقی تمام دشمنوں کے لیئے معافی کا حکمنامہ سنایا۔ جنگ کی وجہ سے بدھ خانقاہوں کے دروازے عرصے سے بند تھے، اُس نے انہیں پھر سے کھلوا دیا۔ پھر اُس نے سطح مرتفع پامیر پر ایک سال کے بعد شاہنشاہ کوشلوک کا تعاقب کیا

---

[1] کوشلوک کی سلطنت میں وہ علاقہ شامل تھا جس کی بعد میں تیمور لنگ سلطنت کے قلب کی سی حیثیت تھی۔ نائیمانوں اور قراختائیوں کی شکست بڑے عظیم پیمانے پر جنگ و جدال کے بعد ہوئی، لیکن متن میں ہم نے اس کا محض اشارۃً اس لیئے ذکر کیا ہے کہ ان لڑائیوں میں چنگیز خان نے بنفسِ نفیس حصہ نہیں لیا۔

Marfat.com

Marfat.com

پا ہیں

سناتا

حکومت

اپنے

آدمی تیز

انہیں اپنے قدموں

Marfat.com

نے چلی۔ وہ بڑی مہیب تھی۔ اُس کا رُخ اب مغرب کی جانب تھا اور یہ واقعہ عجیب طرح پیش آیا۔

Marfat.com

تیسرا حصہ

بارھواں باب

صمصامِ اسلام

ابھی تک چنگیز خان کی سلطنت کی حدیں مشرقی ایشیا تک محدود تھیں۔ اُس نے اپنے صحراؤں میں پرورش پائی تھی اور متمدن دُنیا سے اُسے پہلی مرتبہ ختا میں سابقہ پڑا تھا۔

اور ختا کے شہروں سے وہ پھر اپنی آبائی زمینوں کی چراگاہوں کو واپس لوٹ گیا تھا۔ حال ہی میں کوشلوک والے واقعے اور مسلمان تاجروں کی آمد و رفت سے ایشیا کے باقی نصف حصہ کے متعلق معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

اُسے اب معلوم تھا کہ اُس کی مغربی سرحد کے سلسلۂ کوہ کے اُس پار ایسی شاداب وادیاں تھیں جہاں کبھی برفباری نہ ہوتی تھی۔ وہاں ایسے دریا بہتے تھے جو کبھی منجمد نہ ہوتے تھے۔ وہاں لاکھوں مخلوق ایسے شہروں میں رہتی تھی جو قراقرم اور ین کنگ سے بھی زیادہ پرانے تھے اور ان مغرب کی آبادیوں سے وہ قافلے آتے تھے جو اپنے ساتھ بڑی آبدار تلواریں، بہترین زنجیردار زرہیں، سفید کپڑے اور سرخ چمڑے، عنبر اور ہاتھی دانت، فیروزے اور لعل لاتے تھے۔

یہ قافلے اُس تک پہنچنے کے لئے وسط ایشیا کی دیوارِ فاصل عبور کر کے آتے تھے۔ یہ دیوارِ فاصل کوہستانوں کا وہ پیچ در پیچ سلسلہ تھا جو "دُنیا کی چھت" تاغ دمبش کے قریب قریب شمال مشرق اور جنوب مغرب میں پھیلتا چلا گیا تھا۔ یہ پہاڑی روک ازمنۂ ماقبل تاریخ سے اسی طرح قائم تھی۔ قدیم زمانے کے عرب اسی کو کوہِ قاف کہتے تھے۔ یہ وسیع

Marfat.com

اور غیر آباد، پہاڑی سلسلہ گوبی کے خانہ بدوشوں، اور باقی دنیا کے درمیان حائل تھا۔

وقتاً فوقتاً خانہ بدوش قوموں نے سلسلہ کوہ کی اس فصیل کو عبور کیا تھا۔ ایسے وقتوں میں جب کہ اُن کے پیچھے مشرق کی اور زیادہ طاقتور قوموں نے انہیں نکال بھگایا تھا۔ اس سلسلہ کوہ کے اُس پار ہونی اور آوار قومیں بھی گئی تھیں، مگر پھر پلٹ کر واپس نہ آئیں۔

وقتاً فوقتاً یہ بھی ہوا تھا کہ مغربی فاتح اِس پہاڑی سلسلے کے اُس پار تک کی سرحد عبور کر لیتے۔ سترہ سو سال پہلے ایران کے بادشاہ اپنی زرہ پوش سوار فوج کے ساتھ ان پہاڑوں کے مغرب میں دریائے سندھ اور سمرقند تک آن پہنچے تھے — اور اُن علاقوں تک جہاں تاغ ولبش کی قدرتی فصیلیں نظر آتی ہیں۔ اس کے دو سو سال بعد سکندر اعظم اپنے یونانی دستوں کے ساتھ اتنی ہی دُور تک گھس آیا تھا۔

قصہ مختصر یہ سلسلہ ہائے کوہ بہت بڑے پیمانے پر برّاعظم ایشیا کو تقسیم کرتے تھے۔ ایک حصے میں چنگیز خان کے صحرا نورد رہتے تھے اور دوسرے حصے میں مغرب کی وادیوں میں رہنے والے جن کی سرزمین کو اہل ختا "تاتسین" یا دُور کا علاقہ کہتے تھے۔

ایک قابل چینی سپہ سالار ایک مرتبہ ان تنہا کوہساروں تک اپنی فوج لے آیا تھا لیکن ان پہاڑوں کے اُس پار جنگ کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی۔

اب جبی نویان نے جو مغل ارخانوں میں سب سے زیادہ تیز و تند تھا اس پہاڑی سلسلے کے قلب میں پڑاؤ ڈالا تھا اور جوجی مغرب کی طرف گردش کرتا کرتا قبچاق قبیلوں کے گھاس سے لدے ہوئے میدانوں میں جا پہنچا تھا۔ انھوں نے دو ایسے راستوں کی اطلاع بھیجی تھی جو اس پہاڑی سلسلے کے اُس پار پہنچتے تھے۔

Marfat.com

فی الوقت چنگیز خان کو تجارت سے دلچسپی تھی۔ وسط ایشیا کے اس پار کی مسلمان قوموں کی مصنوعات خصوصاً اُن کے ہتھیار سیدھی سادی زندگی بسر کرنے والے مغلوں کے لیئے بڑی شوکت اور امارت کی چیزیں سمجھے جاتے تھے۔ اس نے اپنی سرزمین کے تاجروں کی، جن میں اُس کی مسلمان رعایا کے افراد بھی شامل تھے ہمت افزائی کی کہ وہ مغرب کی طرف تجارتی قافلے بھیجیں۔

اُسے معلوم ہوا کہ مغرب میں اُس کا قریب ترین ہمسایہ خوارزم شاہ ہے، جس نے خود ایک بہت بڑی سلطنت فتح کی ہے۔ چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کے پاس قاصدوں کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا۔

"میں تجھے پیغام تہنیت بھیجتا ہوں۔ میں تیری طاقت اور تیری سلطنت کی عظمت اور وسعت سے آگاہ ہوں۔ میں تجھے اپنا عزیز فرزند سمجھتا ہوں۔ اپنی جگہ تجھے بھی یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے چین اور بہت سی ترک قوموں کو فتح کیا ہے۔ میرا ملک سپاہیوں کی خیمہ گاہ ہے، چاندی کی کان ہے اور مجھے نئے علاقوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں کا برابر کا فائدہ اسی میں ہے کہ میری اور تیری رعایا کے درمیان تجارت کے تعلقات بڑھائے جائیں"۔

اُس وقت کے مغل کے نقطۂ نظر سے یہ پیغام بڑا ہی نرم تھا۔ ختا کے آنجہانی شہنشاہ کو چنگیز خان نے جو پیغام بھیجا تھا، خالص اشتعال انگیز حقارت پر مبنی تھا۔ علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کو اس نے تجارت کا سیدھا سادا دعوت نامہ بھیجا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ کو اپنا فرزند کہنا اُس کی سُبکی کرنا تھا، کیونکہ ایشیا میں اپنے باجگذاروں کو اس خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسی طرح مفتوح ترک قبیلوں کا ذکر بھی ذرا خار دار تھا کیونکہ شاہ خود تُرک تھا۔

خان کے قاصد شاہ کے لیئے بیش قیمت تحفے لائے — چاندی کی سلیں

بیش قیمت جیڈ، سفید اونٹوں کی اُون کے لبادے، لیکن کانٹا کھٹک ہی گیا۔ شاہ نے پوچھا: "چنگیز خاں ہے کون؟ کیا اُس نے سچ مچ چین کو فتح کرلیا ہے؟"

قاصدوں نے عرض کی کہ ہاں یہ صحیح ہے۔

"کیا اُس کی فوجیں میری فوجوں کی طرح کثیر ہیں" شاہ نے پھر یہ سوال کیا۔

قاصد مسلمان تھے مغل نہیں تھے۔ انہوں نے بڑی مصلحت بینی سے اس سوال کا جواب مبہم طور پر یوں دیا کہ خان کے لشکر کا اور اُس کے لشکر کا کوئی مقابلہ نہیں۔ شاہ مطمئن ہو گیا، اور اُس نے تاجروں اور سامانِ تجارت کا مبادلہ منظور کر لیا۔ ایک آدھ سال معاملہ ٹھیک رہا۔

اس عرصہ میں چنگیز خاں کی شہرت دوسرے مسلم ملکوں تک پہنچی۔ خلیفۂ بغداد اسی خوارزم شاہ کی تعدی سے ہراساں تھا۔ خلیفہ کو لوگوں نے سمجھایا کہ چین کی سرحد پر جو خان ہے وہ اُس کی مدد کر سکتا ہے۔ بغداد سے قراقورم کو ایک قاصد بھیجا گیا اور چونکہ وہاں تک پہنچنے کے لئے خوارزم شاہ کے علاقوں سے ہو کر گذرنا ضروری تھا اس لیے کچھ احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں۔

تاریخوں کا بیان ہے کہ اس قاصد کا منصب اور پیغام اُس کے سر کے بال مونڈ کر سر کی جلد پر آتشیں قلم سے لکھا گیا تھا۔ اُس کے بعد بال بڑھ گئے اور قاصد کو اُس کا پیغام رٹا دیا گیا تھا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھیک ہوا۔ خلیفہ کا قاصد مغل خان کے دربار میں پہنچ گیا۔ پھر سے اُس کے سر کے بال مونڈے۔ اُس کا منصب شناخت کیا گیا اور اُس کا پیغام سنا گیا۔

چنگیز خاں نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ چونکہ قاصد اکیلا آیا تھا اور چونکہ اس نے بڑی منت سے مدد کی درخواست کی تھی۔ اِس لیئے خان پر اس کا اچھا اثر نہ ہوا اور پھر خوارزم شاہ سے تجارتی معاہدہ بھی تھا۔

لیکن اس مغل نے تجارت کا جو تجربہ شروع کیا تھا وہ یکلخت ختم ہوگیا۔ شاہ کے ایک مغربی سرحدی قلعہ اترار کے قلعہ دار اینل جق نے قراقورم کے کئی سو تاجروں کے ایک قافلے کو گرفتار کر لیا۔ اینل جق نے اپنے آقا کو یہ اطلاع بھیجی کہ تاجر دل میں کئی جاسوس تھے — بہت ممکن ہے کہ واقعہ بھی یہی ہو۔

محمد خوارزم شاہ نے بے سمجھے بوجھے قلعدار کو حکم بھیجا کہ تاجروں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ تمام تاجر قتل کر دیئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد اس کی اطلاع چنگیز خاں کو ہوئی۔ جس نے احتجاج کرنے کے لیئے شاہ کے پاس قاصد بھیجے۔ محمد خوارزم شاہ کو یہی سوجھی کہ قاصدوں کے امیر کو قتل کر دے اور باقیوں کی داڑھیاں جلا دے۔

جب اس کی سفارت کے باقی ماندہ لوگ چنگیز خاں کے پاس واپس پہنچے تو گوبی کا آقا ایک پہاڑ پر چڑھا کہ وہاں اکیلا اس معاملے پر غور کرے۔ مغل قاصد کے قتل کی سزا دینی ضروری تھی۔ رسم یہی تھی کہ زیادتی کی جائے تو اُس کا بدلہ ضرور لینا چاہیئے۔

خان نے اعلان کیا "نہ آسمان پر دو سورج چمک سکتے ہیں، نہ زمین پر دو خاقان ایک ساتھ رہ سکتے ہیں"

اب سچ مچ کوہساروں میں جاسوس دوڑائے گئے۔ چابک سواروں نے صحراؤں میں گشت کر کے اُردو کے جھنڈوں کے تلے سپاہیوں کو طلب کرنا شروع کیا۔ اس مرتبہ شاہ کو ایک مختصر اور ڈراؤنا پیغام بھیجا گیا۔

"تُو نے جنگ کا انتخاب کیا ہے۔ اب جو ہونا ہے وہ ہوگا۔ اور کیا ہوگا؟ ہمیں معلوم نہیں، صرف خدا کو معلوم ہے"

ان دو خاقانوں کے درمیان جنگ چھڑنی لازمی تھی۔ اب وہ چھڑ چکی تھی، لیکن مغل زیادہ محتاط تھا۔ اُس نے جنگ تب شروع کی تھی جب کہ دوسرے نے اس کی وجہ

فراہم کی تھی۔

یہ سمجھنے کے لیئے کہ چنگیز خان کو کن حالات کا سامنا کرنا تھا۔ آیئے پہاڑوں کے اُس پار کی دُنیا دیکھیں، دنیائے اسلام اور خوارزم شاہ کی سلطنت۔

یہ دُنیا صاحبِ سلیقہ لوگوں کی تھی۔ اسے گانا سننے اور سمجھنے کا ہنر بھی آتا تھا۔ اس دنیا میں اندرونی کشمکشیں اور مصیبتیں بھی تھیں۔ یہاں دولت پیدا کی جاتی تھی۔ غلامی کا رواج تھا، اور بعض علاقوں میں سازش کا دور دورہ تھا۔ اس زمانے میں حکومت مُرتشی اور زبردستی محصول وصول کرنے والوں کے ہاتھ میں تھی۔ عورتیں خواجہ سراؤں کی حفاظت میں تھیں اور ضمیر اللہ کے سپرد۔

مختلف فرقے قرآن مجید کی مختلف تفسیریں اور توجیہیں کرتے تھے۔ اس دُنیا میں ناداروں کو زکوٰۃ دی جاتی تھی۔ صفائی اور پاکیزگی کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ روشن صحنوں میں مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور امیر غربا کا بڑا خیال اور لحاظ رکھتے تھے۔ اپنی عمر میں کم از کم ایک مرتبہ ہر شخص زیارت بیت اللہ کے لیئے مکہ معظمہ کا سفر کرتا تھا۔ اس زیارت میں امیر غریب سب دوش بدوش مساوات کے ساتھ شریک ہوتے۔ اُن کا عقیدہ اور زیادہ قوی ہو جاتا اور جب وہ گھر واپس آتے تو زائرین کی کثرت اور دنیائے اسلام کی عظمت اور وسعت سے متاثر ہو کے واپس آتے۔

کئی سو سال پہلے اُن کے نبیؐ نے جو شعل فروزاں کی تھی اس کی روشنی عربوں نے دُور دُور تک پہنچائی۔ اس کے بعد مختلف اسلامی اقوام نے بہت سی فتوحات مل جل کر حاصل کیں۔ اسلامی عساکر کی پہلی فوج اُن کو ہسپانیہ، پورے شمالی افریقہ، مصر اور صقلیہ تک لے گئی۔ وقت گذرنے پر مسلمانوں کی عسکری طاقت عربوں کے بجائے ترکوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی لیکن عربوں اور ترکوں نے مل کر نصرانیوں کی اُن زرہ پوش

Marfat.com

فوجوں کا مقابلہ کیا جو اُن سے یروشلم چھیننے کے لیے صلیبی جنگوں میں بار بار مغرب سے آتی تھیں۔

تیرھویں صدی میں اسلامی دُنیا کی عسکری طاقت اپنے پورے عروج پر تھی صلیبی جنگجوؤں کی طاقت ٹوٹ چکی تھی اور انہیں ارضِ مقدس کے ساحلوں تک واپس دھکیلا جا چکا تھا۔ ترکوں کی پہلی فوج نے زوال آمادہ یونانی قیصریت سے ایشیائے کوچک کا بڑا حصّہ چھین لیا تھا۔

بغداد میں عباسی خلفاء جو امیر المومنین کہلاتے تھے، اب بھی ہارون الرشید اور البرامکہ کے زمانے کی شوکت و سطوت کا چراغ جلائے رکھتے تھے۔ فنونِ لطیفہ میں شاعری اور موسیقی کا خاص طور پر رواج تھا۔ حاضر جوابی سے قسمتیں بن جاتی تھیں۔

عمر خیّام جو بڑا صاحبِ نظر منجم تھا اُس نے یہ رُباعی لکھی ہے:۔

قُرآں کہ مہین کلام خوانند اُو را

گہ گاہ نہ بر دوام خوانند اُو را

در خطِّ پیالہ آیتے ہست مقیم

کاندر ہمہ جا مدام خوانند اُو را

لیکن عمر خیام جیسا مفکّر بھی اسلامی عسکریّت کی شان و شوکت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

ہر جا کہ گلے و لالہ زارے بُود است

از سُرخیِ خُونِ شہر یارے بُود است

عمر خیّام اپنی رباعیاں لکھتے لکھتے اضطراب و مایوسی کے عالم میں ہارون الرشید کے دربار اور محمود غزنوی کے تختِ طلائی کے متعلق سوچ لیا کرتا کبھی کبھی وہ جنّت کے تصوّر کے متعلق بھی خیال آرائی کرتا۔

عمر خیام اور ہارون الرشید کو مرے عرصہ ہو چکا تھا لیکن محمود غزنوی کی اولاد اب بھی شمالی ہند پر حکمران تھی۔ خلفائے بغداد کو اب دُنیا کی زیادہ سمجھ بوجھ ہو گئی تھی اور وہ بجائے فتوحات کے سیاسیات کی طرف زیادہ توجہ کرتے تھے۔ اب بھی اسلامی مجاہدین میں یہ جذبہ موجود تھا

Marfat.com

کہ آپس کے جھگڑے بھول کے اپنے دین وایمان کے دشمن کے مقابلے میں متحد ہو جائیں۔ اب بھی ان مجاہدین کی شوکت اولوالعزمی کا وہی حال تھا جو ہارون الرشید کے زمانے میں تھا۔ جب کہ الف لیلہ کی روائتوں کے مطابق وہ اپنے یاران بادہ خوار سے مذاق کیا کرتا تھا۔

جنگجو بادشاہوں کے یہ نام لیوا بڑی زرخیز سرزمین پہ آباد تھے۔ جہاں درخت پوش پہاڑوں سے نکلی ہوئی ندیاں صحرا کی ریت اور مٹی کو سیراب کر کے اس سے بافراط غلّہ اور میوے اگاتیں۔ یہاں آفتاب کی حرارت سے ذہانت تیز ہوتی تھی اور عیش پسندی کا میلان بڑھتا تھا۔ ہوشیار کاریگر اسلحہ بناتے۔ ان ہتھیاروں میں ایسی لچکیلی تلواریں تھیں جو لچک کے دہری ہوسکتی تھیں۔ ڈھالیں تھیں جن پر نقرئی کام منقش ہوتا۔ زنجیردار زرہیں اور فولاد کے ہلکے ہلکے خود تھے۔ یہ لوگ تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں پر سواری کرتے مگر یہ گھوڑے جلدی تھک جاتے تھے۔ آتش نفت اور یونانی آگ کے استعمال کے اسرار سے یہ واقف تھے۔

ان کی تفریح کے بہت سے سامان تھے۔ ایک شاعر کے الفاظ ہیں: "شعر اور نغمہ اور موسیقی، بہتی ہوئی لذیذ شراب چوسر اور شطرنج اور شکار گاہ شہباز اور تیز چیتے، گوے و چوگان، دربار، میدانِ جنگ اور لاجواب ضیافتیں، گھوڑے اور ہتھیار، فیاضی کی زندگی، خدا کی حمد وثنا اور اس کی عبادت۔"

دارالسلام کے قلب میں اس وقت علاؤالدین محمد خوارزم شاہ امیر جنگ کی حیثیت سے متمکن تھا۔ اس کی سلطنت ہندوستان سے بغداد تک، بحیرۂ خوارزم سے خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی۔ دارالسلام میں سلجوق ترکوں کے علاوہ جنہوں نے صلیبی محاربین کے مقابلے میں فتح حاصل کی تھی اور مصر کے مملوکوں کے سوا اب پر اس کی حکومت مسلّم تھی شہنشاہ وہی تھا اور خلیفۂ بغداد کی زجو اس سے لڑ چکا تھا مگر اس کی طاقت کے آگے ہار گیا تھا) وہی حیثیت رہ گئی تھی جو پوپ جیسے مذہبی پیشوا کی ہوتی ہے۔

خوارزمیوں کا شہنشاہ علاؤالدین محمد بھی چنگیز خان کی طرح ایک خانہ بدوش قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے آباؤ اجداد سلجوقِ اعظم ملک شاہ کے غلام اور پیالہ بردار رہ چکے

تھے۔ وہ اور اُس کے آتابک سوار سب کے سب ترک تھے۔ وہ سچا تورانی سپاہی تھا عسکریت اُس کی جبلت میں تھی۔ سیاسی نکموں کی تہ تک وہ آسانی سے پہنچ جاتا اور اُس کے بخل کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔

ہمیں معلوم ہے کہ وہ سفاک بھی بہت تھا اور وقتی جذبے کی تسلّی کے لیے اپنے ساتھیوں کو اکثر قتل کرا دیتا۔ کسی بزرگ سید کو قتل کر دیتا اور پھر خلیفۂ بغداد سے شفاعت کی دعا مانگنے کی درخواست کرتا۔ اگر خلیفہ اس کی بات نہ مانتا تو اُس سے باغی ہو کے کسی اور کو خلیفہ بنانے میں بھی اُسے دریغ نہ تھا۔ اسی طرح کے ایک جھگڑے کی وجہ سے بغداد سے چنگیز خان کے پاس ایلچی بھیجا گیا تھا۔

خوارزم شاہ کو ملک گیری کی ہوس بھی بہت تھی اور خوشامد پسند بھی تھا۔ غازی کے خطاب سے وہ بڑا خوش ہوتا اور اس کے درباری شاعر قصیدوں میں اُسے اسکندر ثانی کہتے۔ اپنی ماں کی سازشوں کو اُس نے بڑی تعدی کے ساتھ فرد کیا اور اپنے وزیر مدار المہام سے ہمیشہ الجھتا رہتا۔

اُس کی چار لاکھ نبرد آزما فوج کا قلب خوارزمی ترکوں پر مشتمل تھا لیکن وہ جب چاہتا ایران سے بھی فوج طلب کر سکتا تھا۔ وہ جہاں جاتا، جنگی ہاتھیوں، قطار در قطار اُشتروں اور مسلح غلاموں کے جم غفیر کی صفیں کی صفیں اس کے ہمرکاب رہتیں۔

لیکن اُس کی سلطنت کی اصلی پشت پناہ بڑے بڑے شہروں کی وہ کڑی تھی جو دریاؤں کے کنارے پھیلی ہوئی تھی۔ بخارا جو اپنے مدرسوں اور اپنی مساجد کی وجہ سے دنیائے اسلام کا مرکز تھا۔ سمرقند جو اپنی بلند بالا دیواروں اور باغوں اور تفریح گاہوں کی وجہ سے مشہور تھا اور بلخ اور ہرات جو خراسان کے قلب میں واقع تھے۔

چنگیز خان اس دنیائے اسلام سے اس کے حوصلہ مند شاہ، اس کے کثیر عساکر اور اس کے عظیم الشان شہروں سے قریب قریب ناواقف تھا۔

Marfat.com

تیرھواں باب

مغرب کو یلغار

مسلمان ترکوں کے مقابلے میں فوج کشی سے پہلے چنگیز خان کو دو مسائل حل کرنا تھے۔ جب اُس نے ختا کی فتح کے لیے پیش قدمی کی تھی وہ اپنے ساتھ اپنے سارے حلیف صحرائی قبیلوں کو لیتا گیا تھا۔ اب کئی سال کے لیے اُسے اپنی نئی فتح کی ہوئی سلطنت کو چھوڑ کے جانا تھا، ابھی ابھی اس نئی سلطنت کی تنظیم ہوئی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی ضروری تھا کہ اس سلطنت پر کوہستان کے سلسلے کے اُس پار سے حکومت جاری رہے۔

اِس مسئلے کو اُس نے اپنے طریقے پر حل کیا۔ مقولی ختا کو آگ اور تلوار کے زور سے روکے ہوئے تھا۔ لیاؤ کے شہزادے اپنے عقب میں نظم و ضبط قائم کرنے میں مصروف تھے چنگیز خان نے اپنے دیگر مقبوضہ علاقوں میں سے ایسے صاحب خاندان اور ملک گیری کی ہوس رکھنے والے معززین کی فہرست بنائی، جن سے اس کا اندیشہ تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں شورش کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک مغل قاصد کے ذریعے چاندی کی تختی پر اُردو میں حاضر ہونے کا حکم نامہ بھیجا گیا۔ اس بہانے سے کہ اُسے اُن کی خدمات کی ضرورت ہے۔ چنگیز خان انہیں اپنے ساتھ سلطنت کے باہر یورش کے لیے لیتا گیا۔

وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ خود کہیں بھی رہے زمام حکومت اُسی کے ہاتھ میں رہے۔ قاصدوں کے ذریعے وہ گوبی میں خانوں کی مجلس مشاورت سے رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک بھائی کو قراقورم کا گورنر بنا کے پیچھے چھوڑا۔

Marfat.com

جب یہ مسئلہ حل ہو چکا تھا تو دوسرا اور اس سے زیادہ ٹیڑھا مسئلہ یہ درپیش تھا کہ ڈھائی لاکھ سپاہیوں کے اردو کو جھیل بیکال سے کس طرح وسطِ ایشیا کے اونچے کہساروں کے اُس پار ایران تک پہنچایا جائے۔ فضائی فاصلے کے حساب سے کوئی دو ہزار میل کی مسافت تھی۔ یہ علاقہ ایسا تھا کہ آج بھی مسافر مسلح قافلے کے ساتھ ہی اس علاقے میں سفر کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ آج کل کی فوج اگر اتنی ہی کثیر تعداد میں ہو تو اس یلغار میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اُسے کوئی شک نہیں تھا کہ اس کا اردو کامیابی سے اس مسافت تک یلغار کر سکے گا۔ اُردو کو اس نے ایک ایسی فوجی طاقت میں ڈھال دیا تھا کہ وہ زمین پر ہر کہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس فوج کے نصف حصّے کو دوبارہ گوبی دیکھنا نصیب نہ ہو سکا لیکن اُس کے بعض مغل طول البلد کے نوّے درجوں کا چکر کاٹ کے پھر واپس لوٹ آئے۔

۱۲۱۹ء کے موسمِ بہار میں جنوب مغرب کی ایک ندی کے کنارے کی چراگاہوں میں اردو کو مجتمع ہونے کا حکم صادر کیا۔ یہاں مختلف سپہ سالاروں کی سرکردگی میں اُس کے تومان اکٹھے ہوئے۔ ایک ایک سوار کے جلو میں چار پانچ گھوڑے تھے۔ مویشیوں کے بڑے بڑے گلّے چراگاہوں میں ہانک دیئے گئے اور گرمیوں کی ہری بھری گھاس چر چر کے موٹے ہوتے رہے۔ خان کا سب سے چھوٹا بیٹا اعلیٰ سپہ سالار کا عہدہ سنبھالنے کیلئے آگیا اور پت جھڑ کے شروع میں بنفسِ نفیس چنگیز خان کی سواری قراقورم سے آئی۔

اُس نے اپنی خانہ بدوش سلطنت کی عورتوں کو یوں مخاطب کیا: "تم ہتھیار تو نہیں سنبھالو گی، البتہ تمہارے ذمّے ایک اور فرض ہے۔ عورتوں میں اچھی طرح خانہ داری کرنا کیونکہ جب سپاہی لڑ کے واپس لوٹیں تو قاصدوں اور سفر کرنے والے نویان سرداروں کو رات گذارنے کے لیے صاف ستھری جگہ اور اچھا کھانا مل سکے۔ بیوی سپاہی کی اسی طرح عزّت کر سکتی ہے۔"

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ اپنے لشکر کی طرف جاتے جاتے اُسے یہ خیال بھی آیا کہ وہ اس جنگ سے زندہ لوٹ کے نہ آئے گا۔ درختوں کے ایک خوبصورت سے جنگل میں صنوبروں کے ایک اونچے جھنڈ کے قریب سے گذرتے ہوئے اس نے کہا: "یہ جگہ ہرنوں کے شکار کے لئے اچھی ہے اور بوڑھے کے آرام کرنے کے لئے بھی بہت مناسب ہے۔"

اُس نے حکم دیا کہ اس کی موت پر اُس کا مجموعۂ قوانین "یاسا" بآواز بلند پڑھا جائے اور سب اُس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اُردو اور اردو کے افسروں سے اُس نے کچھ اور بھی کہا۔

"میرے ساتھ چلو اور زور آزمائی سے اُس شخص کو نیچا دکھاؤ جس نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ تم فتح میں میرے شریک ہو گے۔ دس سپاہیوں کا سردار ہو یا دس ہزار کا، سب پر اطاعت فرض ہے جو اپنے فرض سے غفلت کرے گا موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور اس کی عورتوں اور بچوں کا بھی یہی حشر کیا جائے گا۔"

اپنے بیٹوں، ارخانوں اور مختلف سرداروں سے مشاورت کرنے کے بعد خان نے سوار ہو کے اپنے اُردو کے مختلف دستوں کا معائنہ کیا۔ اب اس کی عمر چھپن سال کی تھی۔ اُس کے چوڑے چہرے پر جابجا جھریاں پڑ گئی تھیں۔ اُس کی جلد سخت ہو چلی تھی۔ وہ اپنے تیز رفتار سفید گھوڑے کی چوٹی دار زین پر، چھوٹی چھوٹی رکابوں میں پیر جمائے، گھٹنے اٹھائے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی اوپر کی طرف اٹھی ہوئی سفید سموری ٹوپی میں باز کے پر لگے ہوئے تھے اُس کے دونوں کانوں پر سرخ کپڑے کی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں، جیسے کسی جانور کے سینگ ہوتے ہیں، لیکن ان کا اصلی مصرف تیز ہوا میں ٹوپی کو مضبوط باندھنا تھا۔ اُس کا لمبی آستینوں والا چرمی لبادہ سونے کی پیٹیوں یا سنہری اطلس کے کمربند سے بندھا ہوا تھا — زیادہ بات چیت کئے بغیر وہ آراستہ دستوں کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھتا چلا گیا۔ اردو پہلے کے مقابلے میں اب

Marfat.com

سازوسامان سے زیادہ آراستہ تھا طوفانی دستوں کے گھوڑے سرخ یا سیاہ منقش چمڑے کی زرہوں میں محفوظ تھے۔ ہر سپاہی کے پاس دو کمانیں تھیں اور ایک ایک فالتو ترکش تاکہ اگر کمی زیادہ ہو تو کام آسکے۔ اُن کے خود ہلکے اور بڑے کار آمد تھے اور خود کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا۔ جس پر لوہے کی گھنڈیاں لگی تھیں، تاکہ پیچھے گردن کی حفاظت ہو سکے۔

ڈھالیں صرف چنگیز خاں کے محافظ دستے کے پاس تھیں۔ بھاری سوار فوج کے پاس تلواروں کے سوا، پیٹیوں سے جنگی کلہاڑے اور کمندیں لٹک رہی تھیں بعض کے کمربندوں میں منجنیقیں کھینچنے یا کیچڑ میں دھنسی ہوئی گاڑیاں نکالنے کے لیے رسیاں تھیں۔ دوسرا سامان بہت مختصر اور صرف بقدرِ ضرورت تھا ـــــ چمڑے کی تھیلیاں گھوڑے کے چارے کے لیے اور سپاہی کے لیے صرف ایک پیالہ۔ موم اور تیروں کے پھل تیز کرنے کے لیے پتھر اور کمانوں کے لئے کچھ فالتو تانت، کچھ دنوں بعد ہر آدمی کے لیے نازک موقع جنگ کے لئے خوراک ورسد کا انتظام تھا ـــــ دھوئیں پر رنگا ہوا گوشت اور جمے ہوئے دودھ کے سوکھے ٹکڑے۔ اس جمے ہوئے دودھ کو پانی میں ڈال کے جوش دیا جا سکتا تھا۔

ابھی تک تو وہ سیدھے راستے پر سفر کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ بہت سے چینی تھے اور ایک نیا دستہ بھی تھا۔ یہ بظاہر دس ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اس کا سردار ایک چینی تھا جس کا عہدہ "کا پاؤ یو" (توپ خانے کا امیر) تھا۔ اس کے سپاہیوں کو محاصرے کے لیے منجنیقیں، آگ پھینکنے کے ڈھانچے بنانے اور ان کا م لینے میں مہارت حاصل تھی۔ منجنیقیں اور اس قسم کی دوسری مشینیں پوری کی پوری نہیں منتقل کی جا رہی تھیں۔ ان کے ٹکڑے الگ الگ تھے اور چھکڑوں میں لے جائے جا رہے تھے۔ رہ گئی ہو پاؤ یا آگ پھینکنے کی مشین، اس کی کارگذاری ہم آگے چل کے دیکھیں گے۔

Marfat.com

یہ لشکر مویشیوں کے ریوڑوں کو ہنکاتا ہوا، چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلوں میں آہستہ آہستہ گھستا چلا گیا۔ اس کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی اور اس تعداد کو ایک ساتھ رکھنا بڑا مشکل تھا کیونکہ اس کی خوراک کا انتظام مویشیوں کے ریوڑ یا زمین کی پیداوار سے ہوتا تھا۔ چنگیز خاں کے سب سے بڑے بیٹے جوجی کو دو تومانوں کا سردار بنا کے لشکر سے الگ کیا گیا تھا اور جی نویان سے جا ملنے کے لیے طیان شان کے سلسلۂ کوہ کے اُس پار بھیجا گیا۔ باقی فوج پھیل گئی اور وادی وادی سفر طے کرنے لگی۔

یلغار کے شروع میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ منجم شک میں پڑ گئے۔ وقت سے پہلے برفباری شروع ہو گئی۔ خان نے لیو چتسائی کو بلوا بھیجا اور اس سے کہا کہ اس کا کیا شگون ہے۔

چتسائی نے جواب دیا "اس سے یہ شگون نکلتا ہے کہ سرد اور سرمائی سرزمینوں کا آقا گرم ملکوں کے تاجدار پر فتح پائے گا۔"

اُس سرما میں خطائی دستے کو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔ ان کے ساتھ ایسے لوگ بھی تھے جو بیماریوں کے علاج کے لیے جڑی بوٹیوں کو جوش دے کے حل کر سکتے تھے۔ جب کسی خیمے کے آگے نیزہ اس طرح گڑا ہو تا کہ انی نیچے گڑی ہوئی ہوتی تو یہ سمجھا جاتا کہ اس خیمے میں کوئی مغل بیمار ہے۔ علاج کے لیے جڑی بوٹیوں اور ستاروں کے ان ماہروں کو فوراً طلب کیا جاتا۔ فوج کے ساتھ اور بھی کئی لوگ تھے جو لڑائی میں حصہ نہیں لے رہے تھے۔ ان میں مترجم تھے، ایسے تاجر تھے جن سے آگے چل کے جاسوسی کا کام لیا جانے والا تھا۔ عمال تھے تاکہ مفتوحہ صوبوں کا انتظام کر سکیں۔ کسی معاملے میں بھول نہیں کی گئی تھی۔ ہر ہر تفصیل کا اپنی جگہ لحاظ رکھا گیا تھا۔ ایک افسر محض اسی لیے مقرر تھا کہ گم شدہ اشیاء کی حفاظت کرے۔

اس کا انتظام تھا کہ اسلحہ پر جو آب تھی اُس پر زنگ نہ لگے۔ زینوں پر پالش

Marfat.com

ہوتی رہے بھیلیاں بھری رہیں صبح کا نقارہ کوچ کے لیئے بجایا جاتا، پہلے مویشیوں کے ریوڑ کو ہنکایا جاتا، پیچھے پیچھے سپاہی چھکڑوں کے ساتھ چلتے ۔ شام تک پھر ریوڑوں کے پاس پہنچ جاتے اور ذمہ دار افسر کا نشان نصب کیا جاتا ۔ اس کے اطراف خیمے لگائے جاتے اور سپاہی اپنے اپنے یورت چھکڑوں یا اونٹوں پر سے اتار لیتے ۔

راستے میں کئی ندیاں پار کی گئیں۔ آگے آگے بیس یا اس سے زیادہ گھوڑوں کی قطار کو زین کے تسموں اور زنجیروں سے ایک ساتھ باندھ دیا جاتا اور یہ پہلے دھارے کے مقابلے میں بڑھتے ۔ کبھی کبھی سواروں کو گھوڑوں کی دُمیں پکڑ کے تیرنا پڑتا ۔ درخت کی شاخ چمڑے کے سازمیں ٹھونس کے تسموں سے باندھ دی جاتی تاکہ تیرتی رہے اور پھر سپاہی اس کو اپنی کمر کی پیٹی سے باندھ لیتا ۔ کچھ دنوں بعد دریا جم گئے اور برف کے اوپر سے دریاؤں کو عبور کیا جانے لگا ۔

ہر چیز یہاں تک کہ ریت کے ٹیلے اور بنجر زمین برف سے ڈھکی ہوئی تھی ۔ املی کے سوکھے ہوئے بھُورے بھورے درخت ہوا کے جھکڑوں میں ناچنے لگتے ۔ جیسے وہ بوڑھوں کے بھوت ہوں ۔ راستوں پر بارہ سنگوں اور جنگلی بھیڑوں کے سینگ برف میں دھنسے ہوئے نظر آتے ۔

جوجی کے دستے جنوب کی طرف مڑ گئے اور سات ہزار فُٹ اُونچے درّوں سے گذر کر پیچھے "پی لو" یا شمالی شاہراہ تک پہنچ گئے جو طیان شان کے آگے ہے ۔

یہ ایشیا کی قدیم ترین تجارتی شاہراہوں میں سے ہے ۔ یہاں انہیں پشم دار اونٹوں کی قطاروں کی قطاریں ملیں ۔ جن میں ہر اونٹ کی نکیل دوسرے کی دُم سے بندھی ہوئی تھی اور آہستہ آہستہ چلنے میں اُن کی زنگ آلود گھنٹیاں بھی ساتھ ساتھ بجتی جاتی تھیں ۔ ایسے سینکڑوں اونٹ غلے اور کپڑے اور ایسے ہی سامان سے لدے ہوئے بس کوئی چھ سات آدمیوں اور ایک کتّے کے پیچھے آہستہ آہستہ جا رہے تھے ۔

Marfat.com

اُردو کا اصلی حصّہ مغرب کی طرف مقابلتہً آہستہ آہستہ بڑھا۔ درّوں اور گھاٹیوں سے اترتا ہوا، منجمد جھیلوں کو طے کرتا ہوا اور دُزنگاریہ تک پہنچا۔ یہی وہ درّہ ہے جس سے گذر کے ایشیائے بلند کے قبیلے دھاوا کرتے رہے تھے۔ یہاں طوفانی ہواؤں اور انتہائی شدید سردی سے وہ بہت پریشان ہوئے۔ سردی اتنی تھی کہ اگر "بوران" (کالے طوفان) کے دوران میں کوئی ریوڑ کسی درّے میں پھنس جاتا تو وہیں جم کے یخ ہو جاتا۔ مویشی جتنے بھی تھے وہ یا تو مرکھپ گئے تھے یا غذا بن چکے تھے۔ چارے کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا، چھکڑے مجبوراً پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے، اور صرف کچھ سخت جان اونٹ باقی بچے تھے۔

ختا کے یلوچتسائی نے اس مغرب کی جانب کی یلغار کے متعلق لکھا ہے "عین گرمیوں میں بھی ان پہاڑوں پر برف افراط سے گرتی اور جمتی ہے۔ اس راہ سے گذرتے ہوئے فوج کو برف کاٹ کے راستہ بنانا پڑا۔ یہاں چیل اور صنوبر اتنے اُونچے اونچے ہیں کہ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ چن شان (سنہرے پہاڑوں) کے مغرب میں جتنے دریا ہیں وہ سب مغرب کی طرف بہتے ہیں۔

اِس طوفانی درّے کے پار مغربی پہاڑوں میں پہنچ کے سپاہیوں نے درخت کاٹے اور بڑے تنوں سے تنگ پہاڑی شگافوں پر پل بنائے۔ گھوڑوں نے اپنے سموں سے برف کھود کھود کے گھاس اور سبزی چرنی شروع کی۔ شکاری شکار ڈھونڈنے کے لیئے آگے بڑھے۔ ایشیائے بلند کی اس بے پناہ سردی میں دو لاکھ آدمیوں نے اپنا راستہ بنایا اور اتنی صعوبتیں برداشت کیں کہ اگر آج کل کی فوج ہوتی تو پوری کی پوری ہسپتال میں پڑی ہوتی۔ مغلوں پر ان تکلیفوں کا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ برف گرتی ہوتی اور وہ گرتی ہوئی برف میں بھیڑوں کی کھالیں اور چمڑے اوڑھ کے پڑ کے سو جاتے۔ ضرورت کے وقت گول مضبوط یورتوں میں انہیں تھوڑی بہت گرمی میسر آجاتی۔ جب غذا باقی نہ رہتی تو وہ گھوڑے کی فصد کھولتے تھوڑا سا خون پی لیتے اور پھر رگ کو ٹانکے دے دیتے۔

Marfat.com

پہاڑوں میں سو میل کے عرض تک پھیلے ہوئے، وہ بڑھتے چلے گئے۔ برف گاڑیاں اُن کے پیچھے پیچھے کھڑکھڑاتی ہوئی چلتی رہیں۔ مرے ہوئے جانوروں کی ہڈیوں سے وہ راستے کے نشان ڈھونڈتے رہے۔

جب برف پگھلنے کا زمانہ آیا تو یہ لشکر مغرب کے میدانوں میں پہنچ چکا تھا۔ جھیل بالکش کے ویران علاقے میں اُس نے تیزی سے پیش قدمی کی۔ جب نئی نئی گھاس نکلنے لگی تو وہ قراتاؤ (کالے سلسلۂ کوہ) کی آخری حدِ فاصل کو تیزی سے پھاندتا ہوا گذر رہا تھا۔ دُبلے پتلے گھوڑوں پر مغل کوچ کے پہلے بارہ سو میل کا فاصلہ طے کر چکے تھے۔

اب مختلف دستے جمع ہونے لگے۔ مختلف سپہ سالاروں کے درمیان ربط قائم کرنے والے افسر تیزی سے گھوڑے دوڑانے لگے۔ عجیب ہئیت کذائی والے تاجر دو دو تین تین ٹکڑیوں میں ادھر اُدھر گھوڑوں پر منتشر ہو گئے تاکہ مخبری کر سکیں۔ ہر دستے کے آگے آگے ہراول کے کچھ سوار بھیجے گئے تاکہ چوکسی کرتے رہیں۔

سپاہیوں نے اپنی بغلیاں ٹھیک کیں۔ اپنے تیر گنے، الاؤ جلائے اور ان کے اطراف جمع ہو کے ہنسنے بولنے لگے اور مطربوں سے گیت سننے لگے۔ مطرب دوزانو ہو کے پرانے بہادروں اور عجیب و غریب جادو کے قصے الاپنے لگے۔

جنگلوں کے اُس پار نشیب میں انہیں دُنیائے اسلام کی سرحد نظر آ رہی تھی۔ یہ سیر دریا کا وسیع پاٹ تھا، جو بہار کی بارشوں اور برف کے پگھلنے کی وجہ سے طغیانی پہ تھا۔

چودھواں باب

پہلا حملہ

اس دوران میں قابلِ ذکر بات یہ ہوئی کہ "دنیا کی چھت (پامیر) کے سائے میں جوجی اور جبی نویان کی مسلمانوں سے پہلی لڑائی جم کر ہوئی۔

خوارزم شاہ مغلوں سے پہلے ہی میدانِ جنگ میں پہنچ چکا تھا۔ ہندوستان کی فتوحات کے بعد تازہ دم ہو کے اس نے چار لاکھ فوج جمع کر لی تھی۔ اس نے اپنے اتابکوں کو مجتمع کر لیا تھا اور ترک فوج کو مزید تقویت پہنچانے کے لیئے عرب اور ایرانی دستے فراہم کر لیئے تھے۔ اس فوج کو لے کر وہ شمال کی طرف مغلوں کی تلاش میں بڑھا تھا جو ابھی تک موقع پر نہیں پہنچے تھے۔ اُسے جی نویان کے کچھ ہراول دستے ملے، جنہیں اس جنگ کے متعلق کوئی اطلاع نہ تھی اور اس نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان سمور پوش خانہ بدوشوں کو جو پشم دار ٹٹوؤں پر سوار تھے، سازوسامان سے آراستہ خوارزمیوں نے بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا۔ جب اُس کے جاسوسوں نے مغل اُردو کی مزید تفصیلیں بہم پہنچائیں تب بھی خان نے اپنی رائے نہیں بدلی کہ "اب تک انہوں نے صرف کفار کے مقابلے میں فتح پائی ہے۔ اب مسلمانوں کی فوجیں اُن کے مقابلے کے لیئے جا رہی ہیں۔"

مغل بہت جلد نظر آ گئے۔ آگے آگے حملہ کرنے والی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بلندیوں سے اُتر کے سیحوں دریا کے عمیق پاٹوں کی جانب جھپٹنے لگیں۔ سرسبز وادیوں کے دیہات سے یہ ریوڑوں کو ہنکا لے جاتیں اور جتنا کچھ غلہ اور اناج ملتا، لوٹ لے جاتیں اور مکانوں کو آگ لگا دیتیں اور دھوئیں کی آڑ میں واپس چلی جاتیں۔ کچھ سپاہی

Marfat.com

چھکڑے اور ریوڑ شمال کی طرف لے جاتے اور دوسرے دن پھر جو حملہ ہوتا تو کسی ایسے گاؤں پر جو پہلے مقام سے پچاس میل دور ہو۔

یہ تو ہراول چھاپا مار دستے تھے جن کا کام اصل فوج کے لیۓ سامان رسد مہیا کرنا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔
انھیں دراصل جوجی نے بھیجا تھا جو طیان شان پیلو کے علاقے میں مشرق کی وادیوں کی ایک لمبی سی قطار کے درمیان کوچ کرتا آرہا تھا۔ چونکہ قلب لشکر کے مقابلے میں وہ آسان تھا راستے سے مسافت طے کر رہا تھا اس لیۓ پہاڑوں کے آخری سلسلے اس نے اپنے والد کے مقابلے میں ذرا جلدی عبور کر لیۓ۔

محمد شاہ خوارزم نے اپنے لشکر کا زیادہ تر حصہ سیحوں دریا کے کنارے چھوڑا، اور خود مشرق کو دریا کے منبع کی طرف پہاڑوں میں بڑھا۔ یہ پتا نہیں کہ اُسے جوجی کے حملے کی اطلاع اپنے جاسوسوں سے ملی یا محض اتفاقاً وہ اس مغل فوج سے دوچار ہوا، بہرحال اس طویل وادی میں جس کے دونوں طرف شجر پوش پہاڑوں کی فصیلیں تھیں۔ اُس کا اس مغل فوج سے جم کر مقابلہ ہوا۔

اُس کی اپنی فوج کی تعداد مغل دستے سے کئی گنا زیادہ تھی۔ خوارزم شاہ نے جب پہلی مرتبہ ان سمور پوش چرم پوش سواروں کو دیکھا جن کے پاس نہ زنجیر دار زرہیں تھیں اور نہ ڈھالیں تھیں، تو اس نے فوراً یہ سوچا کہ ان عجیب سواروں کے بچ کر نکلنے سے پہلے ہی وہ حملہ کر دے۔

اُس کے منظم ترک سپاہی جنگ کے لیۓ صف در صف آراستہ ہوتے طبلِ جنگ اور نقاروں پر چوٹ پڑی۔

اس درمیان میں مغلوں کے ایک سپہ سالار نے جو جوجی کے ہمرکاب تھا، اُسے یہ مشورہ دیا کہ پسپا ہو کر اپنے پیچھے ترکوں کو مغل لشکر کے قلب کی جانب لے چلنا چاہیے۔

Marfat.com

لیکن خان کے اس بڑے بیٹے نے یہ حکم دیا کہ فوراً حملہ کیا جائے "اگر میں بھاگ کھڑا ہوا تو اپنے باپ کو کیا جواب دوں گا؟"

فوج کا یہ حصہ اس کے زیر کمان تھا اور جب اس نے حکم دیا تو مغل بے چون وچرا جنگ کے لیئے سوار ہو گئے۔ چنگیز خان خود ہرگز اس طرح اس وادی میں نہ پھنستا، فوراً پیچھے ہٹ جاتا تاکہ تعاقب میں شاہ کی صفیں منتشر ہو جائیں لیکن ضدی جوجی نے اپنے آدمی آگے بڑھائے۔ سب سے آگے آگے سرفروش دستہ، پھر طوفانی سوار دستے بائیں ہاتھ میں تلوار اور لگام تھامے، دائیں ہاتھ میں لمبے لمبے نیزے لئے میمنے اور میسرے پر ہلکے پھلکے دستے تھے۔

مغل سوار مہیب انداز میں آگے بڑھے، ترکوں کے نیمچوں کے مقابل تلواریں سونتے۔ جگہ اتنی کم تھی کہ جنگی داؤں پیچ دکھانے کا موقع نہیں تھا۔ نہ تیر اندازی کا کوئی موقع تھا جس میں انہیں خاص مہارت تھی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ خوارزمیوں کا بیحد نقصان ہوا اور جب مغلوں کا ہراول دستہ راستہ کاٹتے ترکوں کے قلب تک پہنچ گیا تو خود خوارزم شاہ کی جان خطرے میں پڑ گئی۔ اپنے سے ایک تیر کے فاصلے پر اس نے مغلوں کے سینگوں والے پرچم دیکھے اور اس نے اپنے محافظ دستے کی جان توڑ کوشش کی وجہ سے اس کی جان بچی۔ اسی طرح جوجی کی جان ختا کے ایک شہزادے نے بچائی جو اس کے زیر کمان لڑ رہا تھا۔

اس دوران میں مغل میمنہ اور میسرہ بھی گھس آیا تھا۔ جلال الدین جو خوارزمیوں کا محبوب شہزادہ اور خوارزم شاہ کا ولی عہد تھا۔ سچا ترک، پستہ قد، چھریرا بدن، سانولا، جسے تلوار کے کرتبوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے جوابی حملہ اس زور شور سے کیا کہ مغل پرچموں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ شام آئی تو حریف سوار الگ ہو گئے اور رات کو

Marfat.com

پہلا حملہ

مغلوں نے اپنی وہی ہمیشہ کی پرانی چال چلی۔ جب تک رات کا اندھیرا رہا انہوں نے یا تو وادی کی گھاس کو آگ لگادی یا اپنی خیمہ گاہ کے الاؤ بھڑکاتے رہے۔

مگراسی درمیان میں جوجی اور اس کے ساتھی تازہ دم گھوڑوں پر سوار ہو کے اس تیزی سے پیچھے ہٹے کہ دو روز کی منزل انہوں نے ایک رات میں طے کر لی۔

جب صبح ہوئی تو محمد خوارزم شاہ اور اس کے فوجی دستے نے اپنے آپ کو اس وادی پر قابض پایا، جس پر ہر طرف مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں مغل غائب تھے۔

ترک جو اب تک ہر جنگ میں فتحیاب ہوتے رہے تھے جب میدانِ جنگ کا ایک چکر کاٹ کے واپس آئے تو انہیں بڑا اندیشہ ہو چکا تھا۔ تاریخ کے بیان کے مطابق اِس پہلی جنگ میں ان کی فوج کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمی شہید ہو چکے تھے۔ یہ تعداد تو یقیناً مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے اس کا پتا ضرور چلتا ہے کہ مغلوں سے پہلی ٹکر کا ان پر کیا اثر ہوا۔ اُس زمانے کے مسلمان سپاہیوں پر حملے کی پہلی جنگ کی شکست یا فتح کا بڑا اثر ہوا کرتا تھا۔ اس وادی کی مہیب جنگ کا خود سلطان محمد پر بہت گہرا اثر ہوا۔ شاہ کے دل میں ان کا فردل کا ڈر بیٹھ گیا اور وہ ان کی شجاعت کا قائل ہو گیا۔ جب اس کے سامنے کوئی مغلوں کا ذکر کرتا تو وہ کہتا کہ میں نے کبھی ایسے جری اور بہادر لوگ نہیں دیکھے جو جنگ میں اتنے ثابت قدم رہیں یا جنہیں اپنی تلواروں کی نوکوں اور دھاروں سے ایسے سخت زخم لگانا آتا ہو۔

سلطان محمد نے اونچی وادیوں میں مغل اُردو کی تلاش کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ علاقہ جو پہلے ہی غیر آباد تھا، اُسے مغل لوٹ مار کرنے والے دستوں نے چھلنی کر دیا تھا اور وہ اس کے کثیر لشکر کے خورد و نوش کا سامان بہم نہ پہنچا سکتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ان عجیب دشمنوں کے ڈر سے سیحوں دریا کے کنارے کے فصیل بند شہروں کی پناہ میں لوٹ آیا۔ اس نے ملک کے لیئے مزید فوجیں خصوصاً تیر اندازوں کے دستے طلب کیئے لیکن اُس نے مکمل فتح و ظفر پانے کا اعلان کیا اور اس تقریب میں اپنے

ہم رکاب افسروں کو خلعتیں عطا کیں۔

چنگیز خان نے ایک قاصد کی زبانی اس پہلی جنگ کی خبر سُنی۔ اُس نے جوجی کی تعریف کی۔ پانچ ہزار کا ایک دستہ اُس کی کمک کے لئے بھیجا اور اُسے ہدایت کی کہ خوارزم شاہ کا تعاقب کرے۔

اب جوجی خان کی مغل فوج جو دراصل پورے مغل اُردو کا میسرہ تھی، ایشیائے بلند کے ایک گلزار جیسے علاقے سے گذر رہی تھی، جہاں ہر ندی نالے کے کنارے سفید فصیل والا ایک گاؤں اور ایک مینار ہوتا۔ یہاں خربوزے اور عجیب عجیب پھل پیدا ہوتے تھے۔ بید مجنوں اور سفیدوں کے جھنڈ کے درمیان مسجدوں کے پتلے نازک مینار بلند نظر آتے تھے۔ دائیں بائیں ہری بھری پہاڑیاں تھیں، جن کی ڈھلوانوں پر مویشیوں کے ریوڑ چرتے نظر آتے۔ ان کے پیچھے اونچے کوہستانی سلسلوں کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی نظر آئیں۔

صاحبِ نظر لیوچیتسائی اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے "خدقان (خوقند) میں انار بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا حجم دو مٹھیوں کے برابر ہوتا ہے۔ اور اُن کا ذائقہ ذرا ترشی مائل کسیلا ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ اس پھل کا عرق پیالوں میں نچوڑتے ہیں، جو پیاس بجھانے کے لیئے بہت مفید اور مفرح ہے۔ اُن کے تربوزوں کا وزن پچیس سیر ہوتا ہے، اور ایک گدھا دو سے زیادہ تربوز نہیں اُٹھا سکتا۔

برف پوش دروں میں جاڑے گذرنے کے بعد یہ علاقہ مغل شہسواروں کے لیئے گویا جنت تھا۔ دریا کا پاٹ چوڑا ہو گیا اور وہ ایک بڑے فصیل بند شہر کے نواح میں پہنچے جس کا نام خوقند تھا۔ یہاں پانچ ہزار سواروں کا امدادی دستہ خوقند کا محاصرہ کیئے ہوئے اُن کا انتظار کر رہا تھا۔

Marfat.com

شہر کے ترکوں کا کمانڈر بڑا بہادر آدمی تھا۔ جس کا نام تیمور ملک تھا۔ تیمور ترکی میں فولاد کو کہتے ہیں۔ وہ ایک ہزار چیدہ سپاہیوں کے ساتھ ایک جزیرے میں خندقیں کھود کے اپنی حفاظت کر رہا تھا۔ حالات نے عجیب صورت اختیار کی۔

یہاں دریا چوڑا تھا اور جزیرے کے اطراف فصیل تھی۔ تیمور ملک ساری کشتیاں اپنے ساتھ لیتا گیا تھا اور کوئی پل بھی نہیں تھا۔ مغلوں کو یہ حکم تھا کہ اپنے پیچھے کوئی فصیل بند شہر بغیر فتح کیئے نہ چھوڑیں۔ اُن کی منجنیقوں سے جو پتھر پھینکے جا رہے تھے وہ بھی اس محصور جزیرے تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

تیمور ملک جو بڑا ہوشیار اور شجاع ترک تھا، کسی حیلے سے اس جزیرے کے باہر بلایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیئے مغلوں نے اپنے باقاعدہ اصول کے مطابق محاصرہ شروع کیا۔ جوجی جو خود زیادہ انتظار ہرگز نہ کر سکتا تھا۔ وہ ایک تومان کو محاصرے کے لیئے پیچھے چھوڑ کے، دریا کے اُتار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا۔

مغلوں نے اِدھر اُدھر سنتری بھیجے، اور آس پاس کے دیہات سے ایک جم غفیر کو اکٹھا کر کے انہیں پتھر جمع کرنے اور سیکڑوں دریا کے کنارے ڈھونے کے کام پر لگایا۔ پتھر کی ایک سڑک تیمور ملک کے جزیرے کی سمت بننے لگی لیکن تیمور ملک بھی غافل نہیں رہا۔

اُس نے درجن بھر کشتیاں چنیں، ان میں بچاؤ کے لیئے لکڑی کے تختے جوڑے اور ہر روز وہ ان کو کھیتا ہوا ساحل کے قریب تک جاتا اور مغلوں پر تیر اندازی کرتا۔ ختا کے توپ خانے والوں نے ان کشتیوں کا مقابلہ کرنے کے لیئے ایک ہتھیار ایجاد کیا۔ یہ تھیں آولیں منجنیقیں جو سنگ اندازی کے آلات ہیں، لیکن ان سے بجائے پتھروں کے آگ کے گولے برسائے جاتے تھے۔ گیتیوں یا گھڑوں میں جلتی ہوئی گندھک یا چینی توپ خانہ والوں کا ایجاد کیا ہوا کوئی اور

Marfat.com

آتش گیر مادہ ہوتا۔ تیمور ملک نے اپنی کشتیوں کی ساخت میں ترمیم کی۔ اب اس نے ان کی چھتیں ڈھلواں بنائیں اور ان پر گیلی مٹی تھوپ دی اور ان میں اپنے تیراندازوں کے لیے سوراخ کھلے رکھے۔

توپ خانے کے مقابلے میں کشتیوں کی روزانہ لڑائی دوبارہ شروع ہو گئی لیکن دریا کے اندر ٹریفک بڑھتی ہی گئی اور تیمور ملک نے دیکھا کہ اب وہ جزیرے میں زیادہ دن ٹھہر نہیں سکتا۔ اس نے سب سے بڑی کشتی پر اپنے لوگوں کو اور محافظت کے لیے بند کشتیوں میں سپاہیوں کو سوار کیا اور جزیرہ خالی کر دیا۔ مشعل کی روشنی میں رات کے وقت وہ دریا کے بہاؤ پر نکل گیا۔ مغلوں نے اس کا راستہ روکنے کے لیے سیحون دریا کے آر پار ایک قوی ہیکل زنجیر ڈال دی تھی، اس نے اس زنجیر کو کاٹ دیا۔

لیکن مغل سوار دریا کے کنارے کنارے اس کا تعاقب کرتے رہے۔ جوجی جو آگے نکل گیا تھا اس نے بہت نیچے دریا پر کشتیوں کا ایک پل بنوایا اور اپنے کاریگروں سے منجنیقیں نصب کروائیں، تاکہ اس کشتیوں کے قافلے کا قلع قمع کیا جا سکے۔ اس باخبر اور ہوشیار ترک کو ان تیاریوں کی خبر مل گئی اور اس نے اپنے لوگوں کو ایک ویران کنارے پر اتار دیا۔ مغلوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ دریا میں نہیں ہیں، انہیں کنارے پر ڈھونڈھ نکالا۔ تیمور ملک ایک چھوٹے سے محافظ دستے کے ساتھ بھاگا لیکن اس کی نظروں کے سامنے اس کے تمام ساتھی کھیت رہے۔

اب ایک بھی ساتھی اس کے ساتھ باقی نہ بچا تھا، لیکن وہ یونہی سرپٹ اپنا راہوار دوڑاتا رہا اور بہت آگے نکل گیا۔ اس کے تعاقب میں صرف تین مغل باقی رہ گئے۔ ان تین میں سے جو سب سے قریب تھا، اس کو تو اس نے

Marfat.com

خوش قسمتی سے آنکھ پر تیر مار کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ پھر اُس نے دونوں باقی ماندہ تعاقب کرنے والوں سے کہا "میرے ترکش میں ابھی دو تیر باقی ہیں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔"

لیکن اُسے ان دونوں آخری تیروں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اگلی رات وہ بچ کے اُس شہسوارِ عظیم جلال الدین سے جا ملا جو خوارزم شاہ کا ولی عہد تھا اور جنوب میں مورچہ بندی کر رہا تھا۔ تیمور ملک کی شجاعت کے قصے مغلوں اور ترکوں میں یکساں مشہور اور مقبول ہوئے۔ اس نے مغل اُردو کے ایک پورے دستے کو مہینوں روکے رکھا۔ اس محاصرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ نئے حالات کا مقابلہ مغل کس طرح نت نئی ترکیبوں سے کرتے تھے لیکن یہ محاصرہ اُس جنگِ عظیم کا ایک معمولی سا واقعہ تھا جو اب ایک ہزار میل کے محاذ پہ زور و شور سے جاری تھی۔

Marfat.com

پندرھواں باب

بخارا

جب خوارزم شاہ اونچے کہساروں پر سے نیچے اُترا، تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ شمال میں سیحوں دریا کی طرف مُڑا اور وہاں مغلوں کے اُردو کا انتظار کرنے لگا کہ جب وہ دریا کو پار کرے تو جنگ کے لیے اُس کا مقابلہ کرے۔

لیکن یہ انتظار بے سود تھا۔

جو پیش آیا، اس کا اندازہ کرنے کے لیے نقشہ دیکھنا ضروری ہے اور محمد خوارزم شاہ کی سلطنت کا یہ شمالی حصہ نصف تو شاداب وادیوں پر مشتمل تھا اور نصف بنجر اور ریتلا میدان تھا۔ بنجر علاقے میں زمین کے سُرخ سُرخ ٹکڑے تھے، جن پر ریت ہی ریت تھی، یہ بے آب و گیاہ میدان تھا، جہاں جاندار بہت کم پائے جاتے تھے۔ اس لیے شہر یا تو دریاؤں کے کنارے آباد تھے یا پہاڑیوں میں۔

اس ریگستانی میدان کے آر پار دو عظیم دریا شمال مغرب کی سمت بہتے تھے۔ اور چھ سو میل کے فاصلے پر بحر جند (آرال) میں اُن کا دہانہ تھا۔ ان میں سے پہلا سیر دریا یا سیحوں کہلاتا تھا۔ اس کے کنارے کے فصیل بند شہر قافلے کی شاہراہوں کے ذریعے منسلک تھے۔ یہ گویا انسانوں کی زندگی اور ان کی قیام گاہوں کی ایک زنجیر تھی، جو غیر آباد علاقے میں دُور تک چلی گئی تھی۔ جنوب میں جو دوسرا دریا تھا وہ آمو دریا یا جیحون کہلاتا تھا۔ اس کے قریب اسلامی دنیا کے بڑے بڑے قلعہ بند مرکز واقع تھے جن میں خاص طور پر بخارا اور سمرقند بہت مشہور تھے۔

Marfat.com

خوارزم شاہ سیحون دریا کے عقب میں ڈیرے جمائے بیٹھا تھا، لیکن اُسے یہ پتا نہیں تھا کہ مغل کس طرف نقل و حرکت کر رہے ہیں۔ جنوب کی طرف سے اُس کو کوئی فوجی کمک کی توقع تھی اور اُس نے جو نیا محصول عاید کیا تھا، اُس سے جنگ کے مصارف کے لیے کافی آمدنی کی امید تھی، لیکن اس تیاری کے عالم میں بڑی تردّد انگیز خبریں آنے لگیں۔ اُس کے دائیں بازو پر دو سو میل کے فاصلہ پر مغل اونچے درّوں سے اتر کر قریب قریب اُس کے عقب میں پہنچ رہے تھے۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ جبی نویان، جوجی سے ہٹ کے جنوب کی طرف پہاڑوں کو عبور کر چکا تھا اور وہ بے پاؤں اُن ترک فوجوں کے قریب تک آ پہنچا تھا جو خوارزم کے راستوں کی حفاظت کر رہی تھیں۔ اب وہ تیزی سے اُن گلیشیروں کے اطراف چکر کاٹ کے آ رہا تھا، جن سے دریائے آمو نکلتا ہے۔ سمرقند اُس کے راستے سے دو سو میل کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ جبی نویان کے ساتھ صرف بیس ہزار آدمی تھے لیکن شاہ کو یہ معلوم نہ ہو سکتا تھا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ محمد خوارزم شاہ تک نئی کمک پہنچتا تو در کنار، آثار اس کے تھے کہ وہ اپنے دفاع کی دوسری اور اصلی زنجیر یعنی آمو دریا سے بھی کٹ جائے، جس کے پاس ہی بخارا اور سمرقند کے عظیم شہر واقع تھے۔ اس نئے خطرے سے دوچار ہو کر خوارزم شاہ نے ایک ایسا اقدام کیا جس کے باعث بعد کے مسلمان مؤرخین نے اُس پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ اس نے اپنی فوج کا نصف حصّہ ان فصیل بند شہروں کی حفاظت کے لیے الگ کر کے بھیج دیا۔

چالیس ہزار اس نے سیر دریا کے کنارے کے قلعوں کی حفاظت کے لیے چھوڑے تیس ہزار بخارا میں تعینات کیے اور بقیہ فوج کو لے کے سمرقند کی طرف کوچ کیا، جہاں اُس وقت سب سے زیادہ خطرہ تھا۔ یہ سب اُس نے یہ سمجھ کر کیا کہ مغل اس کے قلعوں

کو فتح نہ کر پائیں گے اور فصل بھر لوٹ مار کر کے واپس لوٹ جائیں گے۔ اس کے یہ دونوں مفروضے غلط تھے۔

اس سے پہلے ہی چنگیز خاں کے دو بیٹے شمال میں سیحوں دریا کے کنارے اترار کے شہر کے سامنے نمودار ہو چکے تھے۔ یہ اترار وہی مقام تھا جہاں کے قلعدار نے مغل تاجروں کو قتل کیا تھا۔ انیل جق جو اُن کے قتل کا ذمہ دار تھا اب بھی اس شہر کا حاکم تھا۔ یہ جان کر کہ مغلوں سے رحم کی توقع فضول ہے وہ اپنے چیدہ آدمیوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا اور پانچ مہینے تک محصور رہا۔ وہ آخر تک لڑتا رہا اور جب مغل اس کے آخری سپاہیوں کو قتل یا اسیر کر چکے تو اُس نے ایک برج میں پناہ لی جب تیر ختم ہو گئے تو وہ دشمنوں پر پتھر برساتا رہا۔ وہ اپنی جان سے بیزار تھا، پھر بھی زندہ گرفتار ہوا اور خان کے پاس بھیجا گیا، جس نے انتقام لینے کے لئے پگھلی ہوئی چاندی اس کی آنکھوں اور کانوں میں ڈلوا کے اُسے قتل کیا۔ اترار کی فصلیں گرا کے زمین کے برابر کر دی گئیں اور اس کی ساری آبادی کو اسیر کر کے مغل اپنے ساتھ لے گئے۔

یہ ہو ہی رہا تھا کہ ایک اور مغل فوج سیحوں دریا کی طرف بڑھی اور تاشقند پر قابض ہو گئی۔ ایک تیسری فوج سیحوں دریا کے شمالی حصے کے چھوٹے چھوٹے قصبوں پر قبضہ کرتی چلی گئی۔ ترک محافظ فوج نے خجند کو خالی کر دیا اور جب مغل کمندوں اور سیڑھیوں سے فصیلوں پر چڑھ آئے تو شہریوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جب کوئی نیا شہر یا قصبہ فتح ہوتا تو پہلے تو وہاں خوارزم شاہ کے سپاہیوں کا محافظ ترک دستہ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد مغل تمام شہریوں کو جو زیادہ تر ایرانی نسل کے تھے شہر کے باہر پکڑ کے لے جاتے اور پھر اطمینان سے شہر کو لوٹا جاتا۔

اس کے بعد قیدیوں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ جوان اور مضبوط مردوں کو الگ رکھا جاتا کہ وہ دوسرے شہر پر حملے کے وقت منجنیقوں پر کام کر سکیں۔

کاریگروں کو کام لینے کے لئے زندہ رکھا جاتا۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ایک مسلمان تاجر کو جو مغلوں کا ایلچی تھا، ایک شہر میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اس کے بعد مغلوں کا ہیبت ناک حملہ شروع ہوا، جو کسی طرح رکنے میں نہیں آتا تھا، جتنے آدمی مرتے نئے جنگجو اُن کی جگہ آجاتے۔ یہاں تک کہ یہ شہر فتح ہو گیا اور اس کی پوری آبادی تلواروں اور تیروں سے ختم کر دی گئی۔

چنگیز خاں خود کبھی سیحوں دریا کے سامنے نمودار نہ ہوا، مغل اردو کے قلب سمیت وہ نظروں سے اوجھل تھا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس نے دریا کو کہاں سے پار کیا اور کس طرف گیا، لیکن اُس نے قزل قم کا بڑا لمبا چوڑا چکر لگایا ہوگا کیونکہ جب وہ صحراؤں سے باہر نمودار ہوا تو بخارا کی طرف تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا۔ —— اور یہ مغرب کی جانب سے تھی۔

صرف یہی نہیں کہ خوارزم شاہ دونوں بازوؤں سے گھر گیا تھا، یہ بھی خطرہ تھا کہ جنوب کی فوجوں سے، اپنے بیٹے سے، ملک کے دستوں اور خراسان اور ایران کی زرخیز سرزمینوں سے اس کا ربط منقطع ہو جاتے۔ ادھر جبی نویان مشرق سے بڑھ رہا تھا، اُدھر چنگیز خاں مغرب سے، اور سمرقند میں خوارزم شاہ کو یہ معلوم ہو رہا ہوگا کہ جال کا حلقہ اس پر تنگ ہوتا جا رہا ہے۔

اس حالت میں پھر اس نے اپنی فوج تقسیم کر کے کچھ بخارا بھیجی اور کچھ سمرقند۔ اور کچھ اور اتابکوں کو بلخ اور قندز پر متعینات کیا۔ صرف اپنے دربار کے امرا ہاتھیوں اونٹوں اور محافظ سپاہیوں کو لے کے وہ سمرقند سے نکل کھڑا ہوا۔ اُس کے ساتھ اُس کا خزانہ اور اس کا حرم بھی تھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ ایک نئی فوج جمع کر کے وہ پھر واپس آئے۔

لیکن اس کی یہ توقع بھی پوری نہ ہو سکی۔

Marfat.com

محمد خوارزم شاہ غازی جس کو اس کی رعایا اسکندرِ ثانی کہتی تھی سپہ سالاری میں منگولوں سے مات کھا چکا تھا۔ خان کے بیٹوں کی سرکردگی میں جو مغل دستے سیحون دریا کے کنارے قتل و غارت گری کر رہے تھے اور قصبوں کو آگ لگا رہے تھے وہ ایک طرح کا پردہ تھے جس کی آڑ میں جبی نویان اور چنگیز خان کی اصلی فوجیں حرکت کر رہی تھیں۔

چنگیز خان تیزی سے ریگستان سے باہر نکلا۔ اس قدر جلدی کے عالم میں کہ راستے میں جو چھوٹے چھوٹے قصبے آئے انہیں اس نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ اور وہاں صرف اپنے گھوڑوں کے لیئے پانی مانگا۔ وہ بخارا میں اچانک خوارزم شاہ کے سر پر جا پہنچنا چاہتا تھا لیکن جب وہ پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ شاہ وہاں سے بھاگ چکا ہے۔ اب اُس کے سامنے اسلامی قوت کا حصن حصین، بخارا کا شہر تھا۔ مدرسوں کا مرکز، جس کے اطراف جو فصیل تھی اُس کا طول بارہ فرسخ تھا۔ اس کے درمیان ایک خوشنما نہر بہتی تھی جس کے کنارے باغ اور دلکش قصر تھے۔ بیس ہزار ترکوں کا ایک دستہ اور ایرانیوں کا ایک جم غفیر اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس شہر کو فخر تھا کہ یہ کئی اماموں، سیدوں، فقیہوں، علما اور مفسّرین کا مولد و مسکن تھا۔

اس شہر کے سینے میں ایک آگ دبی ہوئی تھی۔ یہ مسلمانوں کے ایمان کی آگ تھی۔ اس کے باوجود یہاں کے شہری اس وقت بڑے تذبذب کے عالم میں تھے۔ فصیلیں اس قدر مضبوط تھیں کہ حملہ کر کے اُن پر قبضہ کرنا مشکل تھا۔ اگر سب شہری اس کا تصفیہ کر لیتے کہ آخر دم تک اس کی حفاظت کریں گے تو کئی مہینوں تک اس پر مغلوں کا قبضہ نہ ہونے پاتا۔

لیکن چنگیز خاں نے سچ کہا تھا "فصیل کی مضبوطی قلعہ کے محافظین کی ہمت کے برابر برابر ہوتی ہے۔ نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ" یہاں یہ ہوا کہ ترک افسروں نے

Marfat.com

شہریوں کو ان کی قسمت پر چھوڑا اور خود خوارزم شاہ سے جا ملنے کے لیے راتوں رات پانی والے دروازے سے باہر نکل گئے اور آمو دریا کی سمت کوچ کیا۔

مغلوں نے انہیں اس وقت تو گذر جانے دیا لیکن تین تومان ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور انہیں دریا کے کنارے جا لیا۔ یہاں حملہ کر کے انہوں نے سارے کے سارے ترکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جب محافظ فوج انہیں چھوڑ کے چلی گئی تو شہر کے بزرگوں، قاضیوں اور اماموں نے آپس میں مشورہ کیا، اور شہر کے باہر اس عجیب وغریب خان کے حضور میں گئے۔ شہر کی کنجیاں اس کے سپرد کر دیں، اور اس نے یہ وعدہ کیا کہ شہریوں کی جان بخشی کی جائے گی۔ قلعہ دار باقی ماندہ سپاہیوں کے ساتھ قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ جس کا مغلوں نے فوراً محاصرہ کر لیا، اور آگ کے تیر برسانے شروع کئے جن کی وجہ سے قصروں اور محلوں کی چھتوں میں آگ لگ گئی۔

مغل سوار سیل بے پناہ کی طرح شہر کی عریض سڑکوں پر امنڈ آئے۔ غلے کے گوداموں اور ذخیروں کو لوٹنا شروع کیا۔ کتب خانوں کو اپنے گھوڑوں کا اصطبل بنایا اور مسلمان بیکسی اور بد نصیبی کے عالم میں یہ دیکھتے رہے کہ قرآن پاک کے صفحات گھوڑوں کے سموں کے نیچے روندے جا رہے ہیں۔ خان نے شہر کی جامع مسجد کے آگے لگام کھینچی اور کہا کہ شہنشاہ کا گھر یہی ہے۔ اسے جواب ملا کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔

وہ فوراً زمین پر گھوڑا دوڑا کے مسجد کے اندر پہنچا اور گھوڑے سے اتر کے مسجد کے منبر پر چڑھ گیا۔ وہاں مصحف پاک کا ایک بڑا نسخہ رکھا تھا چنگیز خاں کا سے منقش چمڑے کی زرہ اور چمڑے کا خود پہنے ہوئے تھا۔ اس نے علما و فضلا کو جو وہاں جمع تھے خطاب کیا۔ علما کو حیرت تھی کہ اس عجیب الہیئت انسان پر آسمان سے آگ کیوں نہیں برستی۔

Marfat.com

چنگیز خاں نے کہا: "میں اس جگہ محض اس لیئے آیا ہوں کہ تم سے یہ کہوں کہ میری فوج کے لیئے غلّے اور چارے کا انتظام کرو۔ آس پاس کی زمینوں میں غلّہ اور چارہ بالکل نہیں ہے اور میرے آدمیوں کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس لیئے فوراً اپنے ذخیرے کھول دو۔"

لیکن جب مسلمان اکابر مسجد سے لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ گوبی کے جنگجو پہلے ہی سے غلّے کے گوداموں پر قابض ہیں اور اپنے گھوڑوں کے لیئے اصطبل بنا چکے ہیں اُردو کا یہ حصّہ اتنے دنوں تک ریگستانوں میں زبردستی یلغار کر چکا تھا کہ خوشحالی کے اس منظر کو دور سے دیکھتے رہنا اُس کے لیئے ممکن نہ تھا۔

چنگیز خاں مسجد سے شہر کے چوک میں گیا، جہاں خطیب فلسفہ اور فقہ کا درس عوام الناس کو دیا کرتے تھے۔

ایک قابلِ احترام سیّد سے کسی نو وارد نے پوچھا "یہ کون ہے۔"؟

سیّد نے سرگوشی میں کہا: "نہ پوچھو۔ یہ خدا کا عذاب ہے جو ہم پر نازل ہوا ہے۔"

تاریخ کہتی ہے کہ چنگیز خاں جس کو مجمعوں سے خطاب کرنے کا ڈھنگ خوب آتا تھا منبر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اہلِ بخارا کو مخاطب کیا۔ پہلے تو اُس نے اُن سے اُن کے مذہب کے متعلق سوال کیا۔ پھر اُس نے رائے ظاہر کی کہ حج بیت اللہ بڑی غلطی ہے "منگول جاودانی آسمان کی طاقت ایک جگہ نہیں بلکہ دُنیا کے ہر گوشے میں ہے۔"

یہ بوڑھا سردار اپنے سامعین کے جذبات کی حالت جانتا تھا۔ اُس کی باتوں سے مسلمانوں کا خوف و ہراس بڑھ گیا۔ اُن کی نظروں میں وہ ایک کافر خونخوار تھا جس کا کام ہر چیز کو تباہ و برباد کرنا تھا۔ وہ وحشی اور غیر متمدّن طاقت کا مظہر تھا۔ اُس کی ہیبت بے ڈھنگی سی تھی۔ اب تک بخارا کو اس طرح کے کافروں سے واسطہ نہ پڑا تھا۔

اس نے بخارا کے باشندوں کو یقین دلانا چاہا "تمہارے شہنشاہ نے بہت سے

جرائم کیے ہیں۔ میں جاودانی آسمان کا قہر ہوں۔ آسمان کی ضرب ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ اُسے بھی اسی طرح برباد کر دوں جیسے میں نے دوسرے شہنشاہوں کو کچلا ہے اس کو بچانے یا اُسے مدد دینے کی کوشش نہ کرنا۔"

وہ انتظار کرتا رہا کہ مترجم اس کے الفاظ کا ترجمہ ختم کرلے مسلمان اُسے اہل ختا جیسے معلوم ہوئے۔ شہروں کے بنانے والے، کتابیں لکھنے والے، بس وہ اس حد تک اُس کے لیے کار آمد تھے کہ اس کے لیے اناج اور چارہ بہم پہنچائیں، اپنی دولت اس کے حوالے کر دیں، باقی دنیا کے متعلق معلومات فراہم کریں۔ ان میں سے وہ اپنی فوج کے لیے بہتوں کو مزدور اور غلام بنائے گا اور کاریگروں کو گوبی بھیج دے گا۔

اُس نے کہا "تم نے یہ اچھا کیا کہ میری فوج کے لیے غلہ فراہم کر دیا۔ اب میرے سرداروں کے سامنے تمام زر و جواہر پیش کر دو۔ تم نے کہیں نہ کہیں چھپا رکھے ہوں گے۔ تمہارے مکانوں میں جو کچھ کھلا ہوا رکھا ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ وہ ہم خود سمیٹ لیں گے۔"

بخارا کے امرا مغلوں کے ایک دستے کی حراست میں تھے جو انہیں دن رات گھیرے رہتا۔ بعضوں کو اس شک کی بنا پر کہ انہوں نے اپنی تمام چھپی ہوئی پونجی پیش نہیں کی طرح طرح کے عذاب دیئے گئے۔ مغل افسروں نے رقاصاؤں اور مغنیوں کو طلب کر کے ان سے اس ملک کے گیت سنے۔ شراب کے جام ہاتھوں میں لیے یہ مغل بڑی شان سے مساجد اور محلات میں جا بیٹھتے اور شہروں اور باغوں کی اس دنیا میں عیاشی کرتے۔

قلعہ کا محافظ دستہ آخر تک بہادری سے اڑا رہا اور مغلوں کو اتنا نقصان پہنچایا کہ انہیں تاؤ آ گیا۔ تب کہیں قلعہ سر ہوا اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ جب زر و جواہر میں سے ایک ایک چیز تہ خانوں اور کنوؤں اور زمینوں کو کھود کھود کے نکالی جا چکی تو شہر کی ساری آبادی پکڑ پکڑ کے میدان میں لائی گئی۔ ایک مسلمان مؤرخ نے ان لوگوں کی مصیبت

Marfat.com

اور اذیت کی بڑی واضح تصویر کھینچی ہے۔

"یہ دن بڑا عبرت ناک تھا۔ ہر طرف مردوں عورتوں اور بچوں کے نالہ و بکا کی آواز آتی تھی جو ایک دوسرے سے چھڑائے جا رہے تھے۔ وحشیوں نے عورتوں کی اُن کے قریبی رشتہ داروں کے سامنے عصمت دری کی اور وہ بجز فریاد وزاری کے کچھ نہ کر پائے بعض مرد جو اپنے گھر کی عصمت کو اس طرح برباد ہوتے نہ دیکھ سکتے تھے مغل سپاہیوں پر جھپٹ پڑے اور لڑتے ہوئے مارے گئے۔"

شہر کے مختلف حصوں میں آگ لگائی گئی اور لکڑی اور پکی اینٹوں کے ڈھانچوں سے شعلے لپکنے لگے۔ بخارا سے دھوئیں کا ایسا کثیف بادل بلند ہوا کہ سورج روپوش ہو گیا۔ قیدیوں کو سمرقند کی طرف ہنکایا گیا اور چونکہ وہ مغل سواروں کی رفتار سے پیدل نہیں چل سکتے تھے۔ اس لئے اس مختصر کوچ کے دوران میں انہیں طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں۔

جنگیز خاں خود بخارا میں دو ہی گھنٹے ٹھہرا تھا اور اس کے بعد تیزی سے خوارزم شاہ کے تعاقب میں سمرقند روانہ ہو گیا تھا۔ راستے میں اُسے اُردو کے وہ دستے ملے جو سیحون دریا کی طرف سے آ رہے تھے اور اس کے بیٹوں نے اُسے شہروں کی شمالی قطار کی فتح کی خبر سنائی۔

سمرقند خوارزم شاہ کے شہروں میں سب سے زیادہ مستحکم تھا۔ اس نے باغوں کے باہر ایک نئی عظیم الشان فصیل کی تعمیر شروع کی تھی لیکن مغل اس تیزی سے بڑھ آئے تھے کہ یہ نئی فصیل مکمل نہیں ہونے پائی تھی، لیکن پرانی فصیلیں خود بہت مضبوط اور سنگین تھیں جن کے بارہ آہنی دروازے تھے اور دروازوں کے دونوں جانب برج تھے۔ بیس مسلح ہاتھی اور ایک لاکھ دس ہزار ترک اور ایرانی سپاہی شہر کی حفاظت کے لیئے وہاں رکھے گئے تھے مغلوں کی تعداد محصوروں کے مقابلے میں کم تھی اور چنگیز خاں نے طویل محاصرے کی تیاری شروع کی اور اس کے لیئے آس پاس کے دیہات کی آبادی اور بخارا کے قیدیوں کو زبردستی کام پر لگایا۔

Marfat.com

اگر شاہ یہاں اپنی اس فوج کے ساتھ جما رہتا یا کم سے کم تیمور ملک جیسا سردار سمرقند کا قلعہ دار ہوتا تو یہ شہر اس وقت تک تو ضرور اپنی مدافعت کر سکتا جب تک غذا باقی رہتی، لیکن مغلوں کی تیز اور باقاعدہ تیاریوں سے یہاں کے لوگ ڈر گئے، جنہوں نے دور سے قیدیوں کے اس جمِ غفیر کو دیکھا اور اردو کی تعداد کا اصل سے بہت زیادہ کا اندازہ لگایا۔ محافظ فوج نے ایک مرتبہ قلعہ سے باہر نکل کے حملہ کیا، لیکن مغلوں نے حسبِ معمول چھپ کر حملہ کیا اور انہیں بُری طرح شکست دی۔ اس جھڑپ میں جو نقصان ہوا اُس سے محصور فوج کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور ایک دن جبکہ چنگیز خاں فصیل کے ایک حصّہ پر حملہ کر کے اندر گھس آنے کی کوشش کر رہا تھا شہر کے قاضی اور امام مغلوں کے پاس پہنچے اور شہر ان کے حوالے کر دیا۔ تیس ہزار قنقلی ترک اپنی مرضی سے مغلوں سے جا ملے، ان کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ اُنہیں مغل وردیاں دی گئیں اور دو ایک روز بعد رات کو اُن کا قتلِ عام کر دیا گیا۔ مغلوں کو خوارزم کے ترکوں کا اعتبار نہیں تھا خصوصاً اس لیئے کہ انہوں نے اپنے پہلے مالک سے غدّاری کی تھی۔

شہر کے صناع اور کاریگر پکڑ پکڑ کے اُردو میں پہنچائے گئے۔ مضبوط نوجوانوں کو دوسرے مشقت کے کاموں کے لیئے غلام بنایا گیا اور باقی آبادی کو واپس گھر جانے کی اجازت ملی لیکن دو ایک سال بعد وہ بھی اردو میں طلب کر لیئے گئے۔

لیو چینسائی نے سمرقند کو دیکھ کر لکھا تھا "شہر کے اطراف بیسیوں میل تک ہر طرف باغ، چمن اور گلستان ہیں ــــــ نہریں ہیں، بہتے ہوئے چشمے ہیں، حوض ہیں اور مدّور تالاب ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ سمرقند بڑا ہی دلکش مقام ہے۔"

سولھواں باب

ارخانوں کی شہسواری

سمرقند میں چنگیز خاں کو یہ اطلاع ملی کہ خوارزم شاہ شہر کو چھوڑ کے جنوب کی طرف نکل گیا ہے۔ مغل سردار اس پر تلا ہوا تھا کہ شاہ کو کمک پہنچنے سے پہلے قید کر لیا جائے۔ اب تک خوارزم شاہ سے مڈھبیڑ کرنے کی کوشش میں خود اسے کامیابی نہ ہوئی تھی۔ اب اس نے قطعی احکامات صادر کر کے جبی نویان اور سوبدائی بہادر کو شاہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ احکامات یہ تھے کہ "دنیا بھر میں محمد خوارزم شاہ جدھر کا رُخ کرے ادھر اس کا تعاقب کرنا۔ زندہ ہو یا مردہ اُسے حاصل ضرور کرنا، جو شہر ہتھیار ڈال دیں اور اپنے دروازے کھول دیں انہیں تباہ نہ کرنا مگر جن جن قلعوں سے مدافعت کی جائے انہیں حملہ کر کے فتح کر لینا۔ میرے خیال میں یہ کام اتنا مشکل نہیں، جتنا بظاہر معلوم ہوتا ہے۔" یہ عجیب طرح کا کام تھا کہ ایک شہنشاہ کا درجن بھر سلطنتوں میں تعاقب کیا جائے۔ اِس کام کو سب سے زیادہ نڈر ارخون ہی انجام دے سکتے تھے جنہوں نے کبھی ناکامی کا منہ نہ دیکھا تھا۔ بیس ہزار آدمیوں کے دو تومان اُن کے حوالے کیے گئے۔ ان احکامات اور اس سوار فوج کے ساتھ دونوں ارخونوں نے فی الفور جنوب کا رُخ کیا۔ یہ اپریل ۱۲۲۰ء کا واقعہ ہے جو مغل جنتری کے حساب سے سالِ مار تھا۔

محمد خوارزم شاہ سمرقند سے جنوب کی طرف بلخ گیا تھا جو افغانستان کے سربلند کہساروں کے سرے پر واقع ہے۔ حسبِ معمول اس نے پھر بیاں پس و پیش کی۔ جلال الدین بہت دور شمال میں بحر خند کے ریگ زاروں کے جنگجو قبیلوں کی ایک نئی فوج بھرتی کر رہا تھا،

Marfat.com

لیکن چنگیز خان بخارا میں خوارزم شاہ اور اس نئی فوج کے درمیان حائل تھا اور اس فوج سے اتصال ممکن نہ تھا۔

خوارزم شاہ نے افغانستان جانے کا ارادہ کیا جہاں جنگجو قبیلے اس کا راستہ دیکھ رہے تھے لیکن آخر کار مختلف مشوروں اور خود اپنے ہراس و خوف کے درمیان ہچکچا کے اس نے مغرب کا رُخ کیا اور ویران سرزمینوں سے ہوتا ہوا شمالی ایران کے پہاڑوں کے سلسلوں کو عبور کر کے وہ نیشاپور پہنچا۔ اپنی دانست میں وہ مغل اردو کو پانچ سو میل پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

جبی نویان اور سوبدائی بہادر کو جیحون کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بند شہر ملا جو دریا کا راستہ روکے تھا۔ اپنے گھوڑے تیرا کے انہوں نے دریا عبور کیا اور اپنے ہراول سپاہیوں سے انہیں اطلاع ملی کہ محمد شاہ بلخ کو خالی کر کے بھاگ گیا ہے۔ انہوں نے بھی مغرب کا رُخ کیا مگر ایک دوسرے سے الگ ہو کے کیونکہ یہی زیادہ محفوظ طریقہ تھا اور اس طرح گھوڑوں کو زیادہ گھاس ملنے کا امکان تھا۔

ان منتخب تومانوں میں ہر سپاہی کے پاس کئی کئی گھوڑے تھے، رب کے سب اچھی حالت میں، اور منتشر چشموں اور نالوں کے کنارے گھاس ہری ہری اور تازی تازی تھی۔ دن بھر میں وہ کوئی اسی میل کی مسافت طے کرتے تھے اور دن میں کئی بار تازہ دم گھوڑے بدلتے تھے۔ صرف مغرب کے وقت وہ پکا ہوا کھانا کھانے کو اُترتے تھے۔ صحرا کے ختم پر انہیں مرو کے گلستان اور مرو کی سفید فصلیں نظر آئیں۔

اس کا اطمینان کر کے کہ شاہ اس شہر میں نہیں ہے۔ انہوں نے نیشاپور کی طرف اپنے راہواروں کے رُخ پھیر دئے۔ خوارزم شاہ کی آمد کے تین ہفتے بعد وہ نیشاپور میں تھے مگر خوارزم شاہ اُن کی آمد آمد کی خبر سن کر شکار کے بہانے پہلے ہی اس شہر سے بھاگ چکا تھا۔ نیشاپور کے قلعوں کے دروازے بند کر لیئے گئے اور آرخونوں نے

Marfat.com

بڑی شدت سے دھاوا کیا فصیلوں پر قبضہ کرنے میں تو انہیں کامیابی نہیں ہوئی لیکن اس کا یقین ہو گیا کہ شاہ اس شہر میں نہیں ہے۔

انہوں نے پھر سے شکار کا راستہ سونگھا اور قافلوں کے اس راستے پر ہو لیے جس سے ہو کر قافلے بحر خزر کے کنارے جاتے تھے۔ راستے میں شاہ کی باقی ماندہ فوج کے اُن دستوں کو تتر بتر کر دیا جنہوں نے مغلوں کے خوف سے اس علاقے میں پناہ لی تھی۔ جدید طہران کے قریب انہوں نے تیس ہزار سپاہیوں کی ایک ایرانی فوج کا مقابلہ کر کے اُسے شکست دی۔

اب وہ پھر الگ الگ ہو گئے ـــــ تھوڑی دیر کے لیے مفرور شہنشاہ کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ سوبدائی بہادر جانب شمال پہاڑی علاقوں میں بڑھا اور جبی نویان جنوب میں دشتِ نمک کے کنارے کنارے۔ اب وہ خوارزم کی سلطنت کے باہر کے علاقے میں تھے اور اپنے آنے کی خبر سے پہلے ہی اس نئے علاقے میں پہنچ چکے تھے۔

اس دوران میں محمد خوارزم شاہ نے پہلے اپنے حرم اور پھر اپنے خزانے کو اور کہیں بھیج دیا اور خود بغداد جانے کا ارادہ کیا۔ مغلوں نے کچھ عرصہ بعد حرم اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ بغداد پر اُسی عباسی خلیفہ کی حکومت تھی، جس سے کچھ دن پہلے خوارزم شاہ کی اَن بن تھی۔ اُس نے اِدھر اُدھر سے کچھ آدمی چُنے، چند سو ساتھی اور اس شاہراہ پر چل پڑا جو بغداد جاتی تھی۔

لیکن ہمدان کے قریب اُس کے عقب ہی میں پھر مغل نمودار ہوئے۔ اُس کے آدمی منتشر کر دیئے گئے اور کچل ڈالے گئے۔ کچھ تیر اُس پر بھی چلائے گئے لیکن مغلوں نے اُسے پہچانا نہیں۔ وہ بچ کے تیزی سے بحیرۂ خزر کی جانب روانہ ہوا۔ اُس کے محافظ دستے کے کچھ ترک سپاہی اس سے متنفر اور باغی ہو گئے اور اس نے مصلحت اسی میں جانی کہ بجائے شاہی خیمے کے، قریب ہی ایک چھوٹے سے خیمے

Marfat.com

میں رات گذارے۔ جب صبح ہوئی تو اُس نے دیکھا کہ خالی شاہی خیمہ تیروں سے چھدا ہوا تھا۔

اس نے اپنے ایک افسر سے پوچھا "کیا اس دنیا میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں میں مغلوں کی برق و رعد سے محفوظ رہ سکوں؟"

اُسے مشورہ دیا گیا کہ کشتی پر سوار ہو کے بحیرۂ خزر میں دُور ایک جزیرے میں روپوش ہو جائے، تاوقتیکہ اُس کے بیٹے اور اُس کے اتابک اس کی حفاظت کے لیے طاقتور فوج جمع کریں۔

محمد خوارزم شاہ نے یہی کیا۔ اپنے چند عجیب الخلقت ساتھیوں کے ساتھ بھیس بدل کے وہ پہاڑوں کے دروں اور گھاٹیوں سے ہوتا ہوا بحیرۂ خزر کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹے سے پُرامن قصبے میں پہنچا جہاں زیادہ تر ماہی گیروں اور تاجروں کی آبادی تھی۔ خوارزم شاہ اگرچہ درماندہ اور بیمار تھا، اس کا دربار اس کے ساتھ نہ تھا، نہ غلام و خدّام تھے، اور نہ ساقی، پھر بھی اُسے اپنے نام و نمود کا خیال تھا۔ اس نے ضد کر کے جامع مسجد میں نماز ادا کی اور بہت جلد یہ راز فاش ہو گیا کہ وہ کون ہے۔

ایک مسلمان شخص نے جسے خوارزم شاہ کے ہاتھوں نقصان پہنچا تھا، مغلوں کو اس کا پتا نشان بتا دیا۔ مغل قزوین میں ایک ایرانی لشکر کو شکست دے چکے تھے اور پہاڑوں میں خوارزم شاہ کا تعاقب کر رہے تھے۔ مغل اس قصبے میں جس میں اُس نے پناہ لی تھی، عین اس وقت داخل ہوئے جب وہ ایک ماہی گیر کی کشتی پر سوار ہو رہا تھا۔

تیر برسائے گئے مگر کشتی کنارے سے دُور ہوتی گئی۔ بعض خانہ بدوش مغلوں نے طیش کے عالم میں پانی میں گھوڑے ڈال دیئے اور کشتی کے تعاقب میں اس وقت تک تیرتے رہے جب تک انسان اور جانور دونوں میں طاقت رہی اور پھر وہ لہروں

Marfat.com

میں ڈوب گئے۔

اگرچہ وہ کبھی شاہ کو پکڑ نہ پائے، لیکن وہ اس کا کام تمام کر چکے تھے۔ بیماری اور مصیبتوں سے چور چور ہو کے یہ مسلمان شہنشاہ اس جزیرے میں جاں بحق ہوا۔ جب وہ مرا تو اس قدر مفلس تھا کہ اُس کے ایک رفیق کی قمیص نے کفن کا کام دیا۔

جبی نویان اور سوبدائی بہادر — ان دونوں کہنہ مشق غارت گروں کو جنھیں شاہ کو زندہ یا مردہ پکڑ لانے کا حکم ملا تھا، یہ علم نہ تھا کہ اپنے ہی جزیرے میں شاہ زمین کے نیچے دبا پڑا ہے — ایک اور بدنصیب جس کی تقدیر چین کے والئی ونگ اور خود طغرل خان اور تُوکتا بیگ اور کوشلوک سے بہتر نہ تھی۔ انھوں نے خان کو اُس کے خزانے کا بیشتر حصہ روانہ کیا جو سوبدائی بہادر نے بڑی ہوشیاری سے لُوٹا تھا۔ اُس کے حرم کے زیادہ تر افراد کو بھی چنگیز خاں کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی یہ پیغام کہ خوارزم شاہ کشتی میں بیٹھ کر مشرق کی طرف گیا ہے۔

چنگیز خاں نے یہ سمجھ کر کہ خوارزم شاہ اپنے بیٹے سے اُورگنج میں جا ملے گا، اس سمت ایک لشکر روانہ کیا۔

لیکن سوبدائی بہادر جو بحیرۂ خزر کے پاس کی برف پوش چراگاہوں میں سردیاں گذار رہا تھا، اُس نے یہ ارادہ کیا کہ شمال کی طرف یلغار کر کے سمندر کا چکر لگا کے پھر شاہ کے تعاقب میں جا پہنچے۔ اُس نے ایک قاصد کو سَمَرقند بھیج کے اس سفر کی اجازت چاہی۔ چنگیز خاں نے نہ صرف اجازت دی، بلکہ ارخون کی فوج کو مزید تقویت دینے کے لیے کئی ہزار ترکمانوں کی کمک روانہ کی۔ اِدھر سوبدائی بہادر اپنے طور پر اپنی فوج میں وحشی کُردوں کو بھرتی کر رہا تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے جنوب کا رُخ کر کے اُن شہروں کا محاصرہ اور تسخیر کر کے جن کے قریب سے وہ خوارزم شاہ کے تعاقب کے وقت گذرے تھے، مغلوں نے پھر شمال کا رُخ کیا اور قفقاز میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

انہوں نے گرجستان پر یورش کی مغلوں اور پہاڑی جنگجوؤں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا جبی نویان اُس طویل وادی کے ایک جانب روپوش ہوگیا جو طفلس کی طرف جاتی ہے اور سوبدائی بہادر نے مغلوں کی وہی پرانی چال چلی، گویا اُس کے قدم اکھڑ چکے ہیں اور وہ پیچھے ہٹ رہا ہے۔ پانچ ہزار آدمی جو روپوش تھے مگر جستانیوں کے پہلو پر پل پڑے، جن کا اس جنگ میں بُرا بُرا حشر ہوا۔

مغلوں نے قفقار کے سنگین دروں میں پہاڑ کاٹ کاٹ کے اپنے لئے راستہ بنایا اور سکندرِ اعظم کے آہنی دروازے سے ہو کر نکلے۔ شمال کی ڈھلوانوں پر پہنچ کے پہاڑی قوموں کے ایک لشکر کو انہوں نے اپنے مقابل پایا۔ الان، چرکس اور قپچاق قبیلے اُن کے مقابلے میں جمع ہو کے صف آرا تھے۔ تعداد میں یہ مغلوں سے کہیں زیادہ تھے اور مغلوں کے لیئے واپس لوٹنے کا بھی کوئی راستہ نہ تھا لیکن سوبدائی بہادر نے بڑی ترکیب سے خانہ بدوش قپچاقیوں کو دوسروں سے الگ کر دیا اور پھر مغلوں نے تنومند الان اور چرکس کی صفوں میں گھوڑے جھونک دیئے۔

پھر بحیرۂ خزر کے پار کے نمک سے بھرے ہوئے میدانوں میں قپچاقیوں کا تعاقب کر کے اِن چین کو غارت کرنے والے غارت گروں نے اِن ہوشیار خانہ بدوشوں کو بھی تتر بتر کر کے انہیں شمال کے روسی شہزادوں کی سرزمینوں میں دھکیل دیا۔

اب ایک نئے اور بڑے بہادر دُشمن کا سامنا ہوا۔ بیاسی ہزار روسی جنگجو کیف اور دُور دراز کے روسی حکمرانوں کے علاقوں سے آ کے جمع ہوئے۔ دریائے نیپر کے ساتھ ساتھ وہ نیچے کی طرف بڑھے اور قپچاقیوں کے طاقتور دستے اُن کے لئے ہراول کا کام دیتے تھے۔ وہ بڑے مضبوط شہسوار اور ڈھال بردار تھے، اور وہ مدتِ مدید سے میدانوں کے خانہ بدوشوں سے برسرِ پیکار چلے آ رہے تھے۔ نو روز تک مغل دریائے نیپر سے ہٹ کے پیچھے پلٹتے رہے، یہاں تک کہ

Marfat.com

وہ ایک ایسے مقام پر جا پہنچے جسے انہوں نے جنگ کے لیے پہلے سے منتخب کرلیا تھا۔ شمالی جنگجو مختلف خیمہ گاہوں میں پھیلے ہوئے تھے سب کے الگ الگ سردار تھے اور ہر جتھا اپنی جگہ پر بڑا طاقتور تھا، لیکن سب آپس میں جھگڑتے رہتے تھے۔ سوبدائی کی طرح اُن کا کوئی مرکزی سردار نہ تھا۔ پہلی جھڑپ میں دو روز تک روسیوں اور مغلوں کے درمیان میدان میں لڑائی ہوتی رہی۔ کیف کا ذی شان شہزادہ اور اس کے بہت سے امراء ان کافروں کے ہاتھوں مارے گئے اور روسی فوج میں جو باقی سے بچے وہ پھر دریائے نیپر کے کنارے کنارے شمال کو واپس چلے گئے۔

سوبدائی بہادر اور جبی نویان اب پھر اپنی مرضی کے مالک تھے۔ یہ دُور تک چکر لگاتے لگاتے قرم میں گھس گئے اور وہاں جینوا کی ایک قلعہ بند تجارتی کوٹھی کو تسخیر کرلیا۔ اس کے بعد وہ معلوم نہیں اور کیا کرتے۔ وہ دریائے نیپر کو پار کرکے یورپ پر یورش کرنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ چنگیز خان، (جس کو قاصدوں کے ذریعے اُن کی نقل و حرکت کی اطلاع برابر مل رہی تھی) کا حکم پہنچا کہ وہ کوئی دو ہزار میل مشرق میں فوراً اُس سے واپس آملیں۔

راستے میں جبی نویان مرگیا۔ اس پر بھی مغلوں نے چلتے چلتے ایک اور چکر لگایا اور بلغاریوں پر، جو اُس زمانے میں دریائے والگا کے کنارے آباد تھے، حملہ کرکے انہیں تاخت و تاراج کر ڈالا۔

یہ عجیب و غریب یلغار تھی اور غالباً آج تک انسان کی شہسواری کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس عجیب کام کو ایسے ہی انسان انجام دے سکتے تھے، جنہیں غیر معمولی قوت برداشت عطا ہوئی تھی اور جنہیں اپنی قوت پر پورا اعتماد تھا۔

ایک فارسی مؤرخ لکھتا ہے: "آپ نے کبھی نہیں سُنا کہ مشرق کی

Marfat.com

سرزمین سے انسانوں کے ایک گروہ نے خروج کیا اور بحیرہ خزر کے دیّروں تک روئے زمین پر وزّانہ گذرتا چلا گیا۔ اور راستہ بھر انسانوں کو نیست و نابود کرتا گیا اور ہر جگہ موت کے بیج بوتا گیا اور پھر زندہ اور توانا مالِ غنیمت کے ساتھ اپنے مالک کے پاس واپس لوٹ آیا اور یہ سارا واقعہ دو سال کے اندر اندر پیش آیا۔"

اِن دو مغل دستوں نے طول البلد کے نوّے درجوں کی حد تک جو یلغار کی تھی، اس سے عجیب عجیب نتیجے پیدا ہوئے۔ ان نبرد آزماؤں کے ہم رکاب ختا کے علما اور الیغوری اور نسطوری عیسائی بھی تھے۔ کم سے کم تاریخوں میں ہمیں ایسے مسلمان سوداگروں کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے مغل لشکر میں بعض لوگوں کے ہاتھ عیسائیوں کی مقدس کتابوں کے نسخے منافع کے ساتھ فروخت کیے۔

سوبدائی بہادر نے یہ یلغار اندھوں کی طرح نہیں کی تھی چینیوں اور الیغوروں نے نقشوں پر جا بجا نشانات لگائے کہ یہاں ہم نے یہ دریا پار کیا۔ ان جھیلوں میں مچھلیاں ملتی ہیں اور یہاں نمک اور چاندی کی کانیں ہیں اور سڑکوں کے کنارے ہرکاروں کے لیے چوکیاں تعمیر کی گئیں اور مفتوحہ ضلعوں میں داروغہ مقرر کیے گئے۔ جنگ جو مغل کے ساتھ ساتھ نظم و نسق کرنے والا چینی عامل بھی ہوا کرتا تھا۔ ایک آرمینی پادری جسے اسیر کر کے مغلوں نے اس لیے ساتھ رکھا تھا کہ وہ خطوں کو پڑھ کر سنا سکے یہ بتاتا ہے کہ قفقاز کے نیچے کی سرزمینوں میں دس سال سے زیادہ عمر کے مردوں کی آبادی کی مردم شماری بھی کی گئی تھی۔

سوبدائی بہادر کو جنوبی روس کی عظیم الشان، کالی مٹی والی چراگاہوں کا

Marfat.com

پتا چل گیا تھا۔ وہ ان میدانوں کو نہیں بھولا۔ کئی سال بعد وہ دنیا کے اس سرے سے پھر واپس لوٹا اور اس نے ماسکو کو تاراج کیا۔ اُس نے پھر اُس مقام سے آگے اپنی یلغار شروع کی جہاں سے اُسے چنگیز خاں نے واپس بلا لیا تھا۔ اس نے نیپر کو عبور کر کے مشرقی یورپ پر یورش کی۔

اور جینوا اور وینس کے تاجروں کو مغلوں سے ملنے کا موقع ملا۔ اگلی نسل میں وینس کے پولاس خاندان کے دو افراد خانِ اعظم کی سلطنت کے سفر کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔

Marfat.com

سترھواں باب

چنگیز خاں کا شکار

ادھر وہ دونوں ارخون بحیرۂ خزر کے پچھم میں یورش کر رہے تھے' ادھر خان کے دو بیٹے اُس دوسرے سمندر تک جا پہنچے جو چاروں طرف خشکی سے گھرا ہوا ہے اور جسے بحیرۂ خوارزم کہتے ہیں۔ وہ اس لیے بھیجے گئے تھے کہ محمد شاہ کے متعلق اطلاع بھیجیں اور اگر وہ واپس پلٹے تو اس کا راستہ روک دیں۔ بالآخر جب اُنہیں اطلاع ملی کہ وہ نزمہ کے دفن بھی ہو چکا تو وہ دریائے جیحوں کے چکنی مٹی کے کنارے کے راستے سے خوارزمیوں کے آبائی شہر کو واپس ہوئے۔

یہاں مغلوں نے بڑے طویل اور سخت محاصرے کا آغاز کیا۔ بڑے بڑے پتھر یہاں قریب میں نہیں ملتے تھے اس لیے اُن کے بجائے درختوں کے تنوں کو پانی میں بھگو بھگو کے اس قدر وزنی بنایا گیا کہ منجنیقوں سے پھینکنے کے کام آسکیں۔ ایک ہفتہ تک فصیل کے اندر دست بدست لڑائی ہوتی رہی۔ اس میں مغلوں نے مؤرخوں کے بیان کے مطابق روغنِ نفت استعمال کیا۔ اس کا استعمال انہوں نے مسلمانوں ہی سے سیکھا ہوگا، جو اس کو یورپ کے صلیبی جنگجوؤں کے مقابلے میں بڑے مؤثر طریقے پر پھینکا کرتے تھے۔ بالآخر خوارزم کا دارالسلطنت اور گنج فتح ہو گیا اور خان کے دونوں بیٹے قیدیوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ خان کے قلب لشکر کو واپس ہوئے، لیکن کمزور باپ کا جری فرزند جلال الدین خوارزم اُن کے چنگل سے بچ کر نکل گیا تا کہ اُن کے مقابلے میں تازہ فوجیں فراہم کر سکے۔

Marfat.com

اس عرصہ میں سخت گرمیوں کے زمانے میں چنگیز خاں نے نشیبی میدانوں سے اپنی فوجیں ہٹا لیں۔ یہاں بڑی جھلسانے والی خشک گرمی پڑتی تھی جو اس کے سپاہیوں کے لیئے بڑی تکلیف دہ تھی کیونکہ وہ گوبی کے بلند میدانوں کی آب و ہوا کے عادی تھے۔

وہ انہیں جیحوں کے اس پار کے خشک پہاڑوں میں لے گیا۔

گھوڑوں کے گلے چراگاہوں میں چرنے میں مشغول تھے۔ اس نے اپنی فوج کو مصروف رکھنے کے لیئے اور ان کی تنظیم برقرار رکھنے کے لئے موسم بھر کے شکار کا حکم نافذ کیا۔ یہ اردو کا بڑا محبوب مشغلہ تھا۔

شکار مغلوں کے لیئے باقاعدہ یورش اور حملے سے کم نہ ہوا کرتا تھا۔ فرق اتنا تھا کہ اس میں بجائے انسانوں کے جانوروں سے مقابلہ کیا جاتا۔ شکار میں پورا اردو حصہ لیتا۔ اس کے قاعدے خود خان نے مرتب کیئے تھے اور اس لیئے اٹل تھے۔

میر شکار جوجی کسی اور مہم پر باہر مصروف تھا، اس لیئے اس کا نائب گھوڑا دوڑاتا ہوا پہاڑیوں میں کئی سو میل کا چکر کاٹ کے شکار کے لیئے دیکھ بھال کر آیا۔ مختلف دستوں کے لئے جھنڈے نصب کر دیئے گئے کہ وہ کہاں کہاں سے شکار کے لیئے آگے بڑھیں۔ افق کے اس پار گرتائی کا انتخاب کیا گیا۔ گرتائی وہ مقام ہوتا تھا جہاں شکارگاہ کی حد مقرر ہوتی تھی۔ اور اس پر بھی نشان لگا دیا جاتا تھا۔

اب دیکھیئے۔ اردو کے دستے بڑی توانائی اور تندرستی کے عالم میں دائیں بائیں لگے بڑھے۔ شکاریوں کا حکم ہوتا تو کھلی ہوا میں راتوں کو بسیرا کر لیتے۔ انتظار کرتے رہے کہ خان کی سواری آجائے اور پھر قرناؤں اور باجوں کے شور کے بعد انہیں آگے جھپٹنے کا حکم ملے۔ وہ ایک ہلکے سے نیم دائرے کی شکل میں اسی میل زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔

جیسے ہی خان کی سواری آپہنچی اور خان کے جلو میں بڑے بڑے سپہ سالار

Marfat.com

شہزادے اور خان کے جواں سال پوتے آگئے۔ شہسوار اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ دو قطاروں میں جم کے صف آرا ہوئے۔ اُن کے پاس وہ تمام ہتھیار اور وہ سارا سازو سامان تھا، جو انسانوں کے مقابل میں لڑنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ بید کی ڈھالیں بھی تھیں۔

گھوڑے موج در موج آگے بڑھے۔ افسر پیچھے رہ گئے اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کے جانوروں کو ہانک لگائی۔ سپاہیوں کو ممانعت تھی کہ جانوروں کے مقابلے میں ہتھیار استعمال کریں۔ اگر کوئی چوپایہ شکاریوں کی صف سے بچ کر نکل جاتا تو یہ بڑی ذلت کی بات سمجھی جاتی۔ وہ جھاڑیوں کو کچلتے ہوئے، گھاٹیوں کو چھانتے ہوئے اور پہاڑیوں پر چڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ جب کوئی شیر یا بھیڑیا کسی جھاڑی سے نکلتا ہوا دکھائی دیتا تو وہ بڑی زور سے نعرے لگاتے اور شور مچاتے۔

رات کو زیادہ مشکل پیش آتی۔ شکار کا پہلا مہینہ گذر جانے پر یہ حال تھا کہ جانوروں کی بہت بڑی تعداد انسانوں کے اس نیم حلقے کے آگے آگے مجتمع ہو گئی تھی۔ سپاہی پڑاؤ میں رات بسر کرتے، الاؤ جلاتے، سنتری مقرر تھے۔ یہاں تک کہ معمولِ جنگ کے مطابق اندر داخل ہونے یا باہر جانے کے لیئے راز کا لفظ بھی رائج ہوتا۔ افسر پڑاؤ کا گشت کرتے۔ ایسے وقت میں طلایہ گردی آسان نہ تھی، جب کہ پہاڑوں کے سارے چوپائے اُن کے آگے آگے ادھر سے اُدھر پھرتے تھے۔ چوپایوں کی آنکھیں زمین پر شعلوں کی طرح چمکتی معلوم ہوتیں۔ بھیڑیوں کے چلّانے اور چیتوں کے دہاڑنے کی آوازیں خاموشی کو بار بار توڑتیں۔

ایک مہینہ اور گذر گیا تو دشواری بڑھ گئی۔ اب نیم دائرہ سمٹ کے دائرہ بننے لگا اور جانوروں کے ہجوم کو بھی یہ اندازہ ہونے لگا کہ انہیں ہنکایا جا رہا ہے۔ اب شکار کی سخت گیری میں کسی طرح کی نرمی کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی لومڑی زمین میں

Marfat.com

گھس جاتی تو زمین کھود کے اُسے نکالا جاتا۔ اگر کوئی ریچھ چٹانوں کے درمیان کسی سُوراخ میں جا چھپتا تو کسی نہ کسی سپاہی پر لازم تھا کہ اُسے باہر نکال لے اور شرط یہ تھی کہ ریچھ زخمی نہ ہونے پائے۔ نوجوان جنگجوؤں کے لیئے اپنی ہنرمندی اور بے خوفی کے جوہر دکھاتے کا بڑا اچھا موقع تھا۔ خاص طور پر اُس وقت جب کوئی اکیلا جنگلی سور یا جنگلی سوروں کا گلّہ پلٹ کے سواروں کی صف پر حملہ کرتا۔

صف کا ایک حصّہ ایک موڑ پر ایک دریا کے چوڑے پاٹ پر جا نکلا۔ فوراً قاصد دوڑائے گیے کہ شکاریوں کے سارے نیم حلقے میں یہ حکم پہنچا دیں کہ جب تک دریا پار نہ کر لیا جائے، صف کا باقی حصّہ بھی ٹھہرا رہے۔ ہنکائے ہوئے جانور پہلے ہی دریا کو پار کر چکے تھے۔

سن رسیدہ چنگیز خاں کبھی یہاں، کبھی وہاں نمودار ہوتا۔ اپنے سپاہیوں کے تیور دیکھتا اور یہ دیکھتا کہ افسران سپاہیوں کی کس طرح نگہداشت کر رہے ہیں۔ شکار کے دوران میں تو اس نے کچھ نہ کہا، لیکن ایک ایک تفصیل اُسے اچھی طرح یاد تھی۔

شکاریوں کی رہبری میں سپاہیوں کا نیم حلقہ گرتائی کے قریب پہنچتے پہنچتے تنگ حلقہ بن گیا۔ جانور اب اس دباؤ کو محسوس کرنے لگے۔ ہرن اِدھر اُدھر کلبلاتے پھرتے نظر آتے اور اُن کے پہلو کانپتے ہوئے دکھائی دیتے۔ شیر اِدھر اُدھر پلٹتے اور سر جھکا کے گرجتے۔ گرتائی سے باہر نظروں سے اوجھل حصّہ مکمل ہو گیا تھا اور شکار کے اطراف شکنجے کی طرح تنگ ہو رہے تھے۔ نقاروں، قرناؤں اور باجوں کی گونج اور چیخ پکار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اب سپاہیوں کی صفیں دُہری تہری تھیں۔ چنگیز خان نے انسانوں اور بے قابو جانوروں کے ہجوم کے پاس پہنچ کر اشارہ کیا۔ سواروں نے اس کے آگے بڑھنے کے لیئے جگہ کر دی۔

پُرانی رسم کے مطابق نرغے میں آئے ہوئے جانوروں کے درمیان سب سے پہلے

Marfat.com

خان کو پہنچنا چاہیے تھا۔ خان کے ایک ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، دوسرے ہاتھ میں کمان۔ اب ہتھیار چلانے کی اجازت تھی۔ مؤرخوں کا بیان ہے کہ سب سے زیادہ وحشی درندوں کو چن کے چنگیز خاں نے اُن پر حملہ کیا۔ ایک شیر کو تیروں سے مارا اور بھیڑیوں کے قریب پہنچ کے اپنے گھوڑے کی لگام روک لی۔

جب وہ کئی درندے مار چکا تو پھر حلقہ سے باہر نکل آیا اور ایک پہاڑی پر چڑھ کے جہاں سے گرتائی کا منظر نظر آتا تھا، شہزادوں اور سپہ سالاروں کے کرتب دیکھتا رہا جو اُس کے بعد گرتائی میں گھسے تھے۔ یہ مغلوں کا اکھاڑا تھا۔ یہاں کے کرتب خانہ بدوشوں کے تھے اور رومۃ الکبریٰ کے اکھاڑوں کی طرح یہاں بھی یہ ہوتا تھا کہ بہت سے لوگ جو اس میں داخل ہوتے، جانور اُن کی ہڈیاں چبا ڈالتے اور ان کی لاش باہر پہنچائی جاتی۔

جب جانوروں کے قتلِ عام کی اجازت مل تو اردو کے جنگجو موج در موج آگے بڑھے اور جو جانور سامنے آیا اُسے ہلاک کر ڈالا۔ شکار کو ہلاک کرنے کے لیئے ایک پورا دن وقف تھا۔ اس کے بعد دستور کے مطابق اُردو کے نوعمر شہزادے اور چنگیز خاں کے پوتے اس کے سامنے حاضر ہو کے درخواست کرتے کہ باقی ماندہ جانوروں کی جان بخشی کی جائے۔ یہ درخواست قبول کر لی گئی اور شکاریوں نے جانوروں کی لاشیں اکٹھا کرنی شروع کیں۔

اِس شکار کا مقصد سپاہیوں کو مشق کرانا تھا، اور سواروں کی حلقہ بندی کا طریقہ ایسا تھا جو انسانوں کے ساتھ جنگ میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

اس سال اس دشمن ملک میں چار مہینے تک شکار ہوتا رہا۔ چنگیز خاں خزاں میں پھر سے یورش کی تیاری کر رہا تھا اور اپنے بیٹے جوجی اور چغتائی سے ملنے کا منتظر تھا، جو بحیرہ جند کے کنارے سے خوارزم شاہ کی موت کی خبر لے کے آ رہے تھے۔

Marfat.com

اب تک مغل اسلامی ممالک میں بے روک ٹوک آگے بڑھتے چلے آئے تھے۔ انھوں نے اس سرعت سے دریاؤں کو عبور اور شہروں کو فتح کیا تھا جیسے اس زمانے میں کوئی مسافر قافلے اور نوکروں کے ساتھ ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچے۔ خوارزم شاہ غازی جو شروع میں کشورکشائی کے خواب دیکھتا رہا اور آخر میں بڑا بزدل بن گیا، اپنی رعایا کو چھوڑ کے اپنی جان بچانے کی فکر میں بھاگ کھڑا ہوا تھا اور بھاگ کر بھی اُسے سوائے ذلت اور گداؤں کے سے کفن دفن کے اور کچھ نصیب نہ ہوا تھا۔

ختا کے شہنشاہ کی طرح خوارزم شاہ نے بھی اپنی فوجیں قلعہ بند کرلی تھیں، تاکہ وہ مغلوں کی سوار فوج سے محفوظ رہ سکے۔ یہ مغل فوج عین جنگ کے وقت تک نظروں سے اوجھل رہتی اور پھر بڑی ہی وحشت ناک خاموشی سے اُن اشاروں کے مطابق نقل و حرکت کرتی، جو جھنڈوں کو جنبش دے کے کیے جاتے یہی اشارے افسر اپنے ہاتھوں کی جنبش سے اپنے سپاہیوں کے لیے دہراتا۔ یہ اشارے دن کو کیے جاتے کیونکہ حرب و ضرب کے شور اور قرنا اور طبلِ جنگ کی گونج میں دشمن و دوست کی آواز کی تمیز نہ رہتی اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ رات کو اشارے کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ رنگین قندیلیں سپہ سالار کے نشان یا طوغ کے قریب اوپر چڑھائی یا اتاری جائیں۔

سیحوں دریا کے کنارے کنارے پہلی یورش کے بعد چنگیز خان نے اپنی فوج سمرقند اور بخارا میں اکٹھی کر دی تھی جنہیں وہ خوارزم شاہی سلطنت کے دو خاص الخاص شہر سمجھتا تھا۔ بلا کسی خاص دشواری کے اُس نے مدافعت کا یہ دوسرا حلقہ بھی درہم برہم کر دیا تھا۔ اب اُس کا اُردو اس حصّہ میں جمع تھا جسے دفاع کا تیسرا حلقہ کہا جا سکتا تھا۔ یہ ایران اور افغانستان کی شاداب پہاڑیوں کا علاقہ تھا۔

ابھی تک منگولوں اور ترکوں — کافروں اور مسلمانوں — کے درمیان جو جنگیں ہوئی تھیں وہ مسلمانوں کے لیئے بڑی مہلک ثابت ہوئی تھیں۔ ترک منگولوں کو قہرِ خداوندی کا مظہر سمجھنے لگے تھے۔ وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ گناہوں کی سزا انہیں اسی دُنیا میں مل رہی ہے۔

چنگیز خاں کی کوشش یہ تھی کہ ان کا یہ عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اُس نے احتیاطاً مشرق کی طرف اپنے پہلو کا علاقہ بھی صاف کر لیا تھا جیحوں کے منبع کے قریب کی سطح مرتفع پر اُس نے بنفس نفیس قبضہ کیا تھا اور مغرب کے اُن شہروں کو فتح کرنے کے لیئے اُس نے فوج کے اور دستے بھیجے، جن کو فتح کیئے بغیر جبی نویان اور سوبدائی بہادر آگے نکل گئے تھے لیکن جن کے متعلق انہوں نے خان کو تفصیلی اطلاعیں بھیجی تھیں۔ جب یہ ہو چکا تو چنگیز خاں نے بلخ پر قبضہ کیا اور اسی کے نواح کے علاقے میں اس نے شکار میں گرمیوں کا موسم بسر کیا تھا۔

یہاں اُس نے مسلمان قوموں کے درمیان کی تجارتی شاہراہوں پر قبضہ کیا۔ وہ اس تمام عرصے میں معلومات فراہم کر رہا تھا اور اُسے معلوم تھا کہ ابھی اور بھی تازہ دم فوجیں ہیں اور افق کے اُس پار اس سے بھی زیادہ طاقتور سلطنتیں ہیں۔ جیسے پہلے چینیوں نے اُس کے مقابلے کے لیئے اسلحہ بندی کی تھی۔ اب سارا عالم اسلام اُس کے مقابلے کے لیئے مسلح ہو رہا تھا۔ سلطان محمد خوارزم شاہ کی موت اور اس کے دو بیٹوں کے منگولوں کے مقابلے میں شہید ہونے کے بعد مسلمان رعایا اپنے قدرتی رہنماؤں، ایرانی شہزادوں اور سیّدوں کے جھنڈوں کے نیچے مقابلے کے لیئے جمع ہو رہی تھی۔

چنگیز خان کو اس صورت حال کا علم تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اصلی زور آزمائی کا موقع اب آنے والا ہے — یہ کہ شاید دس لاکھ فوج، سوار اور کیل کانٹے سے درست اُس سے مقابلہ کرنے کے لیئے آگے بڑھنے کو تیار ہے۔ فی الحال اس فوج کا کوئی شایانِ شان سپہ سالار نہ تھا اور یہ اُس کے اطراف درجن بھر سلطنتوں میں منتشر تھی۔

یورش کے اس دوسرے سال میں منگل اُردو کی جملہ تعداد بارہ تومانوں سے زیادہ

Marfat.com

نہ ہوگی یعنی ایک لاکھ سے کچھ زیادہ سپاہی۔ الغوردل کا سردار ایدلقیوت اور الما لیق کا عیسائی بادشاہ اُس سے اجازت لے کے طیان شان کے پہاڑوں کے اُس پار واپس ہو چکے تھے۔ اُس کے بہترین سپہ سالار جبی نویان اور سوبدائی بہادر دو تومانوں کے ساتھ دور مغرب میں تھے۔ تغاچار نویان جو اُس کے باقی ماندہ ارخونوں میں سب سے زیادہ بھروسے کے قابل تھا، نیشاپور کے محاصرے میں کام آچکا تھا۔ مقولی بہادر ختا میں نیابت کا فرض انجام دے رہا تھا، ارغونوں کی تعداد گھٹ چکی تھی اور چنگیز خاں نے سوبدائی بہادر سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس کی۔

اس لیے اس نے اپنے اس محبوب سپہ سالار کو بحیرۂ خزر کے اُس پار سے واپس بلا بھیجا۔ سوبدائی فرمان کی تعمیل میں بلخ واپس آن پہنچا اور کچھ روز خان سے اور اس سے مشاورت ہوتی رہی۔ پھر وہ سوار ہو کے ایک ہزار میل کے فاصلے پر اپنے لشکر کے صدر کو واپس چلا گیا۔

اب خان کا مزاج بدل چکا تھا اور اب وہ شکار کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے جوجی کو ملامت کی کہ آپس کی لڑائی میں اُس نے اورگنج کی تسخیر میں بہت دیر لگا دی یا شاید اس بیٹے ملامت کی کہ اس نے جلال الدین خوارزم کو بچ کر نکل جانے دیا۔ ضدی اور گستاخ جوجی کو اُردو سے باہر چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ اپنے نجی سپاہیوں کے ساتھ وہ بحیرۂ خوارزم کے اُس پار کی چراگاہوں میں چلا گیا۔

تب چنگیز خاں نے اپنے اُردو کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ محض نقل و حرکت کرنے یالا پروائی اور حقارت سے دشمن کو لوٹنے کھسوٹنے کے لیے نہیں۔ اس مرتبہ اس کا ارادہ تھا کہ اُس کے اطراف کے مسلمان ملکوں میں لڑنے بھڑنے کے قابل مردوں کی جو عظیم الشان آبادی ہے، اُس کا قتل عام کر دے۔

Marfat.com

اٹھارھواں باب

تولی کا تختِ زریں

ایک خراسانی شہزادہ اپنے وقائع میں لکھتا ہے "میں اس زمانے میں اپنے قلعہ میں رہا کرتا تھا جو ایک اونچے سنگلاخ قلّہ کوہ پر واقع تھا۔ یہ خراسان کے بڑے حصین قلعوں میں شمار ہوتا تھا اور اگر راوی کا قول صحیح ہے تو یہ اس زمانے سے میرے آباؤ اجداد کے تصرف میں تھا جب کہ اس علاقے کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چونکہ یہ قلعہ صوبہ کے مستقر کے نزدیک تھا، اس لیے یہ ان مفرور قیدیوں اور تاتاریوں کے ہاتھوں اسیری یا موت سے پناہ گزین باشندوں کے لیے دارالامان کا کام دیتا تھا۔

"کچھ عرصہ بعد تاتاری اس قلعے کے سامنے نمودار ہوئے جب انہوں نے دیکھا کہ اس قلعہ کا سر کرنا مشکل ہے تو وہ اس شرط پر محاصرے سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہوئے کہ اس کے عوض میں انہیں سوتی کپڑے کے دس ہزار لبادے، اور بہت سی اور وافر اشیا اور ساز و سامان دیا جائے حالانکہ وہ اس وقت نیشاپور کی تسخیر کے بعد مالِ غنیمت سے لدے ہوئے تھے۔

"میں اس پر راضی ہو گیا لیکن جب یہ سوال پیدا ہوا کہ خراج کا یہ سامان اُن تک کون لے جائے تو اس کے لیے کوئی تیار نہ ہوا کیونکہ سب یہ جانتے تھے کہ چنگیز خاں کا معمول یہ تھا کہ جو کوئی مغلوں کے ہاتھ پڑتا تھا تہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ بالآخر دو ضعیف العمر آدمی اس کام کے لیے تیار ہوئے۔ اپنے بال بچوں کو وہ میرے

Marfat.com

حوالے کر گئے کہ اگر وہ قتل کر دیئے گئے تو میں اُن کے اہل و عیال کی کفالت کا ضامن بنوں اور یہی ہوا کہ واپس جانے سے پہلے تاتاریوں نے ان دونوں بوڑھوں کو قتل کر دیا۔

بہت جلد یہ وحشی سارے خراسان میں پھیل گئے۔ جب یہ کسی ضلع میں پہنچتے تو آگے آگے اُس علاقے کے دہقانوں کو ہنکاتے اور جب کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو قیدیوں کو منجنیقوں اور محاصرے کے ساز و سامان کی تیاری کے لیئے استعمال کرتے۔ ہر طرف ہراس و ویرانی طاری تھی۔ جو قید ہو جاتا وہ اُس شخص کے مقابلے میں زیادہ مطمئن ہوتا جو اپنے گھر میں اس کشمکش و پیچ میں رہتا کہ معلوم نہیں محاصرے کے بعد اُس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ منجنیقوں پر غلامی کی محنت کے لیئے سردار اور امیر بھی اپنے سپاہیوں اور غلاموں کے ساتھ ہنکائے جاتے۔ جو مغلوں کے حکم کی تعمیل نہ کرتا، بلا استثنا موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔"

خراسان کے زرخیز علاقوں پر حملے کے لیئے چنگیز خاں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے تولی کو، جو امیر جنگ بھی تھا، سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اُسے یہ حکم ملا تھا کہ وہ جلال الدین خوارزم کو تلاش کرے لیکن یہ خوارزمی شاہزادہ کسی طرح اُس کے ہاتھ نہ آتا تھا۔ مغل فوج نے مرو پر حملہ کیا۔ مرو کا شہر بیابان کا لعل سمجھا جاتا تھا اور خوارزم کے بادشاہوں کی تفریح گاہ تھا۔ یہ دریائے مرغاب کے کنارے آباد تھا اور اس کے کتب خانوں میں ہزارہا بیش بہا مسودے اور قلمی نسخے تھے۔

مغلوں نے اس شہر کے نواح میں ترکمانوں کے ایک دستے کو طلایہ کرتے دیکھا اور اُسے منتشر کر دیا۔ تولی نے فصیلوں کا چکر لگا کے شہر کے حصاروں کا اندازہ لگایا۔ مغل صفیں اور قریب کر لی گئیں اور مکمل محاصرہ کر لیا گیا۔ ترکمانوں سے لوٹے ہوئے جانور چراگاہوں میں چرنے کے لیئے چھوڑ دیئے گئے۔

اس محاصرے میں چنگیز خاں کے اپنے محافظ دستے کے ایک ہزار چنے ہوئے مغل

Marfat.com

مارے گئے اور تُولی کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ تُولی مرو کی فصیلوں پر پیہم حملے کرتا رہا۔ اُس نے خندق کے اطراف ریت کی دیوار سی لگائی اور حملے سے پہلے تیروں کی بوچھار کرتا رہا۔ اکیس دن تک یُونہی سخت لڑائی ہوتی رہی اور اس کے بعد جب لڑائی ذرا مدھم ہوئی تو مغلوں کے پاس ایک امام کو بھیجا گیا جس کی بڑی خاطر تواضع ہوئی ــــ اور بحفاظت سے واپس اپنی فوج تک پہنچا دیا گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام شہریوں کی طرف سے نہیں گیا تھا بلکہ اسے قلعہ دار نے بھیجا تھا جس کا نام مجیرالملک تھا۔ مطمئن ہو کے قلعہ دار خود چاندی کے ظروف اور مرصّع لبادوں کے بیش بہا تحائف لے کے مغلوں کے خیموں تک گیا۔

تُولی جو مکر و فریب میں طاق تھا اُس نے ایک اعزازی خلعت مجیرالملک کے لئے بھیجی اور اپنے خیمے میں آکر کھانا کھانے کی دعوت دی اور یہاں اس نے ایرانی قلعہ دار کو یقین کرا دیا کہ اُس کی اپنی جان بخشی کر دی جائے گی۔

تُولی نے یہ تجویز پیش کی "اپنے دوستوں اور چنے ہوئے ساتھیوں کو بھی بُلا لو میں اُن کو اعزاز و منصب بخشوں گا۔"

مجیرالملک نے ایک نوکر کو بھیج کے اپنے قریبی دوستوں کو بُلا بھیجا اور وہ بھی اس ضیافت میں قلعہ دار کے پاس آ بیٹھے۔ تولی نے اس وقت مرو کے چھ سو امیر ترین آدمیوں کی فہرست مانگی اور قلعہ دار اور اس کے دوستوں نے فرمانبرداری کے ساتھ یہ فہرست اُسے لکھ کے دے دی جس میں شہر کے متموّل ترین زمینداروں اور تاجروں کے نام شامل تھے۔ پھر مجیرالملک نے دہشت کے عالم میں یہ دیکھا کہ مغلوں نے اُس کے تمام ساتھیوں کا گلا گھونٹ دیا۔ تُولی کے افسروں میں سے ایک چھ سو آدمیوں کی اس فہرست کو لے کے مرو کے قلعے کے دروازے پر گیا۔ فہرست قلعہ دار کے قلم کی لکھی ہوئی تھی اور اس نے قلعہ دار کے نام پر ان چھ سو آدمیوں کو طلب کیا۔

Marfat.com

رفتہ رفتہ یہ چھ سو آدمی بھی آ گئے اور انہیں حراست میں لے لیا گیا۔ اب مغلوں نے قلعے کے دروازے پر قبضہ کر لیا اور اُن کے سوار دستے مرو کی گلیوں میں گھس پڑے۔ شہر کے سارے باشندوں کو اپنے اہل و عیال سمیت باہر میدان میں نکلنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم بھی ملا کہ جتنا سامان وہ اپنے ساتھ لے جا سکتے ہوں لے جائیں۔ چار دن تک شہر خالی ہوتا رہا۔

ایک سنہرے تخت پر قیدیوں کے ہجوم میں بیٹھا ہوا تُولی یہ سارا نظارہ دیکھتا رہا۔ اُس کے افسر چُن چُن کے ایران کے فوجی افسروں کو اُس کے سامنے پیش کرتے رہے۔ ان افسروں کے سر کاٹے جاتے رہے اور مرو کی ساری رعایا بے لبسی کے عالم میں دیکھتی رہی۔

پھر مرد، عورتیں، بچے تین گروہوں میں الگ الگ کیے گئے۔ مردوں کو زمین پر لیٹ جانے کا حکم ملا۔ اس طرح کہ اُن کے ہاتھ پُشت کی طرف بندھے تھے۔ اس پورے مجمع کو مغلوں میں تقسیم کر دیا گیا جو ان سب کا گلا گھونٹتے رہے یا ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے رہے۔ صرف چار سو کاریگر زندہ باقی رہنے دیئے گئے، جن کی مغل اردو کو ضرورت تھی۔ کچھ بچّے غلام بنا کے باقی رکھے گئے۔ چھ سو امیروں کا بھی یہی کچھ حشر ہوا۔ پہلے تو انہیں طرح طرح کے عذاب دیئے گئے، یہاں تک کہ انھوں نے بتا دیا کہ اُن کا مال و دولت کہاں کہاں دفن ہے۔

مغلوں نے خالی مکانوں کو خوب غارت کیا۔ دیواریں زمین کے برابر کر دی گئیں۔ پھر تولی نے باگ موڑی۔ سارے شہر میں بظاہر صرف پانچ ہزار مسلمان زندہ بچے جو تہہ خانوں اور نالیوں میں جا چھپے تھے، لیکن یہ بھی زیادہ دیر تک بچنے نہیں پائے اُردو کے کچھ سپاہی شہر کو واپس آئے۔ اُن لوگوں کا کھوج لگا کے انہیں بھی قتل کر دیا اور اس شہر میں ایک انسان بھی باقی نہیں رہنے دیا گیا۔

اسی طرح یکے بعد دیگرے حیلے اور فریب سے مرو کے ساتھ کئے اور شہر بھی فتح کر لیئے گئے۔ ایک جگہ کچھ لوگوں نے اس طرح اپنی جان بچانا چاہی کہ لاشوں کے ہجوم میں خود بھی مردہ بن کے لیٹ گئے مغلوں نے یہ سن کے یہ حکم جاری کر دیا کہ آئندہ سے شہر کے باشندوں کا جب قتل عام ہو تو ہر ایک کا سر قلم کر دیا جائے۔ ایک اور شہر کے ملبے میں کچھ ایرانی زندہ باقی رہ گئے تھے، مغلوں کا ایک دستہ اس حکم کے ساتھ واپس بھیجا گیا کہ ان باقی ماندہ آدمیوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالے۔ خانہ بدوش مغل ان کے پڑاؤ پر پہنچے اور ان بدنصیبوں کو بڑی بیدردی سے قتل کیا۔ ان پر اتنا بھی ترس نہ کھایا جتنا جانوروں پر شکار کے وقت انہیں ترس آتا تھا۔

مغلوں کی جنگ بھی بڑی حد تک جانوروں کے شکار کی طرح تھی، ہر ترکیب، ہر اوچھی چالاکی استعمال کی جاتی کہ بنی نوع انسان کا بیخ و بنیاد سے استیصال کیا جائے۔ ایک اور تسخیر شدہ مسمار شہر کے ویرانے میں مغلوں نے ایک قیدی مؤذن کو ایک مسجد کے مینار سے اذان دینے پر مجبور کیا، جو مسلمان گوشوں اور کناروں میں چھپے ہوئے تھے یہ سمجھ کر باہر نکل آئے کہ یہ خونخوار حملہ آور شہر کو چھوڑ کے جا چکے ہیں۔ ان مسلمانوں کا قتل عام کر دیا گیا۔

جب مغل کسی شہر کو مسمار کر کے آگے بڑھتے تو اس کے نواح میں اناج کی جتنی فصلیں ہوتیں انہیں کچل ڈالتے یا جلا دیتے تاکہ اگر کچھ لوگ اُن کی تلوار کی زد سے بچ گئے ہوں تو فاقہ کر کے مر جائیں اور گنج میں جہاں انہیں طویل محاصرے کی صعوبت برداشت کرنی پڑی تھی انہوں نے یہاں تک زحمت اٹھائی کہ شہر کے پیچھے دریا پر بند باندھ کے اُس کا راستہ اس طرح بدلا کہ شہر کے مکانوں اور دیواروں کے ملبے تک سیلاب کی زد میں آ گئے۔ دریائے جیحوں کے اس طرح رُخ بدلنے پر ماہرینِ جغرافیہ بہت دنوں تک حیران رہے۔

آج ان خونیں تفصیلوں کے بیان ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی جنگ تھی جو ہر حد سے متجاوز تھی۔ اس حد تک جیسی دوسری عالمگیر جنگ۔ یہ بغیر منافرت کے

بنی نوعِ انسان کا قتلِ عام تھا جس کا مقصد محض انسانوں کو فنا کرنا تھا۔

اس قتلِ عام نے عالمِ اسلام کے قلب کو ایک طرح کا چٹیل میدان بنا دیا۔

جو لوگ اس قتلِ عام سے بچ جاتے وہ روحانی طور پر اس قدر مضمحل اور پریشان ہوتے کہ بجز کسی نہ کسی طرح کچھ کھا لینے اور پھر چھپ جانے کے وہ کسی کام کے نہ رہتے خوف و ہراس ان پر اتنا طاری رہتا کہ شہر کے ویرانے کو جس پر گھاس اُگ آتی تھی کسی طرح نہ چھوڑتے، یہاں تک کہ وہ بھیڑیئے جو لاشوں کو کھانے کے لیے آتے انہیں وہاں سے بھگا دیتے یا انہیں بھی لاشوں کے ساتھ کھا جاتے حکم یہ تھا کہ مسمار شدہ شہروں میں پھر سے انسان آباد نہ ہونے پائیں۔ ان شہروں کے نشان اُس سرزمین پر داغوں کی طرح باقی رہتے جو کسی زمانے میں بڑی زرخیز تھیں۔ ایک مرتبہ سے زیادہ یہ ہوا کہ جہاں کوئی شہر آباد تھا وہاں ہل چلایا گیا اور غلہ کاشت کیا گیا۔

ان خانہ بدوشوں کے نزدیک انسانی زندگی کی قیمت اُس زمین سے کم تھی جس سے غلہ اُگتا ہے اور جس پر درندے چلتے پھرتے ہیں، اس لیے وہ ایک سرے سے شہروں کو نیست و نابود کر رہے تھے۔ چنگیز خاں نے بغاوت کی تحریک کو شروع ہی سے مفلوج کر دیا تھا قبل اس کے کہ اُس کے خلاف مقاومت کی جائے، اُس نے سرے سے اُس کا سدِ باب کر دیا تھا۔ وہ کسی طرح کے رحم کا قائل نہ تھا۔

اس نے اپنے آرخونوں سے کہا تھا "خبردار میرے دشمنوں پر رحم نہ کھانا بجز اس کے کہ میں خاص طور پر حکم دوں۔ اس طبیعت کے آدمی محض ظلم و تعدّی سے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جب کوئی دشمن شکست کھاتا ہے تو خود بخود مطیع نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیشہ اپنے نئے مالک سے نفرت کرتا رہتا ہے۔

اُس نے یہ طریقے گوبی میں استعمال نہیں کیئے تھے اور نہ ختا میں اتنا ظلم و جبر کیا تھا۔ یہاں دنیائے اسلام کے لیئے وہ فی الحقیقت قہر و عذاب بن

Marfat.com

گیا تھا۔ اُس نے تو لی کو بڑی سختی سے لعنت ملامت کی تھی کہ اُس نے جلال الدین خوارزم کے دس ہزار حامیوں کے سوا ہرات کے باشندوں کو کیوں زندہ چھوڑا اور درحقیقت ہرات کے باشندوں نے اُس کے جوئے کے خلاف بغاوت کی اور مغل صوبہ دار کو قتل کر ڈالا۔

جب نوجوان سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کسی شہر میں پہنچتا اور وہاں کے باشندوں کو جوش دلاتا تو لمحہ بھر کے لیئے اُن شہروں میں آگ سی فروزاں ہو جاتی لیکن بہت جلد ان شہروں کے دروازوں پر مغل فوجیں نمودار ہوتیں۔ ہرات کی قسمت بھی اتنی ہی سیاہ نکلی جتنی مرد کی تھی۔ بُری بیدردی اور خونخواری سے مقاومت کی چنگاریاں بجھائی گئیں۔ تھوڑے عرصے کے لیئے ایک حقیقی خطرہ رونما ہوا تھا، یہ مغلوں کے خلاف جہاد کا تھا۔

راسخ العقیدہ مسلمان جب آپس میں سرگوشی کرتے تو چنگیز خاں کو "ملعون" کہتے، لیکن جوش کی یہ آگ بھی بجھ گئی۔ اہل اسلام کا ایک حقیقی سردار موجود تھا، جلال الدین خوارزم شاہ لیکن عالم اسلام کا قلب مسمار ہو چکا تھا۔ جلال الدین خوارزم شاہ جو اکیلا یہ صلاحیت رکھتا تھا کہ دنیا بھر کے منتشر مسلمانوں کو یکجا کر کے حملہ آوروں کے مقابلے کے لیئے میدان میں آئے، اُس کے تعاقب میں مغلوں کے ہراول دستے اس طرح مصروف تھے کہ وہ سرحد ہی سرحد پر رہتا تھا۔ اور اسے نہ اس کا وقت مل سکا اور نہ موقع کہ کوئی بڑی فوج مجتمع کر سکتا۔

جب دوسری گرمیاں آئیں تو گرمیوں کی شدت کے زمانے میں چنگیز خاں اپنے اُردو کے بڑے حصے کے ساتھ کوہ ہندوکش کی شجر پوش بلندیوں پر چلا گیا، جس کے نیچے تپتی ہوئی وادیاں تھیں۔ یہاں اُس نے اپنی فوج کو آرام کے لیئے پڑاؤ ڈال دیا۔ قیدیوں کو اس نے گندم کی کاشت پر لگایا۔ ان قیدیوں میں امیر فقیر، قاضی اور غلام سب ہی طرح کے لوگ تھے۔ اس مرتبہ شکار نہیں ہوا۔ اُس کے لشکر کو بھی بیماریوں نے کافی تاراج کیا تھا۔

یہاں اُس کے لشکریوں نے پامال درباروں کے ریشمی شامیانوں میں کوئی مہینہ بھر آرام کیا، تُرک اتابکوں اور ایرانی امرا کے بیٹے ان کی ساقی گری کرتے تھے۔ دنیائے اسلام کی مظلوم عورتیں

مغلوں کے پڑاؤ میں بے نقاب ماری ماری پھرتی تھیں۔ گیہوں کے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوران کو وحشت زدہ آنکھوں سے دیکھتے۔ ان کاشت کرنے والوں کے پاس ستر پوشی بھر کے چیتھڑے مشکل سے باقی رہ گئے تھے اور جب مغل سپاہی انہیں کھانا کھلانے کا حکم دیتے تو وہ کتوں کے ساتھ بچے کھچے کھانے کے لیے چھین جھپٹ کرتے۔

وحشی ترکمان جو قافلوں کی رہزنی کیا کرتے تھے، پہاڑوں کی چوٹیوں سے اتر کے آتے اور حملہ آوروں سے گھل مل جاتے اور بڑی حیرت سے سونے چاندی اور مرصع ملبوسات کو گھور گھور کر دیکھتے، جو انبار در انبار خیموں کے سائے میں پڑے ہوئے تھے کہ گوبی پہنچائے جائیں۔ یہاں مریضوں کے معالجے کے لیے طبیب بھی تھے۔ ان وحشی خانہ بدوشوں کے لیے طبیب بڑی نادر جنس تھے۔ علما بھی تھے جو ختا کے حکما سے بحث مباحثہ کرتے اور گوبی کے غارت گر مروت اور بے تعصبی سے ان کے مناظرے سنتے جو آدھے ان کی سمجھ میں آتے آدھے نہ آتے اور انہیں اس کی پروا بھی نہیں تھی۔

لیکن چنگیز خاں کے سامنے ایک نہایت وسیع اور عظیم الشان کام نظم و نسق کا قیام تھا۔ ختا کے اور خراسان کے پاس سے اور روس کے میدانوں سے سوبدائی بہادر کے قاصد آتے۔ وہ خود تو دو محاذوں پر جنگی کارروائی کی رہنمائی کر رہا تھا لیکن یہ بھی ضروری تھا کہ وہ گوبی میں خانوں کی مجلس مشاورت سے اپنا رابطہ برقرار رکھے۔

چنگیز خاں محض پیغاموں سے مطمئن نہ تھا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے ختا کے مشیر ہندوکش میں اس کے پاس آئیں۔ ہندوکش سنگلاخ چٹانوں کے تنگ راستے اور بیابانوں کی سطح انہیں پسند آئی ہو یا نہ آئی ہو، ہر ایک نے بلا چون و چرا تعمیل کی۔

مشرق اور مغرب کے درمیان نئی شاہراہیں کھولنے کے لئے چنگیز خاں نے "یام" کو ایجاد کیا۔ یہ مغلوں کے گھوڑوں کی ڈاک تھی۔ ویسی ہی جیسی تیرھویں صدی کے ایشیا میں ٹٹوؤں کی ڈاک۔

Marfat.com

انیسواں باب

سڑکیں بنانے والے

کئی پشتوں سے گوبی کے قبائلیوں کے یہاں یہ طریقہ رائج تھا کہ ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ تک ایک سوار خبریں پہنچایا کرتا۔ جب کوئی آدمی گھوڑا دوڑاتا ہوا آ کے جنگ کا بلاوا، یا کوئی اور خبر سناتا تو اردو میں سے کوئی نہ کوئی اور اپنے گھوڑے پر زین کستا اور یہ خبریں دور دراز کے دستوں تک پہنچا آتا۔ ان قاصدوں کو دن بھر میں پچاس ساٹھ میل کی مسافت طے کرنے کی عادت تھی۔

جب چنگیز خان کی فتوحات کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا تو اس کی بھی ضرورت پیش آئی کہ 'یام' کی اصلاح کی جائے۔ شروع شروع میں تو اس کی حکومت کی اور فوری ضروریات کی طرح یام کا استعمال بھی محض اس کے لشکر کے لیے تھا۔ جس راستے سے لشکر گذرتا اس پر کچھ کچھ فاصلے سے باقاعدہ کیمپ قائم کیے جاتے۔ ہر کیمپ میں گھوڑوں کی ایک قطار نوجوان سائیسوں کی تحویل میں چھوڑ دی جاتی اور چوروں سے مقابلے کے لیے کچھ سپاہی بھی وہیں چھوڑ دیئے جاتے۔ جب ایک مرتبہ لشکر کسی راستے سے گذر چکتا تو اس سے زیادہ طاقتور دستہ کو پیچھے چھوڑنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔

یہ کیمپ جو چند یورتوں، گھوڑوں کے لیے گھاس چارے کے ایک کھلیان، اور سرما کی غذا کے لیے جَو کے تھیلوں پر مشتمل ہوتا، غالباً سو سو میل کے فاصلے پر قائم کیا جاتا۔ یہی قافلوں کی شاہراہ تھی۔ اسی راستے سے خزانہ بردار قراقورم کو ہیرے جواہرات، سونے کے زیور، جیڈ کے اور میناکاری سے مرصع ظروف اور بدخشاں کے بڑے بڑے لعل

Marfat.com

لے جایا کرتے۔

انھی سڑکوں سے اُردو کا لُوٹا ہوا مالِ غنیمت گوبی میں گھر بھیجا جاتا۔ ان قبائلی دیہاتیوں کو دن بدن زیادہ حیرت ہوتی ہوگی کہ ہر مہینے عجائب اور نوادرات اور غیر معلوم علاقوں سے انسانوں کے تحفے بڑی تعداد میں آتے رہتے۔ خاص طور پر حیرت اُس وقت ہوتی ہوگی جب گوبی کے وہ سپاہی جنہوں نے خراسان یا وسطِ ایشیا کے زمین سے گھرے ہوئے سمندروں کے کنارے لڑائیاں لڑی تھیں واپس ہوئے ہوں گے اور یورتوں میں آگ کے پاس بیٹھ کے انہوں نے اُردو کے کارنامے اور ناقابلِ یقین فتوحات کا حال سنایا ہوگا۔

یا شاید اُن لوگوں کو جو گھر ہی پر رہے تھے اور جو اپنے خیموں کے دروازے پر آئے دن مالِ غنیمت کے اونٹوں پر سے روز افزوں مال و دولت کا انبار اتر تا دیکھتے تھے کوئی بات ناقابلِ یقین نہ معلوم ہوتی ہوگی۔ معلوم نہیں عورتیں آرائش و زیبائش کا یہ غیر معمولی سامان پاکے کیا سوچتی ہوں گی جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ یا بوڑھے جب یہ خیال کرتے ہوں گے کہ ارخلوں نے اُس دُنیا کے باہر تک و تاز کی جس کا انہیں علم تھا تو کیا سوچتے ہوں گے؟ اس تمام مال و دولت کا کیا حشر ہوا؟ مغل عورتیں ایران کے موتیوں کے نقاب استعمال کرنے کا سلیقہ بھی رکھتی تھیں۔

چرواہے اور نو عمر لڑکے بڑے رشک سے کہنہ مشق سپاہیوں کو عرب شدید زدل کی قطاریں اپنے ساتھ لاتے دیکھتے اور یہ سپاہی اپنی زین کے تھیلوں سے کسی شہزادے یا اتابیگ کی نقرئی مینا کاری کی زرہ نکال کے انہیں دکھاتے۔

مغلوں نے ان نئے تجربوں کی کوئی یادداشت باقی نہیں چھوڑی لیکن ہمیں اتنا معلوم ہے کہ وہ چنگیز خاں کی فتوحات کو پہلے ہی سے مقدر سمجھتے تھے۔ وہ اُن کے لیئے "بگدو" تھا۔ وہ جسے دیوتاؤں نے بھیجا ہے۔ وہ جس نے قانون بنایا ہے۔ یہ اس کی مرضی تھی کہ زمین

Marfat.com

کے جس حصے کو چاہے فتح کرے۔

معلوم ہوتا ہے کہ چنگیز خاں خود اپنی فتوحات کو ہرگز آسمانی تحفہ نہیں سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ سے زیادہ اُس نے کہا تھا "آسمان پر ایک ہی سورج ہے۔ آسمان میں ایک ہی طاقت ہے۔ زمین پر ایک ہی خاقان رہ سکتا ہے۔"

اُس کی بدھ رعایا اگر اُس کی عظمت یا پرستش کرنے لگی تھی تو وہ بلا کسی اعتراض کے اس عقیدت کو ماننے لگا تھا مسلمان اُسے قہر الٰہی سمجھتے تھے۔ یہ لقب بھی اُس نے قبول کر لیا تھا، بلکہ جب وہ یہ دیکھتا تھا کہ قہر الٰہی بننے سے اس کا کام نکلے گا تو وہ مسلمانوں کے اس عقیدے کو اور پختہ کر دیتا تھا۔ وہ نجومیوں کی پیشین گوئیاں سنتا۔ مگر کرتا وہی جو اُس کی اپنی تجویز ہوتی۔ نپولین کے برعکس وہ قطعاً تقدیر کا قائل نہ تھا اور نہ اُس نے سکندر کی طرح خدائی کا دعوےٰ کیا۔ جب نصف دنیا پر حکومت کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو اس نے اُسی صبر و استقلال سے اس مقصد کی طرف توجہ کی، جیسے وہ اپنی جوانی میں ایک بھٹکا ہوا گھوڑا ڈھونڈھنے نکلا تھا۔

خطابوں کو وہ محض کاروبار کے نقطۂ نظر سے جانچتا ایک مرتبہ اُس نے حکم دیا تھا کہ سرحد کے ایک مُسلمان شہزادے کو خط لکھا جائے۔ یہ خط ایک ایرانی منشی نے لکھا اور ایران کے ذوق کے لحاظ سے تمام مرصع خطابات خوشامد کے لہجے میں لکھے۔ جب یہ خط چنگیز خاں کو سنایا گیا تو بوڑھا مغل مارے غصّے کے آپے سے باہر ہو گیا اور چلاّ کے حکم دیا کہ اس خط کو پرزے پرزے کر دیا جائے۔

منشی سے اُس نے کہا "تو نے بڑی حماقت کا خط لکھا ہے۔ وہ شاہزادہ یہ سمجھے گا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں۔"

پھر اُس کے بعد اُس نے اپنے ایک اور منشی کو حسب معمول ایک مختصر سا خط تحکمانہ لہجے میں لکھوایا اور اس پر خاقان کے لقب سے دستخط کیے۔

Marfat.com

اپنی فوجوں کے درمیان رابطہ قائم رکھنے کے لیے چنگیز خان نے پرانے قافلے کے راستوں کو باہم مربوط کیا۔

افسر ڈاک کی سراؤں میں ٹھہر کے اپنی مہریں دکھاتے، جن پر شہباز کی تصویر کھدی ہوتی اور پھر وہ انتظار کرتے کہ ان کے لیے گلے سے پشم دار ٹٹو ڈھونڈھ کے لائے جائیں اور دراز ریش چینی، موٹے موٹے لحافوں جیسے روئی دار لبادوں میں لپٹے ہوئے دو پہیوں والی گاڑیوں میں ادھر سے اُدھر سفر کرتے ہوئے ان سراؤں میں آتے۔ اُن کی گاڑیوں پر پردے پڑے رہتے اور اُن کے لوکر بیش قیمت چائے کی ٹکیاں توڑ توڑ کے آگ پر اُن کے لیے چائے بناتے جاتے۔ ان سراؤں میں الغیور حکما مخملی سمور کی اونچی ٹوپیاں پہنتے، ایک کاندھے پر زرد لبادے ڈالے ہوئے آن کر ٹھہرتے۔ یہ الغیور بھی اب اُردو کا جز و لاینفک ہو چکے تھے۔

یام کی سرائے کے پاس ہی قافلوں کے اونٹوں کی بے شمار قطاریں استہ طے کرتیں۔ ان اونٹوں پر مسلمان تاجروں کا سارا سامان، کپڑے، ہاتھی دانت اور ایسی دوسری اشیاء بار لد لد کر اس ریگستان کو آتیں۔

یام بہ وقت واحد تار، ریل، اور ڈاک کا کام دیتا تھا۔ نامعلوم سرزمینوں سے آنے والے اجنبی یہاں پہنچ کر گوبی کے مغلوں کا پتا پوچھتے۔ پتلے چہروں والے یہودی ان سراؤں میں اپنے لدے ہوئے خچر اور گاڑیاں لے کے آتے۔ زرد فام، چوڑی ٹھوڑیوں والے ارمنی یہاں سوار ہو کے آتے اور تجسس کی نظر سے خاموش مغل سپاہیوں کو دیکھتے جو اپنے کمبل اوڑھے بیٹھے آگ تاپتے ہوتے، یا کسی خیمے میں سوتے ہوتے، جس کے پردے کا دروازہ کھلا ہوتا۔

یہ مغل شاہراہوں کے مالک تھے۔ بڑے قصبوں میں ایک داروغہ مامور ہوتا جو سڑک کا افسر اعلیٰ ہوتا اور جو اپنے ضلع کا مطلق العنان حاکم ہوتا۔ داروغہ کے پاس ایک منشی ہوتا جو لکھتا جاتا کہ کس سرائے میں کون کون سے لوگ آئے اور کون سا مال و اسباب اس راستے سے گذرا۔

Marfat.com

ہر سرائے میں بہت تھوڑے محافظ سپاہی ہوتے اور وہ سرائے کے حاکم کے گرد و پیش خادموں کی طرح رہتے۔ اُن کے فرائض بہت ہلکے اور مختصر سے تھے۔ قریب کے علاقوں سے جس چیز کو فراہم کرنے کا اُنہیں حکم ملتا وہ فوراً فراہم ہو جاتی۔ ادھر کوئی مغل اپنے لمبے بالوں والے ٹٹو پر، کاندھے پر ہلکا سا نیزہ رکھے، چمڑے کی زرہ پہنے، سمور یا ہرن کے چمڑے کا لبادہ پہنے ادھر ادھر دکھتا نظر آیا، اُدھر قریب میں جتنے بھی لوگ تھے سب اس کا حکم سننے کے لیے جمع ہو جاتے۔ ایشیا میں ہمیشہ ہی چھوٹے موٹے قزاق ہوا کرتے تھے۔ اب وہ بالکل غائب ہو گئے تھے۔ کس کی مجال تھی کہ مغلوں کی سرائے سے گھوڑا باندھنے کی رسی تک چرا لے جائے، حالانکہ سرائے میں سب غافل ہی کیوں نہ ہوں یا سو رہے ہوں۔

اِن سراؤں میں قیدی مسلمان کاریگروں کے تھکے ماندے قافلے قراقورم جاتے ہوئے دم لینے کو ٹھہرتے۔ ان میں بڑھئی تھے، گویتے تھے، اینٹیں بنانے والے، لوہار، تلوار بنانے والے، قالین ساز سب ہی طرح کے کاریگر تھے۔ زمین سے گھرے ہوئے سمندر کے نواح کے ریگستانوں کو پار کرتے ہوئے یہ سردی اور تھکن سے کانپتے اور لڑکھڑاتے جاتے۔ پورا قافلہ اُردو کے ایک تنہا مغل سوار کی تحویل میں ہوتا جو ان کا نگہبان بھی ہوتا اور رہبر بھی۔ مگر بچ کے نکل جانے یا بھاگ جانے کی کیا امید تھی اور کیا موقع تھا؟

ان سراؤں میں اور عجیب عجیب قافلے آکر رکتے۔ زرد پگڑیوں والے لاما، پوجا چکر گھماتے ہوئے اُن کی آنکھیں دور دراز کی برفانی چوٹیوں پر جمی ہوتیں تبت کی ویران ڈھلانوں سے آئے ہوئے سیاہ پگڑیوں والے لاما، مسکراتے ہوئے ترچھی آنکھوں والے بدھ یاتری جن کی سیاحت کا مقصد یہ ہوتا کہ مہایانا کے راستے پر چلیں جو مقدس بدھ کا راستہ تھا۔ ننگے پاؤں سفر کرنے والے جوگی، لمبے بالوں والے فقیر اس دنیا سے غافل بھورے لبادے پہنے ہوئے نسطوری پادری جن کو جادو ٹونے زیادہ آتے تھے، لیکن عبادت اور انجیل کے محض چند ہی فقرے یاد تھے۔

اور کبھی کبھی پسینے میں ڈوبے ہوئے طاقتور راہوار پر کوئی سوار آنکلتا جو پادریوں، پجاریوں اور عمّال کے ہجوم کو تتّر بتّر کر کے ایورتوں کے پاس اپنا گھوڑا روک کے چلّا کے ایک لفظ سناتا۔ یہ وہ شخص تھا جو خان کے احکام لایا کرتا تھا اور آرام کیئے بغیر دن بھر میں ایک سو پچاس میل کی مسافت طے کرتا تھا اور اُس کے لیئے سرائے کا بہترین گھوڑا فوراً تیار کر کے حاضر کر دیا جاتا۔

یہ تھا یام جیسا کہ دو نسلوں کے بعد مارکو پولو نے اپنے سفرنامے میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جب وہ کام بالو[1] یعنی خاقانوں کے مستقر کو گیا تھا۔

"اب آپ کو جاننا چاہیئے کہ خاقان کے قاصد جب خان بالیغ سے سفر کرتے تو ہر پچیس میل کے فاصلے پر راستے میں انہیں ایک سرائے ملتی جو گھوڑوں کی ڈاک کی سرائے کہلاتی۔ ان منزلوں پر اُن کے لیئے بڑی اور خوبصورت سی عمارت بنی ہوتی جس میں وہ آرام کر سکتے۔ اس عمارت میں تمام کمرے آراستہ بستروں اور بیش قیمت ریشمی پردوں سے مزیّن ہوتے۔ اگر اس عمارت میں کوئی بادشاہ بھی آ کے قیام کرتا تو انہیں آرام دہ پاتا۔"

"ان منزلوں میں سے بعض میں چار سو گھوڑے ہوتے۔ بعض میں دو سو۔ جب قاصد کسی ایسے حصّے سے گذرتے جس میں سڑکیں نہ ہوتیں اور ٹھہرنے کا اور کوئی مقام نہ ہوتا تب بھی منزلوں کی سرائیں وہاں بھی ضرور ہوتیں، اگرچہ زیادہ زیادہ فاصلے پر ہوتیں اور ان میں خاقان کے قاصدوں کے لیئے تمام ضروریاتِ زندگی فراہم ہوتیں۔ وہ چاہے جس ملک اور جس علاقے سے آئے ہوئے ہوتے، اپنے لیئے تمام ضروری اشیا تیار پاتے۔"

---

[1] کام بالو۔ خان بالیغ۔ خاقانوں کا شہر

Marfat.com

"کبھی کسی شہنشاہ، بادشاہ یا امیر کو اتنی دولت نصیب نہ ہوئی ہوگی جس دولت کا اندازہ ان سراؤں سے ہوتا ہے، کیونکہ ان سب سراؤں میں تین لاکھ گھوڑوں کی نگہبانی کی جاتی ہے اور جملہ عمارتوں کی تعداد دس ہزار سے اوپر ہے اور یہ سب اتنے اعلیٰ پیمانے پر ہے کہ اس کو پوری طرح بیان کرنے کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔

"اس طرح اُن مقامات سے جو دس دن کی مسافت کے فاصلے پر واقع ہیں، خاقان کو ایک دن اور ایک رات میں اطلاعیں وصول ہو جاتی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صبح کو خان بالیغ میں تازہ میوہ توڑ کر جمع کیا جاتا ہے اور دوسری شام کو یہ چاندو میں خاقان کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ خاقان نے اِن قاصدوں کو تمام محاصل معاف کر دیئے ہیں بلکہ اس کے علاوہ انہیں تنخواہیں دی جاتی ہیں۔"

ان کے علاوہ سراؤں میں ایسے بھی آدمی رہتے ہیں جو کسی شدید عجلت یا جلدی کے موقع پر دن بھر میں دو سو پچاس میل کی مسافت طے کر سکتے ہیں اور پھر رات کو بھی اتنی ہی مسافت طے کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر قاصد ایک چوڑی پٹی پہنتا ہے، جس میں گھنٹیاں لگی ہوتی ہیں۔ ان گھنٹیوں کے بجنے کی آواز بہت دُور سے آنے لگتی ہے۔ سرائے پہنچ کے قاصد، دوسرے قاصد کو بالکل اُسی طرح تیار پاتا ہے۔ اپنا پیغام اُسے دے دیتا ہے اور سرائے کا منشی جو اس وقت فوراً حاضر ہو جاتا ہے اُسے اس کے علاوہ ایک اور پروانہ دیتا ہے۔ یہ منشی ہر سرائے میں قاصد کے پہنچنے اور روانہ ہونے کے وقت کا اندراج کر لیتا ہے۔"

"یہ قاصد سرائے میں تازہ دم گھوڑے بدلتے ہیں جو زین اور ساز سے آراستہ انہیں تیار ملتے ہیں اور ان گھوڑوں پر سوار ہو کے وہ پھر سرپٹ روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور اگلی سرائے پر پھر گھنٹیوں کی آواز سن کے پہلے ہی سے گھوڑے تیار کر دیئے جاتے ہیں جس رفتار سے یہ لوگ سواری کرتے ہیں وہ حیرت ناک ہے۔ رات کو وہ بہرحال

Marfat.com

اتنی تیزی سے سفر نہیں کر سکتے جیسے دن کو، کیونکہ اُن کے ساتھ ساتھ پیدل مشعل بردار بھی چلتے ہیں۔"

"ان قاصدوں کی بڑی توقیر ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنا پیٹ، سینہ اور سر مضبوط پٹیوں سے نہ باندھیں تو اس قدر تیزی سے ہرگز سفر نہ کر پائیں۔ اُن کے پاس ایک لوح پر شہباز کی مہر ہوتی ہے کہ وہ کوئی خاص پیغام لیے جا رہے ہیں۔ اِس مہر کی رُو سے انہیں اس کا اختیار ہوتا ہے کہ اگر راستہ میں اُن کا گھوڑا تھک کے ڈھیر ہو جائے تو سڑک پر انہیں جو کوئی مسافر ملے اُسے گھوڑے سے اتار کے اُس کے گھوڑے پر سوار ہو لیں۔ کسی کی مجال نہیں جو اپنا گھوڑا اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر سکے۔"

یہ ڈاک کی سڑکیں چنگیز خان کے نظامِ حکومت میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھیں۔ ہر قصبے کے مغل داروغہ کا قدرتی طور پر یہ فریضہ تھا کہ گھوڑوں کے گلّہ کی نگہداشت کرے اور قرب و جوار سے ضروری سامانِ رسد فراہم کرے۔ اس کے علاوہ اُن علاقوں میں جہاں اُردو برسرِ جنگ نہ ہوتا چنگیز خان کے لیئے خراج وصول کیا جاتا۔ چنگیز خان کا قانون "یاسا" ساری مملکت کا قانون تھا اور اُس نے قرآن و حدیث کی جگہ لے لی تھی۔ مردم شماری بھی کی گئی تھی۔

ہر مذہب کے پجاری اور مذہبی پیشوا محاصل سے مستثنیٰ تھے۔ یہی یاسا کا فرمان تھا۔ اُردو میں جتنے گھوڑے دشمن سے چھینے جاتے، اُن پر نئے مالک کا نشان لگا دیا جاتا۔ خان کے گھوڑوں کا نشان علیحدہ تھا۔

مردم شماری کے کتابچوں کی خانہ پری کے لیئے، اور داروغاؤں کے بہی کھاتوں کی تکمیل کے لیئے منشی چینیوں اور ایغوروں نے آمن یا سرکاری دفتر میں صیغے کھول رکھے تھے۔ مغل داروغہ کے علاوہ مفتوحہ علاقہ کے کسی معزز آدمی کو بھی کسی ذمہّ دار

خدمت پر مامور کرنے کی اجازت دی جاتی۔ اس سے مغلوں کو ضروری اطلاعات اور معلومات ملتیں اور یہ ترجمان کا کام بھی انجام دیتا۔

ایک صوبہ میں چنگیز خان نے ایک شیخ کو شیر کی شبیہہ والی لوح بھی عطا کی۔ اس شیخ کو اختیار حاصل تھا کہ وہ داروغاؤں کے احکامات کو فسخ کر دے۔ جن لوگوں کو سزائے موت مل چکی ہے اُن کی جاں بخشی کر دے۔ چنگیز خان نے مقامی حکام کو جب یہ اختیارات دیئے۔ خواہ یہ برائے نام ہی سہی، تو دہشت کی حکومت میں تھوڑی سی کمی پیدا ہوئی۔ ابھی وقت نہیں آیا تھا مگر آنے ہی والا تھا کہ مغلوں کی طرح مفتوحہ قوموں کے لوگ بھی یاسا کے حوالے سے انصاف چاہیں۔ مغلوں کے مزاج میں تلوّن نہیں تھا۔ فوجی یلغار کی پہلی دہشت اور ابتلا کے بعد مفتوحہ قوموں کے لوگ مغلوں کو کسی قدر روادار پاتے۔

لیکن چنگیز خان کو اگر کوئی فکر تھی تو بس اپنی فوج کی، اور نئی سڑکوں کی، اور اس دولت کی جو مفتوحہ دنیا سے اس کی قوم کی جانب کھنچی چلی آرہی تھی۔ اُردو کے افسراب نہایت نفیس قسم کی زنجیر اور ترکی زرہیں پہنتے اور ان کے قبضے میں دمشق کی تابدار تلواریں تھیں۔ جہاں تک خود چنگیز خان کا تعلق ہے وہ سنئے ہتھیاروں کو تو مستقل طور پر بڑے تجسس کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے آسائش کے سامان سے اُسے دلچسپی نہ تھی۔ وہ آخر تک گوبی کا لباس پہنتا رہا اور اس نے اپنی عادتیں نہ بدلیں۔

کبھی کبھی وہ درگذر بھی کرسکتا تھا لیکن جب وقت جیسی موج ہو۔ وہ اس پر تلا ہوا تھا کہ فتح کی مہم کی تکمیل کرلے، کیونکہ یہ مہم ابھی تک نامکمل تھی۔ کبھی کبھی اُسے طیش و غضب کا سخت دورہ پڑتا۔ سمرقند کے ایک بڑے ہی کریہہ منظر طبیب کو اُس نے اپنا منظورِ نظر بنا لیا تھا، جو اُس کی آنکھوں کا علاج

Marfat.com

کر رہا تھا چنگیز خاں کی رواداری سے اس شخص میں اتنی جرأت بڑھ گئی کہ مغل افسروں کو اس سے تکلیف پہنچنے لگی۔ اس نے خان سے ایک بڑی حسین مغنیہ کو مانگا جو اور گنج کی تسخیر کے وقت مغلوں کے ہاتھ لگی تھی۔

چنگیز خان اس شخص کے اصرار سے بہت محظوظ ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو اس کے حوالے کر دیا جائے، لیکن یہ طبیب اس قدر بدشکل تھا کہ یہ اسیر حسینہ اس کی طرف مائل نہ ہوئی اور یہ سمرقندی پھر چنگیز خاں کی خدمت میں یہ درخواست لے کے حاضر ہوا کہ حسینہ کو حکم دیا جائے کہ وہ اس کی مرضی کی تعمیل کرے۔ اس پر بوڑھے مغل کو غصہ آ گیا اور اس نے ایسے سب لوگوں کو صلواتیں سنانا شروع کیں جو اپنے حکم کی تعمیل نہیں کرا سکتے اور جو آخر میں غدار بن جاتے ہیں۔ پھر اس نے طبیب کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

اس موسم خزاں میں چنگیز خان نے تمام اعلیٰ افسروں کو حسبِ معمول مجلس مشاورت میں شرکت کے لیے بلا بھیجا تھا، لیکن اس کا بڑا بیٹا جوجی نہیں آیا تھا۔ اس نے تحفتہً کئی گھوڑے بھیج دیئے تھے اور معذرت کی تھی کہ میں بیماری کے سبب سے نہیں آسکتا۔

اردو کے بعض شاہزادے جوجی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ اس کی پیدائش اور اس کا نطفہ مشکوک ہے اور اسے "تاتار" کہہ کے پکارتے تھے۔ انہوں نے چنگیز خاں کو سمجھایا کہ اس کے فرزند اکبر نے قرولتائی میں شرکت نہ کر کے اس کے حکم سے سرتابی کی ہے۔ بوڑھے مغل نے اس افسر کو بلا بھیجا، جو جوجی کے پاس سے گھوڑے لے کے آیا تھا اور پوچھا کہ کیا جوجی سچ مچ بیمار ہے۔

قبچاق سے جو قاصد آیا تھا، اس نے کہا "یہ تو میں نہیں جانتا لیکن جب میں

Marfat.com

روانہ ہوا تھا تو وہ شکار کھیلنے میں مصروف تھا۔

غصّہ کے عالم میں چنگیز خاں اپنے خیمے میں چلا گیا اور اس کے افسروں کو توقع تھی کہ اب وہ نافرمانی کی سزا دینے کے لیئے جوجی کے خلاف حملہ کرے گا۔ اس کے برعکس اُس نے اپنے منشی سے ایک خط لکھوایا اور اُسے قاصد کے حوالے کیا کہ وہ مغرب کا راستہ لے۔ چنگیز خاں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اردو میں پھوٹ پڑ جائے اور شاید اُسے بھروسا تھا کہ اس کا بیٹا اس کے خلاف بغاوت نہیں کرے گا کیونکہ اُس نے سوبدائی بہادر کو حکم دیا تھا کہ وہ یورپ سے واپس لوٹ آئے اور جوجی جہاں کہیں ملے اُسے اپنے ساتھ لیتا ہوا اردو کے قلب کو واپس آئے۔

Marfat.com

بیسواں باب

دریائے سندھ کے کنارے جنگ

اُس اہم موسم خزاں میں پیہم عمل کے سوا اور کسی بات کے لیئے وقت نہ تھا۔ ہرات اور دوسرے کئی شہروں نے فاتحوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا جلال الدین خوارزم شاہ مشرق میں فوج جمع کر رہا تھا۔ ہندوکش کے مشرق سے ہراول دستوں کی یہی اطلاع تھی۔ چنگیز خاں کی تجویز یہ تھی کہ خوارزمی شہزادے کے مقابلے کے لیئے تولی کو بھیجے جس پر وہ اپنے اور سپہ سالاروں سے زیادہ اعتماد کرتا تھا، لیکن اسی زمانے میں ہرات کی بغاوت کی خبر ملی، اس لیئے بہت بڑی فوج کے ساتھ تولی کو مغرب میں خراسان بھیجا گیا۔

خوارزمی فوج کی تلاش اور استیصال کے لیئے ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ خود چنگیز خان نے میدان کا رُخ کیا۔ اُس کے راستے میں کوہ بابا کے کہساروں میں بامیان کا مسلح شہر پڑتا تھا۔ وہ خود اُس کا محاصرہ کرنے کے لیئے ٹھہر گیا اور اپنی فوج کا بڑا حصہ ایک اور ارخون کی سرکردگی میں جلال الدین خوارزم شاہ سے مقابلے کے لیئے روانہ کیا۔

کچھ عرصہ بعد قاصد بامیان اس خبر کے ساتھ آ پہنچے کہ جلال الدین کے ساتھ ساٹھ ہزار فوج ہے اور یہ کہ مغل سپہ سالار سے اس کا مقابلہ ہوا اور مغل سپہ سالار نے خوارزمیوں کی اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا کہ وہ چھپ کر اُس پر حملہ کر سکیں۔ ہراول کے دستے اور پیش قدمی کرنے والے سپاہی خوفناک خوارزمی شہزادے کی نقل و حرکت کی نگرانی کر رہے ہیں۔

Marfat.com

واقعہ جو پیش آیا یہ تھا کہ اس نازک موقع پر ایک افغان فوج جلال الدین کے ساتھ آملی تھی اور اس کی قوت دُگنی ہو گئی تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد یہ خبر ملی کہ ترکوں اور افغانوں نے مغل ارخان کو شکست دے کے اُس کے سپاہیوں کو پہاڑوں میں دھکیل دیا ہے۔

چنگیز خاں نے نئے سرے سے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ بامیان کے شہر پر حملہ کیا جو اُس کے راستے میں حائل تھا۔ محصورین نے اس سارے علاقہ کو پہلے ہی سے ویران کر دیا تھا، یہاں تک کہ بڑے بڑے پتھر تک دور دور ہٹا دیئے تھے تا کہ مغل انہیں اپنی منجنیقوں میں استعمال نہ کر پائیں۔ وہ ساز و سامان جس کے ساتھ مغل اب تک عام طور پر لڑتے آئے تھے، اُن کے ساتھ نہ تھا اور فصیلوں کے مقابلے میں انہوں نے جو لکڑی کے برج کھڑے کیئے تھے لیکن پر قلعہ سے روغنِ نفت میں ڈوبے ہوئے آتش گیر تیروں کی بوچھاڑ ہوتی تھی، یہاں تک کہ مغلوں نے مویشیوں کو کاٹ کے اُن کی بھیگی ہوئی کھالوں کو ان لکڑی کے برجوں پر آگ سے بچانے کے لیئے منڈھ دیا۔

چنگیز خاں نے آخری ہلّے کا حکم دیا، جس کے معنی یہ تھے کہ جب تک قلعہ سر نہ ہو جائے حملہ جاری رہے۔ عین اُس وقت اُس کا ایک پوتا جو فصیل کے نیچے تک اُس کے ساتھ ساتھ آیا تھا، مارا گیا۔ بوڑھے مغل نے حکم دیا کہ اس لڑکے کی لاش جس کو وہ اس کی ہمّت اور جرأت کی وجہ سے بہت چاہتا تھا خیموں میں پہنچا دی جائے۔

اُس نے اپنی فوج کو آخری ہلّے پر اکسایا، اپنا خود اتار پھینکا اور خود سپاہیوں کی صفوں میں گھستا ہوا اُس دستے کی رہنمائی کے لیئے جا پہنچا جو قلعہ کے اندر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک جگہ قلعہ کی فصیل میں شگاف تھا۔ یہاں مغلوں کے قدم جم گئے اور بہت جلد بامیان پر اُن کا قبضہ ہو گیا۔ فصیل کے اندر ہر جاندار کو تہِ تیغ کیا گیا اور مسجدوں اور محلوں کو مسمار کر دیا گیا، یہاں تک کہ مغل بھی بامیان کو "مو بلیغ" یعنی بلدۂ غم کہتے تھے۔

لیکن چنگیز خان فوراً بامیان کو چھوڑ کے اپنے منتشر لشکروں کو اکٹھا کرنے نکل کھڑا ہوا۔ یہ دستے پہاڑیوں سے ہوتے ہوئے اس کی طرف آہی رہے تھے۔ شکست کھانے پر بھی یہ ایسے زیادہ بد حال نہیں ہوئے تھے۔ خان نے اُن سب دستوں کو اکٹھا کیا اور ان کی وفاداری اور ثابت قدمی کی تعریف کی۔ بجائے اس کے کہ وہ اس بدنصیب ارخون پر الزام دھرتا جس نے جلال الدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں شکست کھائی تھی، وہ اس کے ساتھ ساتھ اُس میدان جنگ کا معائنہ کرنے گیا اور جنگ کی تفصیلیں پوچھتا رہا، ارخون کو سمجھاتا رہا کہ اُس نے کس کس موقع پر کیا غلط چال چلی۔

خوارزمی شہزادے نے فتح کے بعد اپنی قابلیت کے جوہر اس طرح نہ دکھائے جیسے شکست کے عالم میں اُس نے اپنی پامردی اور ہمت کے جوہر دکھائے تھے۔ اُس کے سب وہ لمحے بڑے فخر کے تھے جب اُس کے سپاہیوں نے مغل سپاہیوں کو عذاب دے دے کے مارا تھا اور جنگ میں لوٹے ہوئے گھوڑے اور ہتھیار آپس میں بانٹ لیے۔ لیکن افغانی اُس کے افسروں سے لڑ کر اُسے چھوڑ کے چلے گئے۔

چنگیز خاں اُس کے خلاف پیش قدمی کر رہا تھا۔ ایک فوج کو اس نے الگ روانہ کیا تھا کہ افغانوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کرے۔ جلال الدین غزنی کے مشرق کی طرف پیچھے ہٹا، لیکن مغل تیزی سے اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ اس نے نئے حلیفوں کو اپنی کمک کے لیے بلانے کو قاصد بھیجے، لیکن ان کے راستے میں مغل حائل تھے۔ جو تمام دروں پر قابض تھے اور ان کی نگرانی کر رہے تھے اپنی تیس ہزار فوج کے ساتھ جلال الدین خوارزم شاہ پہاڑیوں سے نیچے اتر کے دریائے سندھ کی وادی میں پہنچا۔

اُسے امید تھی کہ دریائے سندھ کو عبور کرلے تو پھر اُسے دہلی کے سلطان کی مدد حاصل ہو جائے گی۔ لیکن مغل جو غزنی میں اُس سے پانچ روز کی مسافت پر تھے، اب اس سے

Marfat.com

نصف روز کے فاصلے پر آ گئے تھے۔ اس دوران میں چنگیز خان نے اپنی فوج کو صرف کھانا پکانے کے لیے گھوڑوں سے اترنے کی اجازت دی تھی۔

جان پرکھیل کے خوارزم کے شاہزادے نے دریا کا رُخ کیا اور یہ دیکھا کہ وہ ایسے مقام پر ہے جہاں دریا کا بہاؤ اتنا تیز اور پانی اتنا گہرا ہے کہ دریا کو پار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ آخری مقابلے کے لیے پلٹا۔ اس کا بایاں پہلو ایک پہاڑ کے نیچے محفوظ تھا اور اس کے دائیں بازو پر دریا کا موڑ اس کی حفاظت کر رہا تھا۔

مسلمان بہادر جو اپنی آبائی سرزمین سے نکالے گئے تھے، بے رحم مغلوں سے طاقت آزمائی کے لیے تیار ہوئے۔ جلال الدین خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ کنارے پر جتنی کشتیاں ہیں جلا دی جائیں تاکہ اس کے سپاہیوں کے دل میں بچ کے بھاگ نکلنے کا خیال بھی نہ آ سکے۔ میدانِ جنگ میں اسے موقع کی جگہ مل گئی تھی، اب اس کا فرض تھا کہ یا تو اس جگہ کو سنبھالے یا نیست و نابود ہو جائے۔

صبح تڑکے مغل سارے محاذ پر آگے بڑھے۔ جب وہ اندھیرے کے کم ہونے پر نظر آئے تو باقاعدہ صف آرا تھے۔ چنگیز خان اور اس کا نشان اور خاقانی محافظ دستہ کے دس ہزار سپاہی قلبِ لشکر کے پیچھے تھے۔ شروع شروع میں انہوں نے لڑائی میں حصّہ نہیں لیا۔

سب سے پہلے تیز و تند خوارزمی شہزادے نے اپنے سپاہی آگے بڑھائے۔ اس کا میمنہ جو مسلمان فوجوں کا سب سے طاقتور عنصر ہوا کرتا تھا۔ امین الملک کی سرکردگی میں مغلوں کے میسرے سے دوچار ہوا اور اس پر اس شجاعت سے حملہ کیا کہ مغلوں کو دریا سے سندھ کے کنارے کنارے پیچھے ہٹنا پڑا۔ حسبِ معمول مغل دستوں میں بٹ کے منتشر ہو گئے۔ خان کے ایک بیٹے کے جھنڈے تلے پھر جمع ہوئے اور پھر منتشر کر دیئے گئے۔

سیدھے ہاتھ کی طرف اونچے سنگلاخ پہاڑوں کی وجہ سے مغل رک گئے تھے؛

Marfat.com

یہاں وہ ٹھہر گئے۔ جلال الدین نے اس مقام سے کچھ دستے ہٹا کے ابن الملک کے بڑھتے ہوئے میمنے کی کمک کو بھیجے۔ چند پہر بعد اس نے پہاڑوں کی حفاظت کرنے والے حصّے سے کچھ اور دستے ہٹا لیے تاکہ اپنے قلبِ لشکر کو اور مضبوط بنائے۔

تقدیر کے ایک داؤں میں با فتح حاصل کرنے اور یا سب کچھ کھونے کا فیصلہ کر کے اپنی فوج کے منتخب دستوں کے ساتھ اُس نے مغلوں کے قلبِ لشکر پر دھاوا کیا اور مغلوں کو کاٹتا ہوا، مغلوں کے نشان اور چنگیز خان کو ڈھونڈھتا ہوا اُن کے قلب میں گھس گیا لیکن بوڑھا مغل وہاں تھا ہی نہیں۔ اس کا گھوڑا زیرِ ران مارا جا چکا تھا اور وہ کسی اور گھوڑے پر سوار ہو کے اور کسی طرف چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے معلوم ہوتا تھا کہ خوارزمیوں نے فتح حاصل کر لی اور مسلمانوں کے نعرے گھوڑوں کی ٹاپ ، تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ پکار کے درمیان بلند ہوئے۔

مغل قلبِ لشکر جو اس دھاوے سے ہل گیا تھا، جم کے لڑتا رہا۔ چنگیز خان نے دیکھ لیا تھا کہ خوارزمیوں کے میسرے کے تقریباً سارے کے سارے سپاہی دوسرے حصّوں میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ اُس نے حکم دیا کہ بلا نویان کی سرکردگی میں ایک تومان جس طرح ممکن ہو پہاڑوں کے اس پار پہنچ جائے اور جن نقیبوں سے وہ سوالات پوچھ رہا تھا اُنہیں کو اس نے اس تومان کے رہبر بنا کے بھیجا۔ یہ مغلوں کی پرانی اُلٹ دینے والی چال تھی جس سے وہ اپنے نشان کے ساتھ دشمن پر چھا جاتے تھے۔

بلا نویان اور اس کے سپاہی رہبروں کے ساتھ دشوار گذار گھاٹیوں میں ہوتے ہوئے، سنگلاخ اور ناقابلِ عبور چٹانوں پر چڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ کچھ سپاہی نیچے گھاٹیوں میں جا گرے، لیکن سہ پہر کو اس تومان کا بڑا حصّہ چوٹی پر جا پہنچا اور اس جگہ کی حفاظت کے لیے جلال الدین خوارزم شاہ نے جو تھوڑے سے سپاہی باقی چھوڑے

Marfat.com

تھے اُن پر پل پڑا۔ پہاڑوں کی اس فصیل کی طرف سے خوارزمیوں کا بازو محصور ہو گیا۔
بلانویان نے اپنے دشمنوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

اس درمیان میں چنگیز خان اپنے ساتھ دس ہزار بھاری سواروں کو لے کے قلبِ لشکر کی جانب نہیں جہاں جلال الدین خوارزم شاہ کے حملے کا خطرہ بہت زیادہ تھا، بلکہ اپنے شکست خوردہ میسرے کی مدد کو جا پہنچا۔ اس کے حملے سے امین الملک کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اُن کے تعاقب میں چنگیز خان نے وقت ضائع نہیں کیا، اپنے دستوں کو موڑ کے اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کے پہلو پر حملہ کیا جو قلب میں اُس کے قلبِ لشکر سے لڑ رہا تھا۔ دریا کے پاس جلال الدین خوارزم شاہ کا جو دستہ تھا وہ اس کے اور جلال الدین کے درمیان حائل ہو گیا۔

شیر دل لیکن تھکے ماندے مسلمان اس بوڑھے مغل کی چالاکی اور فراست سے بالکل مجبور ہو گئے۔ یہ آخری چالیں اس نے اس طرح چلی تھیں جیسے کوئی شطرنج میں شہ دیتا ہے۔ بڑی تیزی اور سفاکی سے انجام قریب آگیا۔ جلال الدین نے یاس کے عالم میں ایک آخری کوشش کر کے چنگیز خان کے محافظ دستوں پر حملہ کیا، اور کوشش کی کہ اپنی فوج کو دریا کے کنارے سے ہٹا لے۔ مغلوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کے دستے منتشر کر دیئے گئے۔ بلانویان اس پر پورا دباؤ ڈال رہا تھا اور بالآخر جب جلال الدین خوارزم شاہ دریا کے اونچے کرارے دار کنارے پر پہنچا تو اس کے ساتھ صرف سات سو ساتھی زندہ بچے تھے۔

یہ جان کر کہ خاتمہ کا وقت آگیا، جلال الدین خوارزم شاہ ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار ہوا، اپنی زرہ اتار پھینکی اور اپنی تلوار، ایک کمان اور پھر ترکش بھر تیر لے کے اونچی چٹان سے دریا کے تیز دھارے میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کود پڑا اور دور دراز کنارے پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

Marfat.com

چنگیز خاں نے حکم دیا تھا کہ شاہزادے کو زندہ گرفتار کیا جائے مغل اب آخری خوارزمیوں کو گھیر چکے تھے اور خان نے اپنے گھوڑے کو چابک لگایا اور جنگ کے میدان سے ہوتا ہوا دریا کے کنارے پر پہنچا، جہاں اس نے بیس فٹ اونچی چٹان سے سوار شہزادے کو دریا میں کودتے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے جلال الدین خوارزم شاہ کو دیکھتا رہا، پھر انگشت بدنداں ہو کے اُس نے بے ساختہ تحسین و آفرین کی:۔

"وہ باپ خوش قسمت ہے جس کا بیٹا اتنا بہادر ہو۔"

اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کی جرأت اور شجاعت کی تعریف میں دریغ نہیں کیا، لیکن وہ اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کچھ مغلوں نے خواہش ظاہر کی کہ اُس کے تعاقب میں دریا کو تیر کے پار کریں، لیکن چنگیز خان نے اس کی اجازت نہ دی۔ اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کو تیز دھارے اور دریا کے تموّج کے باوجود دوسرے کنارے پر پہنچتا دیکھا۔ دوسرے دن اُس نے ایک نومان بلانویان کی سرکردگی میں بھیجا کہ دریا کو ایک پایاب مقام سے پار کرے۔ یہ بلانویان وہی سردار تھا جس نے سنگلاخ چٹانوں اور چوٹیوں پر چڑھ کے خوارزمیوں کی فوج پر پہلو سے حملہ کیا تھا۔

بلانویان نے ملتان اور لاہور کو تاراج کیا۔ گریزاں شاہزادے کا پیچھا چاہا کے تعاقب بھی کیا، لیکن پھر دہلی جانے والے قافلوں کے ہجوم میں اُس کا کھوج نہ لگا سکا گوبی کی سطح مرتفع کے باشندوں کو یہاں کی شدید گرمی بڑی عجیب معلوم ہوئی اور بلانویان نے واپس پلٹ کے خان سے عرض کی۔

"اس مقام کی گرمی سے آدمی مرجاتے ہیں اور یہاں کا پانی نہ تازہ ہے نہ صاف ہے۔"

اِس طرح شمالی حصّے کے علاوہ باقی ہندوستان منگولوں کی فتح سے بچ گیا۔ جلال الدین زندہ بچ گیا لیکن اس کی عظمت کا وقت نکل گیا تھا۔ پھر بھی وہ منگولوں کے اردو سے لڑتا رہا لیکن اب اُس کی حیثیت ایک آوارہ گرد بہادر کی تھی جس کا اپنا کوئی وطن نہ ہو۔

دریائے سندھ والی لڑائی آخری جنگ تھی جس میں خوارزمیوں کی عسکری طاقت نے منگولوں کا جم کے مقابلہ کیا۔ تبّت سے بحیرۂ خزر تک مقاومت ختم ہو چکی تھی اور اس مملکت کی باقی ماندہ آبادی فاتحوں کی غلام بن چکی تھی۔ جب یہ جنگ ختم ہوئی تو جیسا کہ ختا کی لڑائیوں کے بعد ہوا تھا، بوڑھے مغل کو اپنے وطن کی یاد ستانے لگی۔

اُس نے کہا "میرے بیٹوں کو ایسے ملکوں اور شہروں میں رہنے کی تمنا ہوگی مجھے تو نہیں ہے۔"

ایشیائے بعید میں اُس کی ضرورت تھی۔ اہلِ ختا کے کاندھوں پر منگولوں کا جوا مضبوطی سے جما چکنے کے بعد مقولی بہادر وفات پا چکا تھا۔ گوبی میں خانوں کی مجلسِ مشاورت بے چین تھی اور آپس میں حجّت اور تکرار کر رہی تھی۔ ہیا کی سلطنت میں بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ یہ جانتا تھا کہ ہیا کا علاقہ جو تبت کے دور دراز ڈھلانوں کے پاس ہے، کوئی آٹھ سو میل دور ہوگا اور وہاں پہنچنے کے لیے اس نے کشمیر کی طویل وادیوں کا رُخ کیا لیکن سکندرِ اعظم کی طرح اُس نے دیکھا کہ ناقابلِ عبور پہاڑی سلسلے اُس کے راستے میں حائل ہیں۔ اس دشواری کو دیکھ کے اُس نے سکندر سے زیادہ عقلمندی دکھائی اور بلا پس و پیش دنیا کی چھت پامیر سے ہوتا ہوا واپس لوٹا تاکہ کاروانوں کی اس شاہراہ پر سفر کرے، جو اس نے اپنے حملے

Marfat.com

کے وقت خود تیار کروائی تھی۔

اس نے پشاور کو تاراج کیا اور تیزی سے کوچ کرتا ہوا سمرقند واپس پہنچا۔ ۱۲۲۰ء کے موسمِ بہار میں اس نے سمرقند کی دیواروں اور اس کے باغات کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اور اب ۱۲۲۱ء کی خزاں میں دُنیا کی چھت کے سائے میں وہ جو کام کرنے نکلا تھا پورا کر چکا تھا۔

دانا لیو چتسائی نے رائے دی کہ "اب وقت آگیا ہے کہ قتل و غارت کو ختم کیا جائے۔"

جب مغل اردو جنوب کے ویرانوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا واپس ہوا تو چنگیز خان نے حسبِ معمول حکم نافذ کیا کہ تمام اسیرانِ جنگ کا قتلِ عام کیا جائے۔ اس طرح وہ بدنصیب ہجوم جو ان خانہ بدوشوں کے ہجوم کے پیچھے پیچھے گھسٹتا چلا آتا تھا ختم کر دیا گیا۔ مسلمان بادشاہوں کی حرم سراؤں کی خواتین اور بیگمات جن کو پکڑ کے مغل گوبی لیے جا رہے تھے، انہیں اجازت دی گئی کہ سڑک کے کنارے اپنے ملک کو آخری بار دیکھ کے رو دھو لیں۔

معلوم ہوتا ہے کبھی کبھی ایک آدھ لمحہ ایسا بھی آیا کہ بوڑھے مغل نے اپنی فتوحات کے مطالب پر غور کیا۔

اس نے ایک مسلمان عالم سے پوچھا "کیا تیری رائے میں بنی نوعِ انسان کو میری خونریزی یاد رہے گی؟" اس نے چین اور عالمِ اسلام کے اُس علم و فضل کے متعلق سوچا جسے سمجھنے کی اس نے کوشش کی اور پھر بہت جلد اس کی دلچسپی ختم ہو گئی۔ "میں نے داناؤں کی دانشمندی پر غور کیا ہے۔ اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے خونریزی تو کی ہے لیکن یہ جانے بغیر کہ یہ ٹھیک تھی یا نہیں لیکن داناؤں کی دانشمندی کی مجھے کیا پروا؟"

Marfat.com

جو پناہ گزیں سمرقند میں جمع ہو گئے تھے اور جو خوف سے کانپتے ہوئے اس کی خدمت میں تحفے لے آئے تھے وہ ان سے مہربانی سے پیش آیا۔ اس نے ان سے باتیں کیں۔ نئے سرے سے انہیں اُن کے بادشاہ خوارزم شاہ کی کمزوریاں سمجھائیں کہ نہ اُسے اپنے وعدے پر قائم رہنا آتا تھا اور نہ اپنے لوگوں کی حفاظت کرنا۔ اس نے ان مفتوحہ آدمیوں ہی میں سے صوبہ دار اور گورنر مقرّر کیے اور جس طرح کے انسانی حقوق اُس زمانے میں ممکن تھے انہیں عطا کیے یعنی یاسا کے مطابق ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے بیٹوں نے ان لوگوں پر حکومت کی۔

دنیا کا فاتح، اپنے زخموں کی خراش کو اب زیادہ محسوس کرنے لگا تھا اور یہ سمجھ گیا تھا کہ اب اس دنیا میں اُسے زیادہ نہیں رہنا ہے۔ اس لیئے وہ چاہتا تھا۔ کہ نظم ونسق مکمل ہو جائے۔ بغاوت فرو ہو جائے، یاسا کا قانون نافذ ہو لے اور اس کے بیٹے حکومت سنبھال لیں۔

اُس نے ڈاک کی سڑکوں پر تمام سرداروں کے پاس ہرکارے بھجوائے کہ سیحوں دریا کے کنارے، اُسی مقام کے قریب جہاں سے اُس نے خوارزم شاہ کی سرحد میں قدم رکھا تھا، ایک بڑی مجلسِ مشاورت میں آ کے شریک ہوں۔

اکیسواں باب

قرولتائی

اس مجلسِ مشاورت کے لیۓ جو مقام تجویز کیا گیا تھا، وہ سات میل کے قریب قُطر کا ایک سبزہ زار تھا مغلوں کو سوچ بچار کے لیۓ اس سے بہتر مقام شاید ہی کہیں ملتا کیونکہ یہاں دریا کے پاس کی دلدلوں میں مرغابیاں افراط سے تھیں اور ہری بھری اونچی اونچی گھاس میں تیتر اڑتے پھرتے تھے۔ چراگاہوں کی کوئی حد نہ تھی اور ڈھلانوں پر شکار افراط سے تھا۔ یہ ابتدائے بہار کا زمانہ تھا اور اسی زمانے میں قرولتائی منعقد کرنے کا دستور تھا۔

حکم کی تعمیل میں پابندی کے ساتھ اُردو کے سرداروں کی سواریاں آنے لگیں، صرف مختی سودائی بہادر جو یورپ سے بلایا گیا تھا۔ ذرا دیر بعد پہنچا۔

ربع مسکون کے ہر گوشے سے یہ سردار آئے، یہ مغل سلطنت کے شہباز تھے۔ دُور دراز صوبوں کے سپہ سالار، گردش کرنے والے ترخان، محکوم سردار اور ایلچی۔ خانہ بدوش بہادروں کے اس مستقر کو وہ بہت دور دور سے سفر کر کے آئے تھے اور معمولی خدم وحشم کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ ختا سے آنے والے کبت کاؤں کو ٹھاٹھ کی جوڑی والے بیل کھینچ کے لائے تھے، جو ریشمی غلاف پہنے تھے، چبوتروں پر محکوم ملکوں سے چھینے ہوئے جھنڈے لہرا رہے تھے۔

تبت کی ڈھلانوں سے جو سردار آئے تھے اُن کی بند گاڑیوں پر چمڑے کا سنہرا کام تھا اور اُنہیں سست رو لمبے بالوں والے یاک کھینچ کے لائے تھے جن کے سینگ

Marfat.com

بہت چوڑے ہوتے ہیں اور جن کی دُمیں ریشم کی طرح ملائم ہوتی ہیں۔ مغلوں کے یہاں ان جانوروں کی بڑی قدر و قیمت تھی۔ امیرِ جنگ تُولی خراسان سے اپنے ساتھ اونٹوں کی قطاریں لایا تھا۔ چغتائی جو برف پوش پہاڑوں پر سے ہوتا ہوا آیا تھا اپنے ساتھ ایک لاکھ گھوڑے لایا تھا۔ اردو کے یہ سارے سردار کمخواب اور طلائی اور نقرئی جاموں میں ملبوس تھے، جن پر وہ سمور کے لبادے اور بھیڑیوں کی بھوری نقرئی کھالیں اوڑھے تھے، تاکہ اُن کے بیش قیمت کپڑے میلے نہ ہو جائیں۔

طیان شان سے قوم الغور کا سردار ایدیقوت آیا تھا جو تمام حلیفوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا۔ چوڑے چہرے والے نزغیز عیسائیوں کا شیر بادشاہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا کہ مغل فاتح کا حلیف بنے۔ لمبے اُونچے ترکمان بڑے شاندار لبادے پہنے آئے تھے۔

گھوڑوں کا ساز اب موسم زدہ چمڑے کا نہیں تھا بلکہ کھنکھناتی ہوئی لوہے کی زنجیروں کا تھا، گھوڑوں کے ساز پر چاندی کا مرصّع کام صیقل اور جڑے ہوئے ہیروں سے چمک رہا تھا۔

گوبی سے ایک بڑا چہیتا لڑکا قوبلائی آیا تھا، جو تُولی کا بیٹا تھا۔ قوبلائی کی عمر ابھی نو سال تھی۔ اُسے شکار میں پہلی مرتبہ شریک ہونے کی اجازت دی گئی اور شہنشاہ کے پوتے کے لیئے یہ بڑے فخر کی بات تھی۔ چنگیز خاں نے خود اپنے ہاتھوں یہ رسم ادا کی۔

اُردو کے سرداراب قرولتائی کے مقام پر جمع ہو گئے تھے۔ یہ ایک اتنا بڑا سفید شامیانہ تھا کہ اس میں دو ہزار آدمی آسانی سے سما سکتے تھے۔ اس کا ایک دروازہ صرف چنگیز خان کے استعمال کے لیئے تھا۔ جنوب کے دروازے پر جو سپاہی ڈھالیں لیئے ہوئے سوار کھڑے تھے وہ محض محافظ دستہ کے تھے۔ اردو کا نظم و ضبط اتنا سخت تھا اور اس نئی سلطنت کے معمول اس قدر معین تھے کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ بلا اجازت مغل فاتح کے اقامت کے

Marfat.com

خیموں کے قریب پہنچ سکے۔

گوبی میں پہلے چنگیز خاں کی خدمت میں گھوڑے، اور عورتیں اور ہتھیار پیش کیے جاتے تھے۔ اب اردو کے سرداروں اور محکوم حکمرانوں نے اُسے نئی طرح کے تحفے دیئے۔ ایسے بیش بہا مال اور جواہر جو نصف کرۂ ارض کے خزانوں سے لوٹ لوٹ کے فراہم کیے گئے تھے۔ مؤرخ کا بیان ہے "ایسی دولت وشان اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی"

اس مغل سلطنت کے شہزادے اب گھوڑیوں کے دودھ کے بجائے شہد کھا رہے تھے اور ایران کی سفید اور سرخ شرابیں پی رہے تھے۔ خان نے بھی اعتراف کیا تھا کہ اُسے شیراز کی شراب بہت پسند ہے۔

اس وقت وہ محمد خوارزم شاہ کے تخت پر بیٹھا تھا جسے وہ سمرقند سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کے پاس ہی اس مرحوم مسلمان بادشاہ کا تاج اور شاہی عصا رکھا تھا جب قورولتائی کا آغاز ہوا۔ تو خوارزم شاہ کی والدہ کشاں کشاں لائی گئی۔ اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی تھیں۔ خوارزم شاہ کے تخت کے نیچے جانوروں کے بالوں کا بنا ہوا خاکی سمور کا ٹکڑا پڑا تھا۔ یہ گوبی میں اس کی سرداری کی مسند تھی۔

مشرق سے آئے ہوئے سرداروں کو اس نے اپنے گذشتہ تین برسوں کی فتوحات کی داستان سنائی۔ اُس نے متانت سے کہا "یاساکی برکت سے میں نے بہت بڑی سلطنت پر قبضہ کیا ہے۔ تم اُس کے قوانین کی پابندی کرتے رہنا۔"

اس ہوشیار مغل نے اپنے کارنامے گنانے میں وقت ضائع نہ کیا۔ اُسے جو حاصل کرنا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اُس کے سارے سردار قانون کی پابندی کریں۔ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی کہ وہ خود سب کو مشورہ دے۔ اُس کے سردار اپنے طور پر خود جنگ کر سکتے تھے اور اُسے معلوم تھا کہ اگر ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی تو یہ بڑی خرابی کی بات ہوگی۔ اپنی فتوحات کی وسعت کا اندازہ کرانے کے لیئے اس نے یکے بعد دیگرے ایلچیوں کو اپنے تخت کے نزدیک

Marfat.com

بلوایا۔

اپنے تینوں بیٹوں کو اُس نے یہ کہہ کے تنبیہہ کی "آپس میں ہرگز نہ لڑنا جھگڑنا، سب بے چون وچرا وفادائی سے وفاداری کرنا۔"

اس کے بعد قرولتائی میں مہینا بھر جشن ہوتا رہا اور اس درمیان میں دو ایسے مہمان پہنچے جن کا بڑا انتظار تھا۔ پولینڈ کی سرحد سے سوبدائی بہادر آیا تھا اور اپنے ساتھ جوجی کو لیتا آیا تھا۔

چنگیز خان کے سب سے بڑے بیٹے کو تجربہ کار ارخون ڈھونڈھ لایا تھا اور اسے راضی کرلیا تھا کہ قرولتائی میں شرکت کرے اور پھر سے اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ جوجی چنگیز خان کے سامنے حاضر تھا اور پیشانی پہ ہاتھ رکھے اس کے سامنے دوزانو تھا۔ اس سے اس بوڑھے فاتح کو بڑی مسرت ہوئی کیونکہ وہ جوجی کو بہت چاہتا تھا، اگرچہ اپنی محبت کو وہ ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا۔

یورپ کی چراگاہوں کا فاتح سوبدائی بہادر اپنے آقا کے لیئے تحفتہً ایک لاکھ قبچاقی گھوڑے لایا تھا۔ جوجی کو دربار زیادہ پسند نہ تھا، اس نے وولگا کے کنارے واپس جانے کی اجازت چاہی اور اُسے یہ اجازت مل گئی۔

جشن ختم ہوا، چغتائی پہاڑوں پر چلا گیا، دوسرے اُردوؤں نے قراقرم کا راستہ لیا۔ مؤرخ کا بیان ہے کہ روزانہ چنگیز خاں سوبدائی بہادر کو بلا بھیجتا اور اس سے یورپ کے ملکوں کے حالات پوچھتا۔

بائیسواں باب

اتمامِ کار

اپنے وطن واپس پہنچ کے زندگی کے باقی دن وہاں گذارنا چنگیز خان کی قسمت میں نہیں لکھا تھا۔ اُس کے بیٹوں کے بیٹے سب کام مکمل ہو چکے تھے صرف دُو کی کسر رہ گئی تھی جس دُنیا کا بوڑھے چنگیز خان کو علم تھا۔ اس میں صرف دو دشمن قوتیں باقی رہ گئی تھیں، ایک تبّت کے قریب کی جھگڑالو ہیا سلطنت، دوسرے جنوبی چین میں سنگ خاندان کی پرانی حکومت ــــــ اس نے قراقورم میں اپنے لوگوں کے ساتھ موسم گذارا۔ بورتائی اس کے ساتھ تھی اور پھر وہ سوار ہو کے نکل کھڑا ہوا۔ سو بدائی بہادر کو سنگ کی سرزمینوں کی فتح کے لئے بھیجا اور ہیا کے صحراؤں کے قبائل کی سرکوبی کا خود چنگیز خان نے بیڑا اٹھایا۔

اور اس میں اس نے کامیابی حاصل کی۔ جاڑوں کے موسم میں منجمد دلدلوں کو عبور کر کے جب وہ پہنچا تو اس نے اپنے قدیم دشمنوں کو وہاں اکٹھا پایا ــــــ بچے کھچے ختائی، مغربی چین کی فوجیں، ترک اور ہیا کی تمام فوجیں۔ تاریخ میں ہمیں تباہ کاری اور بربادی کی بھیانک تصویر نظر آتی ہے ــــــ سمور پوش مغل ایک منجمد دریا کے برف پر کس طرح لڑتے ہوئے گذرے اُن کے مقابل جو متحدہ محاذ تھا۔ اس نے اکٹھا ہو کے چنگیز خاں کے قلب لشکر پر کس طرح حملہ کیا۔ اس لڑائی میں تین لاکھ آدمی مارے گئے۔

اور پھر عبرت ناک انجام۔ دھوکا کھا کے زیر و زبر ہو کے اگریزاں شکار کی طرح متحدین کے باقی سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے مغل اُردو کے راستے میں جتنے ایسے آدمی آئے جو ہتھیار اُٹھا سکتے تھے انہیں قتل کر دیا گیا۔ ہیا کا بادشاہ بچ کے ایک پہاڑی قلعہ میں جا چھپا، جو

Marfat.com

برف پوش چوٹیوں اور گھاٹیوں میں محفوظ تھا اور وہاں سے اس نے جابر خان کو اطاعت نامہ لکھ بھیجا۔ اپنی منافرت اور یاس کو دوستی کے پردے میں چھپا کے اس نے درخواست کی کہ جو غلطی ہو چکی ہے وہ معاف کر دی جائے۔

چنگیز خاں نے اُس کے ایلچیوں کو جواب دیا: "اپنے آقا سے کہہ دینا کہ جو ہو چکا سو ہو چکا۔ میں اس کو بھول چکا۔ میں تمہارے آقا کو اپنا دوست سمجھوں گا۔"

لیکن چنگیز خاں جنگ کو ختم کرنے پر تیار نہ تھا جس طرح ان متحدین کا سرنیچا کیا گیا تھا۔ اُسی طرح سنگ کے باشندوں کو شکست دینا تھی۔ درمیانی جاڑوں میں اردو نے قدیم چین کی سرحدوں کی طرف کوچ کیا۔ دانائے کامل لیوچتسائی نے سنگ کو نیست و نابود کرنے کے فیصلے کے خلاف احتجاج کرنے کی کوشش کی:

اگر تُو ان سب آدمیوں کو مار ڈالے گا تو تیری مدد کون کرے گا اور تیرے بیٹوں کے لیئے دولت کون پیدا کرے گا؟

بوڑھے فاتح نے غور کیا، شاید یہ یاد کیا کہ جب وہ آباد زمینوں کو ویران کر چکا تو چین کے داناؤں ہی کی بدولت نظم و نسق برقرار رہ سکا۔ خلافِ توقع اُس نے جواب دیا۔ "میں تجھے مفتوحہ قوموں کا سردار بناتا ہوں ــــ میرے بیٹوں کی خدمت وفاداری سے کرنا۔"

لیکن وہ سنگ کو فتح کرنے کے ارادے سے باز نہ آیا۔ اس فتح کی تکمیل ضروری تھی۔ وہ اُسی طرح زین پر سوار رہا اور اپنی فوجیں زرد دریا کے اُس پار لے گیا۔ یہاں خان کو یورپ کی چراگاہوں میں جوجی کی موت کی اطلاع ملی۔ اس نے اپنے خیمے میں تنہا رہنے کی خواہش ظاہر کی اور خاموشی کے عالم میں اُس نے اپنے فرزندِ اکبر کی موت کا بڑا رنج کیا۔

زیادہ دن نہیں گذرے تھے جب بامیان میں اُس کے سامنے اوغدائی کا خورد سال لڑکا مارا گیا تھا اور اُس نے رنجور باپ کو رنج نہ کرنے کا حکم دیا تھا: اس سلسلے میں میرا کہنا مان۔ تیرا بیٹا مارا گیا ہے، مَیں تجھے حکم دیتا ہوں کہ ہرگز نہ رونا۔"

Marfat.com

اُس نے خود بھی یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جوجی کی موت کا اُسے صدمہ ہے لشکر آگے بڑھتے رہے سب کام معمول کے مطابق ہوتا رہا، لیکن چنگیز خاں اب اپنے افسروں سے کم بات چیت کرتا تھا اور یہ بھی دیکھا گیا کہ جب بحیرۂ خوارزم کے قریب ایک نئی فتح کی خبر اسے سنائی گئی تو اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہ اُس نے کچھ کہا، نہ تعریف کی جب لشکر ایک گھنے صنوبروں کے جنگل میں پہنچا، جہاں اب بھی درختوں کے سائے میں برف نہیں پگھلی تھی، حالانکہ سورج گرم تھا، اُس نے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔

اُس نے قاصدوں کو تیزی سے تولی کے پاس دوڑایا جو اُس کے اور بیٹوں کی نسبت زیادہ قریب تھا۔ یہ امیر جنگ جواب بڑا بھرپور جوان تھا، خان کے یورت کے سامنے گھوڑے سے اُترا تو اُس نے اپنے باپ کو آگ کے قریب ایک قالین پر سمور کے لبادوں میں لپٹا ہوا لیٹا پایا۔

بوڑھے مغل نے اپنے بیٹے کو مرحبا کہہ کے یہ کہا: "اب مجھے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کے، اور تجھے چھوڑ کے مجھے یہاں سے جانا ہے۔"

وہ کچھ عرصہ سے بیمار تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس بیماری میں اُس کی جان گھُل جارہی ہے۔ اُس نے اپنے پاس اردو کے افسروں کو بلا بھیجا اور جب تولی اور یہ سب افسر دو زانو ہو کے غور سے اُس کے الفاظ سننے لگے تو اُس نے انہیں واضح ہدایتیں دیں کہ کس طرح سنگ کی سلطنت کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے، کیونکہ اُس نے یہ جنگ شروع تو کی تھی لیکن اُسے ختم نہ کر پایا تھا۔ تولی کو حکم تھا کہ مشرق کی زمینیں اُس کی تحویل میں آئیں اور مغرب کی سرزمینوں پر چغتائی کی حکومت ہو اور اوغدائی اُن سب کا آقا ہو اور قراقورم میں خاقان بن کے تخت نشین ہو۔

جیسا کہ خانہ بدوشوں کا معمول ہے، وہ بلا تاسف کئے مر گیا۔ اپنے بیٹوں کے لیے اُس نے دُنیا کی سب سے بڑی سلطنت اور سب سے زیادہ تباہ کُن فوج اس طرح

Marfat.com

چھوڑی جیسے کوئی اپنے وارثوں کے لیئے خیمے اور گلّے چھوڑ جائے۔ یہ ۱۲۲۷ء کا واقعہ ہے جو بارہ جانوروں والی جنتری کے حساب سے مُوش کا برس ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اپنے مرض الموت کے زمانے میں چنگیز خان نے اس کا انتظام کر دیا تھا کہ اُس کے پُرانے دشمن ہیا کے بادشاہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے جو اب اُدو کی طرف آ رہا تھا۔ خان نے حکم دیا تھا کہ جب تک یہ نہ ہو جائے اس کے مرنے کی خبر کو پوشیدہ رکھا جائے۔

ایک نیزہ اس فاتح شہنشاہ کی یورت کے سامنے جو خیمہ گاہ سے ذرا الگ نصب تھا، گاڑ دیا گیا تھا۔ نیزے کی اَنی زمین میں دھنسی ہوئی تھی۔ نجومی اور دانشور جو چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، انہیں محافظ سپاہی اس طرف آنے نہ دیتے تھے اور صرف اعلیٰ سردار خیمے کے دروازے سے اس طرح اندر آتے اور باہر جاتے گویا ان کا آقا بیمار ہے اور بستر پر پڑے پڑے اُنہیں ہدایتیں دے رہا ہے۔ جب ہیا کا بادشاہ اور اس کی ہمرکاب فوج مغل اردو میں پہنچ گئی تو اُسے ایک ضیافت میں مدعو کیا گیا، اعزاز کے خلعت پہنائے گئے اور اردو کے سرداروں کے درمیان بٹھایا گیا، پھر چُن چُن کے ہیا کے بادشاہ اور اس کے ایک ایک ساتھی کو قتل کر دیا گیا۔

چنگیز خان کو کھونے کے بعد، ایک ایسے آدمی کی موت کے بعد جسے بظاہر کوئی شکست نہ دے سکتا تھا اور جو اُن کی ہر مراد بر لاتا تھا، اُس کے ارخون اور شاہزادے اُس کی لاش کو واپس گوبی لے گئے۔ دفن سے پہلے ضروری تھا کہ اس کی لاش قوم کو دکھائی جائے اور اس کی پہلی بیوی بورتہ کے گھر پہنچائی جائے۔

چنگیز خاں نے تنگ کے علاقے میں وفات پائی تھی۔ وہ مغل سپاہی جو اس کے جنازے کا رتھ لیئے جا رہے تھے انہوں نے ریگستان تک راستے میں جو ملا تھا، اُسے قتل کر دیا تھا تاکہ دشمنوں کو چنگیز خاں کی موت کا علم نہ ہونے پائے۔ ریگستان پہنچ کے اُردو

کے پُرانے جنگ آزمودہ سپاہیوں نے جنازے کے ساتھ ساتھ بآوازِ بلند ماتم شروع کیا۔

اُنہیں کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ اب چنگیز خان اُن کے قومی نشان کے آگے آگے سوار ہو کے نہ چل سکے گا اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق اِدھر اُدھر کی مہمات پر نہ بھیج سکے گا۔

ایک سپید سر ترخان نے کہا ”اے آقا بگدو تو ہمیں اس طرح چھوڑ کے چلا گیا؟ تیرا پیدائشی ملک اور اُس کی ندیاں تیرا انتظار کر رہی ہیں۔ تیرے خوش قسمت وطن میں تیرا سنہرا مکان، جس کے اطراف بہادر سورما کھڑے ہیں، تیرا انتظار کر رہا ہے۔ تو ہمیں کیوں اس گرم سرزمین میں پیچھے چھوڑ گیا، جہاں اتنے دشمن مرے پڑے ہیں؟“

ریگستان کی سطح طے کرتے کرتے اوروں نے بھی ماتم کیا ہے۔ اُن کے ماتم کے الفاظ کو مؤرخ نے یوں دہرایا ہے:

”کبھی تو شہباز کی طرح جھپٹا کرتا تھا۔ اب ایک لڑکھڑاتی ہوئی گاڑی تجھے اٹھائے لیے جا رہی ہے۔

اے میرے خان!

”کیا تو سچ مچ اپنے بال بچوں، اپنی قوم کی قرولتائی کو چھوڑ کے چلا گیا؟

اے میرے خان!

”کبھی تو ہماری سرداری کرتا تھا اور غرور و فخر سے عقاب کی طرح چکر لگاتا تھا، لیکن اب تو لڑکھڑا کر گر چکا ہے۔

اے میرے خان!

فاتح کی لاش گھر لائی گئی۔ قراقورم نہیں، بلکہ اُن وادیوں میں جہاں اپنے لڑکپن میں اُس نے بڑے استقلال سے زندہ رہنے کی کوشش کی تھی، یہ اس کی وہ موروثی سرزمین تھی جسے وہ کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اُردو کے ہرکارے سوار ہو کے چراگاہوں کے راستے ہر طرف دوڑ گئے تا کہ ارخانوں، شہزادوں اور دور دراز سپہ سالاروں کو یہ خبر سنائیں۔

کہ چنگیز خاں مرگیا۔

جب آخری سردار اُس یورت کے دروازے پر پہنچ کے اُتر چکا جس میں چنگیز خاں کی لاش رکھی تھی تو اُس کی لاش آخری آرام گاہ کو پہنچائی گئی۔ غالباً اُس جنگل کو جسے اپنی قبر کے لئے خود اُس نے انتخاب کیا تھا۔ کسی کو ٹھیک ٹھیک پتا نہ تھا کہ وہ کہاں دفن کیا گیا صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک بڑے درخت کے نیچے اُس کی قبر کھودی گئی۔

مغلوں کی روایت ہے کہ ایک قبیلے کو فوجی خدمت معاف کر دی گئی اور صرف یہ فرض اُسے تفویض کیا گیا کہ وہ اُس مقام کی نگرانی کرے، جہاں چنگیز خان دفن کیا گیا تھا۔ ان درختوں کے جھنڈ میں ہمیشہ خوشبو جلائی جاتی۔ یہاں تک کہ اطراف کا جنگل اتنا گھنا ہو گیا اور دوسرے درختوں میں وہ بڑا سا درخت کھو گیا جس کے نیچے چنگیز خان دفن تھا اور اس کی قبر کا کوئی نشاں باقی نہ رہا۔

Marfat.com

چوتھا حصہ

حرفِ آخر

ماتم میں دو سال گذر گئے۔ اس دو سال کے عرصے میں تولی نگران حکومت بن کے قراقورم میں مقیم رہا اور مقررہ وقت پر شاہزادوں اور سپہ سالاروں نے پھر واپس گوبی کا سفر کیا تاکہ متوفی فاتح کی مرضی کے مطابق اپنا نیا شہنشاہ، نیا خاقان منتخب کریں۔

یہ شاہزادے اپنے حق کے مطابق بادشاہ بن کے آئے تھے وراثت کے متعلق چنگیز خاں کی یہی وصیت تھی بجنت مزاج چغتائی جو زندہ بیٹوں میں اب سب سے بڑا تھا وسطِ ایشیا اور اسلامی ملکوں سے آیا تھا۔ خوش مزاج اوغدائی گوبی کی سطحِ مرتفع سے۔ عالیشان" باتو" جوجی کا بیٹا تھا روس کے میدانوں سے۔

ان سب نے مغل اہلِ قبائل کی طرح پرورش پائی تھی لیکن اب وہ دنیا کے بڑے بڑے ٹکڑوں اور اس کی مال و دولت کے مالک تھے۔ ان کے علم کے مطابق جتنی دنیا تھی اس کا بڑا حصہ ان کے تصرف میں تھا۔ وہ خیموں میں پرورش پائے ہوئے ایشیائی تھے مگر چاروں میں سے ہر ایک کے حکم میں ایک بڑی طاقتور فوج تھی۔ اپنے نئے نئے علاقوں میں انہیں شرابِ عیش کا چسکا لگ چکا تھا۔ چنگیز خاں نے کہا تھا "میرے وارث اطلس اور کمخواب کے سنہرے کاڑھے ہوئے کپڑے پہنیں گے۔ خوب گوشت کھائیں گے اور شاندار گھوڑوں پر سواری کریں گے۔ جوان اور حسین عورتوں کو اپنی آغوش میں لیں گے لیکن یہ یاد نہ کریں گے کہ کس کی وجہ سے انہیں یہ سب نعمتیں ملیں۔"

اگر وہ آپس میں لڑ پڑتے اور خانہ جنگی شروع ہو جاتی تو یہ قدرتی امر تھا۔ دو سال کے بعد معلوم ہوتا تھا کہ خانہ جنگی ضرور ہو گی اور اس کی پہل چغتائی کی طرف سے ہو گی جو اب سب بھائیوں میں بڑا تھا اور مغلوں کے دستور کے مطابق خان بننے کا حقدار تھا لیکن اس بوڑھے ہجوم پر مرے ہوئے فاتح کی ہیبت کا نقش مرتسم تھا جس آہنی

پنجے نے نظم و ضبط قائم کیا تھا۔ اُسی کی گرفت میں وہ ابھی تک متحد اور متفق تھے۔ یہ یاسا کا فرمان تھا ۔۔۔ اطاعت ۔۔۔ اپنے بھائیوں سے وفاداری ۔۔۔ خانہ جنگی سے احتراز؛

کئی مرتبہ چنگیز خان نے انہیں تنبیہ کی تھی کہ اگر وہ آپس میں لڑ پڑے تو اُن کی سلطنت غائب ہو جائے گی اور وہ خود مٹ جائیں گے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اُس کی یہ نئی سلطنت صرف ایک شخص کے اقتدار اور اس کی اطاعت کی بنیاد پر نہیں چل سکے گی، اسی لیئے اُس نے جنگجو تُولی یا تُند مزاج چغتائی کو نہیں بلکہ سیدھے سادے فیاض اوغدائی کو اپنی جانشینی کے لیئے انتخاب کیا تھا۔ اس انتخاب کی وجہ یہ بھی کہ وہ اپنے بیٹوں کی طبیعتوں کو بڑی اچھی طرح سمجھتا تھا چغتائی ہرگز سب سے چھوٹے بھائی تُولی کی اطاعت نہ کرتا اور تُولی امیر جنگ، زیادہ دن تک اپنے سخت گیر بڑے بھائی کی خدمت نہ کر سکتا۔

جب سب شہزادے قراقورم میں جمع ہوئے تو تُولی جو امیر الامرا (اُلُغ نوئین) اور نگراں کار سلطنت تھا، اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوا اور اوغدائی سے درخواست کی گئی کہ وہ تخت و تاج کو قبول کرے اوغدائی نے جو قرولتائی تھا یہ کہہ کے اس خدمت کو قبول کرنے سے انکار کیا کہ وہ اپنے چچاؤں اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے اس اعزاز کو قبول کرنے کا اہل نہیں ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ اوغدائی اپنی عذر پر قائم تھا یا شاید اس وجہ سے کہ نجومیوں کی رائے میں وقت مناسب نہیں تھا۔ چالیس دن تک اور تذبذب کے عالم میں گذر گئے۔ تب ارخون اور بوڑھے بوڑھے جنگجو اوغدائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غصے کے عالم میں اس سے کہا "تو یہ کیا کر رہا ہے؟ خان نے خود تجھے اپنا جانشین منتخب کیا تھا۔"

تُولی نے بھی زور دیا ۔۔۔ اپنے باپ کے آخری الفاظ سنائے۔ اور دانائے ختالیو چغتائی نے جو خزانچی تھا اپنی پوری ذہانت اس کوشش میں صرف کر دی کہ کوئی نئی آفت نہ آئے۔ تُولی پر شک اور خوف کا عالم تھا اور اُس نے اس چینی ۔۔۔ سے جو نجومی بھی تھا یہ پوچھا کہ تخت نشینی کے لیئے آج کا دن مبارک ہے یا نہیں۔

ختائی نے فوراً جواب دیا "آج کے بعد پھر کوئی اور دن مبارک نہیں۔"

تُولی نے اوغدائی کو مجبور کیا کہ سمور پوش چبوترے کے اوپر بچھے ہوئے طلائی تخت پر تخت نشین ہو۔

Marfat.com

اور جب نیا خاقان تخت نشین ہو رہا تھا تو لیو چیتسائی نے اس کے قریب پہنچ کر چغتائی سے خطاب کیا:

اس نے کہا "عمر میں تو اُس سے بڑا ہے لیکن تو اس کی رعایا ہے اس موقع سے فائدہ اٹھا اور سب سے پہلے تو ہی تخت کے سامنے سجدہ کر۔"

ایک لمحہ کی ہچکچاہٹ کے بعد چغتائی نے اپنے بھائی کے آگے اپنا سر سجدے میں جھکا دیا۔ قرولتائی کے شامیانے میں جتنے سردار اور امیر تھے سب نے یہی کیا اور اوغدائی کو خاقان انتخاب کر لیا گیا۔ پورے مجمع نے باہر نکل کے جنوب مشرق میں آفتاب کی طرف سر جھکایا اور سارے لشکر نے یہی کیا۔ اس کے بعد ضیافت کا دَور شروع ہوا جو خزانہ چنگیز خان نے چھوڑا تھا جو دولت نامعلوم دُنیا کے چاروں گوشوں سے اکٹھا کی گئی وہ سب دوسرے شاہزادوں، امیروں، افسروں اور فوج کے مغلوں پر نچھاور کر دی گئی۔[1]

اوغدائی نے ان سب لوگوں کی خطائیں معاف کر دیں جو اُس کے باپ کے مرنے کے وقت سے ایک نہ کسی جرم میں ماخوذ ہوئے تھے۔ اس زمانے کے اور مغلوں کے مقابل اوغدائی نے بڑی رواداری سے حکومت کی۔ وہ لیو چیتسائی کے مشورے پر عمل کرتا جو ایک طرف تو بڑے عزم و استقلال سے اپنے آقاؤں کی سلطنت کی جڑیں مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور دوسری طرف مغلوں کو روک رہا تھا کہ وہ بنی نوعِ انسان کو اور زیادہ نیست و نابود نہ کریں۔ اس نے اس موقع پر خوفناک سودائی بہادر کی مخالفت کی جرأت کی، جب کہ یہ ارخون تولی کے ساتھ سنگ کے علاقے میں جنگ کر رہا تھا اور ایک بڑے شہر کے باشندوں کا قتلِ عام کرنا چاہتا تھا۔

اس ہوشیار مشیر کار نے اس طرح حجت کی "ان کئی برسوں میں ہماری فوج رعایا کے پیدا کیے ہوئے غلے اور اس کی دولت کی بنا پر لڑتی رہی ہے اگر ہم سب انسانوں کو قتل کر دیں گے تو خالی ویران زمین کو لے کر کیا کریں گے؟"

اوغدائی نے یہ بات مان لی اور پندرہ لاکھ چینیوں کی جان بخشی کر دی جو اس شہر میں جمع ہوئے تھے۔

---

[1] ایک روایت یہ بھی ہے کہ چالیس حسین عورتیں اور چالیس خوبصورت مشکی گھوڑے چنگیز خان کی قبر پر ذبح کر کے چڑھائے گئے۔

Marfat.com

یوچتسائی ہی نے محصول جمع کرنے کے باقاعدہ اصول بنائے منگولوں سے ایک ایک فیصد مویشی اور چین کے ہر خاندان سے چاندی یا ریشم کی شکل میں ایک معین رقم۔ اُس نے اوغدائی سے بحث کر کے اُس سے پڑھے لکھے چینیوں کو خزانہ اور نظم و نسق کے بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کرایا۔

اُس نے تجویز یوں پیش کی: "جب کوئی برتن بنوانا ہوتا ہے تو تو کوزہ گر سے بنواتا ہے۔ اسی طرح بہی کھاتوں اور حساب کتاب کو ٹھیک رکھنے کے لیئے پڑھے لکھے آدمیوں کا استعمال کرنا چاہیئے۔"

"اچھا" منگل نے جھلا کے جواب دیا۔ "تو پھر تو ان کا استعمال کیوں نہیں کرتا؟"

ادھر اوغدائی نے اپنے لیئے ایک نیا محل تعمیر کرایا، ادھر یوچتسائی نے منگل لڑکوں کے لیئے مدرسے کھولے۔ روز قراقورم کو جواب اردو بالیغ (دربار کا شہر) کہلاتا تھا، پانچسو چھکڑے آتے۔ ان چھکڑوں میں کھانے پینے کی چیزیں، غلّہ، قیمتی ساز و سامان ہوتا جو ذخیروں اور شاہی خزانے میں جمع کیا جاتا۔ ریگستان کے خانوں کی حکومت نصف دنیا پر مستحکم ہو چکی تھی۔

سکندرِ اعظم کی سلطنت کے برعکس چنگیز خان کی منگل حکومت اس کے مرنے کے بعد جوں کی توں برقرار رہی۔ اس نے منگل قبیلوں کو ایک حاکم کا مطیع بنا دیا تھا، ان کے لیئے ایک پکا قانون بنا دیا تھا، جو بھونڈا اور غیر مہذب سہی لیکن اس کے مقصد کے لیئے موزوں تھا اور اپنی حکومت کے زمانے ہی میں اس نے سلطنت کے نظم و نسق کی بنیادیں ڈال دی تھیں۔ اس آخری کام میں اسے یوچتسائی سے بڑی مدد ملی تھی۔

اس فاتح نے اپنے جانشینوں کو سب سے زیادہ اہم چیز جو ورثے میں عطا کی وہ منگل فوج تھی۔ اس کی وصیت کے مطابق منگل اردو اوغدائی، چغتائی اور تولی کے مابین منقسم ہو گیا۔ یہ اردو گویا اس کی ذاتی فوج تھی۔ فوج کو اکٹھا کرنے، اسے تربیت دینے اور جنگ میں نقل و حرکت کرنے کے اصول وہی باقی رہے جو چنگیز خان نے ایجاد کیئے تھے۔ مزید برآں اس فاتح کے بیٹوں کو سوبدائی بہادر اور ایسے اور کارآزمودہ جرنیل ورثے میں مل گئے تھے جو سلطنت کی حدود وسیع کرنے کے کام کے لیئے بہت موزوں تھے۔

اس نے اپنے بیٹوں اور اپنی رعایا میں یہ خیال مضبوطی سے قائم کر دیا تھا کہ منگل ہی دنیا

Marfat.com

کے قدرتی طور پر مالک ہیں۔ اس نے طاقتور سے طاقتور سلطنتوں کی کمر اس طرح توڑ دی تھی کہ جو کام باقی رہ گیا تھا، وہ اس کے بیٹوں اور سوبدائی بہادر کے لیے زیادہ مشکل نہ تھا۔ جیسے پہلی یلغار کے بعد ادھر اُدھر دشمن کی مقاومت کا قلع قمع کرنا آسان ہوتا ہے۔

اوغدائی کی حکومت کے ابتدائی دور میں ایک مغل سپہ سالار اور چار غلاموں نے جلال الدین خوارزم شاہ کو شکست دے کے اس کا خاتمہ کر دیا اور بحیرہ خزر کے مشرق کے علاقوں مثلاً آرمینیا میں مغلوں کی حکومت مستحکم کی۔ اسی زمانے میں سوبدائی بہادر اور تولی دریائے ہوانگ ہو کے جنوب میں دور تک بڑھ گئے اور چینیوں کے باقی ماندہ علاقے کو تسخیر کیا۔

۱۲۳۵ء میں اوغدائی نے دوبارہ قرولتائی طلب کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغلوں کی فتوحات کے دوسرے اہم دور کا آغاز ہوا۔ باتو، جو زرین خیل کا اولین خان تھا، سوبدائی بہادر کی ہمراہی میں مغرب کو بھیجا گیا، جس کی وجہ سے یورپ میں بحیرہ اڈریاٹک اور ویانا کے دروازوں تک سارے علاقے میں کہرام مچ گیا۔ دوسری فوجوں نے کوریا، چین اور جنوبی ایران میں جنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ فتوحات کی یہ موج ۱۲۴۱ء میں اوغدائی کی موت کے بعد واپس سمٹ آئی اور سوبدائی جو تلا ہوا تھا کہ یورپ کو فتح کر کے رہے گا، پھر ایک مرتبہ وہاں سے واپس بلا لیا گیا۔

اس کے بعد کے دس سال کشمکش میں گذرے۔ چغتائی اور اوغدائی کے گھرانوں میں جھگڑا بڑھتا گیا۔ تھوڑے دنوں کے لیے کیوک خاقان بنا، جو ممکن ہے کہ نسطوری عیسائی ہو، ممکن ہے نہ ہو، لیکن جس کے وزیر عیسائی تھے جن میں ایک یلیو چوتسائی کا بیٹا بھی تھا جس نے اپنے خیمے کے سامنے ایک چھوٹی سی عیسائی عبادت گاہ بنوائی تھی۔ اس کے بعد حکومت اوغدائی کے گھرانے سے نکل گئی اور تولی کے بیٹے منکو خاں اور قوبیلائی خاقان بنے۔ پھر مغلوں کی فتح کی تیسری اور سب سے بھاری موج دنیا پر چھا گئی۔

قوبیلائی کے بھائی ہلاکو نے سوبدائی بہادر کے بیٹے کی مدد سے عراق پر حملہ کیا۔ بغداد اور دمشق کو فتح کیا اور خلافت کی طاقت کو ختم کر دیا۔ وہ یروشلم کے مقابل نمودار ہوا۔ انطاکیہ جس پر عیسائی صلیبی محاربین کے جانشینوں کا قبضہ تھا، مغلوں کا مطیع ہو گیا۔ مغل ایشیائے کوچک میں سمرتا

Marfat.com

تک گھس آئے اور قسطنطنیہ سے صرف ایک ہفتے کی مسافت پر رہ گئے۔

تقریباً اسی زمانے میں قوبلائی خان نے جاپان پر حملہ کرنے کے لیے بحری بیڑہ تیار کیا اور اپنی سرحدیں ملایا تک وسیع کیں، تبت کے اس پار بنگال تک پہنچ گیا۔ اس کا دورِ حکومت (۱۲۵۹ء تا ۱۲۹۴ء) مغلوں کا عہدِ زریں سمجھا جاتا ہے۔ قوبلائی خان نے اپنے آبا و اجداد کی بود و باش کا طریقہ چھوڑ دیا۔ اپنا دربار ختا کے علاقے میں لے گیا اور اس کی عادات و اطوار مغلوں کے مقابل چینیوں سے زیادہ ملتی جلتی تھیں۔ اس نے بڑی میانہ روی سے حکومت کی اور اپنی رعایا کے ساتھ انسانیت کا سلوک کیا کرتا تھا۔ مارکوپولو نے ہمارے لیے اس کے دربار کی بڑی جیتی جاگتی تصویر کھینچی ہے۔

لیکن دربار کو چین منتقل کرنا، مرکزی سلطنت کے ٹوٹنے کا شگون تھا۔ ایران کے 'ایلخان' جو ہلاکو کے جانشین تھے اور جنہوں نے ۱۳۰۰ء میں غازان خان کی سرکردگی میں سب سے زیادہ طاقت حاصل کی، خاقان سے اتنے فاصلے پر تھے کہ اس سے ربط قائم نہ رکھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ تیزی سے مسلمان ہوتے جا رہے تھے۔ روس کی طرف زریں خیل کا بھی یہی حال تھا۔ قوبلائی خان کے اپنے مغل بدھ مت قبول کر رہے تھے۔ چنگیز خان کے اس پوتے کے مرنے کے بعد مذہبی اور سیاسی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور مغلوں کی حکومت کئی سلطنتوں میں بٹ گئی۔

سنہ ۱۴۰۰ء کے قریب ایک ترک فاتح تیمور لنگ نے پھر اس مغل سلطنت کے وسط ایشیائی اور ایرانی ٹکڑوں کو یکجا کیا اور زریں خیل کو شکست دی جس کی بنیاد جوجی کے بیٹے باتو خاں نے رکھی تھی۔

سنہ ۱۳۶۰ء تک مغل چین پر قابض رہے، سنہ ۱۵۵۵ء تک جا بجا روس میں ان کی طاقت باقی رہی، یہاں تک کہ انہیں ایوان خونخوار نے زیر کر لیا۔ بحیرۂ خوارزم کے اس پار ان کے اخلاف میں سے ازبکوں نے سنہ ۱۵۰۰ء میں شیبانی خان کی سرکردگی میں بڑی طاقت حاصل کر لی اور چنگیز خاں کی اولاد میں سے ایک شہزادے بابر کو ہندوستان میں دھکیل دیا جہاں وہ عظیم مغل خاندان کا پہلا بادشاہ بنا۔

اٹھارھویں صدی کے وسط میں چنگیز خاں کی پیدائش کے چھ سو سال بعد اس فاتح کے جانشینوں کی حکومت کا ہر جگہ خاتمہ ہو گیا۔ اس زمانے میں مغلوں کی حکومت پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا

Marfat.com

اور مشرق میں منگولیا کو نامور چینی شہنشاہ کیان لنگ کی فوجوں نے تسخیر کر لیا۔

اسی زمانے میں کریمیا کے تاتار خان روس کی ملکہ عظمیٰ کیتھرائن کی رعایا بن گئے اور اسی زمانے میں بدقسمت قلماق یا ترغوت قبیلے نے دریائے اتیل (والگا) کے کنارے کی چراگاہوں کو چھوڑ کے مشرق کی طرف اپنی آبائی زمین کا طویل اور دہشت ناک سفر شروع کیا، جسے ڈی کوئنسی نے اپنے مقالے "ایک تاتاری قبیلے کا فرار" میں بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔

اٹھارھویں صدی کے وسط کے ایشیا کے تاریخی نقشے کو اگر ایک نظر دیکھا جائے تو چنگیز خان کے اردو کے خانہ بدوش جانشینوں کی آخری جائے پناہ کا نام نظر آ جائے گا۔ طوفانی جھیل بیکال اور جند کے بحرِ تلخ کے درمیانی وسیع علاقوں کا نام مبہم طریقے پر "تاتار" یا "آزاد تاتار" لکھا نظر آئے گا۔ یہاں برِ اعظم کے اس وسطی علاقے میں قرایت، قلماق اور مغل جاڑے اور گرمیوں کی چراگاہوں کے درمیان مارے مارے پھرا کرتے تھے اور کھور کی یورتوں میں رہتے تھے، اپنے ریوڑ ہنکایا کرتے تھے اور انہیں اس کا قطعاً علم نہ تھا کہ انہیں وادیوں میں ایشیا کے پریسٹر جان نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی لیکن موت نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا؟ اور یہیں سے چنگیز خان کا ایک کی دُھول والا انسان دُنیا کو خوف و دہشت میں مبتلا کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔

اس طرح مغل سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ وہ پھر اُن خانہ بدوش قبیلوں میں بٹ گئی، جن کے درمیان سے وہ نمودار ہوئی تھی۔ جہاں پہلے جنگجو لڑنے بھڑنے کے لیے جمع ہوتے تھے، وہاں امن پسند چرواہے باقی رہ گئے۔

مغل شہسواروں کا دہشت ناک مرقع مختصر سے زمانے کے لیے اُبھرا اور پھر کوئی نقش چھوڑے بغیر مٹ گیا۔ ریگستان میں قراقورم کا شہر ریت کی تہوں کے نیچے دفن پڑا ہے۔ چنگیز خان کی قبر اس کے وطن کی ندیوں کے پاس کسی جنگل میں چھپی ہوئی ہے۔ اس نے اپنی فتوحات میں جو مال و متاع جمع کیا، وہ اُن لوگوں کے تصرف میں آیا، جو اس کے ساتھی اور

سپاہی تھے۔ بورتہ کی قبر کا کوئی نشان باقی نہ رہا، جو چنگیز خاں کی جوانی کی بیوی تھی۔ اس کے زمانے میں کسی مغل نے اُس کے کارناموں کے متعلق کوئی رزمیہ نظم نہ لکھی۔

اُس کی فتوحات کا زیادہ تر اُس کے دشمن مورخوں نے ذکر کیا ہے تہذیب و تمدن پر اُس کا حملہ اس قدر ہولناک اور تباہ کن تھا کہ نصف کرۂ ارض میں پھر نئے سرے سے ابتدا کرنی پڑی۔ پریسٹر جان کی حکومت اور ختا، قراختائی، خوارزم —— اور اُس کے مرنے کے بعد —— بغداد، روس اور پولینڈ کی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ جب یہ ناقابل شکست وحشی کسی قوم کو فتح کرتا تو اور سب لڑائیاں خود بخود ختم ہو جاتیں۔ حالات کی پوری رفتار چاہے وہ پہلے اچھی ہوتی یا بُری بالکل بدل جاتی اور مغلوں کی فتح کے بعد جو لوگ باقی نبچتے۔ اُن کے درمیان عرصے تک امن قائم رہتا۔

قدیم روس کے عظیم شہزادوں کی آبائی دشمنی جو تور، لادی میر اور سوزڈل کے حکمرانوں کے درمیان تھی، اس عظیم ترسانحے کے باعث دفن ہو گئی۔ پرانی دُنیا کی یہ ساری شکلیں ہمیں پرچھائیوں کی طرح موہوم دکھائی دیتی ہیں مغلوں کے ریلے کے آگے سلطنتیں کچل گئیں اور تاجدار وحشت کے عالم میں بھاگ نکلے اور ختم ہو گئے۔ اگر چنگیز خاں پیدا نہ ہوا ہوتا تو کیا ہوتا، یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔

لیکن جو ہوا وہ یہ تھا کہ اس مغل کے بعد تمدن دوبارہ پیدا ہوا، جیسا کہ رومۃ الکبریٰ کے دورِ امن میں ہوا تھا۔ قومیں، یا اُن کا جتنا کچھ حصہ بچ سکا تھا، ایک جگہ سے اکھاڑ کے دوسری جگہ پہنچائی گئیں۔ مسلمانوں کے علوم و فنون اور بُنر مشرقِ بعید پہنچائے گئے۔ چینیوں کی قوتِ اختراع اور نظم و نسق کی اہلیت مغرب کے ملکوں میں پہنچی۔ اسلامی دُنیا کے ویران باغوں میں کچھ عرصہ بعد مغل ایلخانوں کی سرپرستی میں مسلمان علماء اور معماروں نے اگر ایک نیا عہدِ زرّیں نہیں تو ایک عہدِ سیمیں ضرور دیکھا اور تیرھویں صدی چین میں ادب اور خاص طور پر ڈرامے کے نشو و نما کے لحاظ سے مشہور ہے۔ یہ بڑی شان و شوکت

Marfat.com

کی صدی تھی اور یونان کی صدی کہلاتی ہے۔

جب مغل اُردو کی پسپائی کے بعد پھر سے سیاسی ترتیب و ترکیب شروع ہوئی تو جو کچھ پیش آیا، وہ ایک قدرتی لیکن بڑا غیر متوقع امر تھا۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے والے روسی شہزادوں کے درمیان سے ایرانِ اعظم کی عظیم سلطنت نمودار ہوئی اور چین جس کو تاریخ میں پہلی بار مغلوں نے متحد کیا تھا، ایک واحد سلطنت بن گیا۔

مغلوں اور ان کے دشمن مملوکوں کی نمود کے بعد محارباتِ صلیبی کے طویل باب کا خاتمہ ہو گیا۔ اب عیسائی زائرین حفاظت سے ضریحِ مقدس کی زیارت کو جا سکتے تھے اور مسلمان مسجدِ سلیمان کی زیارت کر سکتے تھے۔ پہلی بار یورپ کے پادری ایشیا کے بعید تک سفر کر سکے اور بے سود کوشش کرتے رہے کہ شیخ الجبل کا پتا چلائیں، جو پہلے صلیبیوں کو پریشان کیا کرتا تھا یا پریسٹر جان اور ختا کی سلطنتوں تک پہنچیں۔ اِن سب کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

بنی نوع انسان میں اِس عظیم پیمانے پر جو زلزلہ آیا اُس کا اہم ترین نتیجہ یہ تھا کہ عالمِ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت تباہ و ویران ہو گئی۔ خوارزم کی فوجوں کی شکست کے ساتھ ہی مسلمانوں کی بنیادی فوجی طاقت کا خاتمہ ہو گیا اور بغداد اور بخارا کی تباہی سے خلفا اور اُئمہ کا پُرانا تمدن مٹ گیا۔ نصف عالم میں عربی علماء اکابر کی زبان نہ رہی۔ ترک مغرب کی طرف دھکیل دیئے گئے اور اُن کے ایک قبیلے نے جو عثمانی کہلاتا تھا قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ ایک سُرخ دستار والا لاما جو قوبیلائی تاج پوشی کی صدارت کیلئے بلایا گیا تھا اپنے ساتھ لاسا سے بُدھ مت کے بھکشوؤں کا ایک جمِ غفیر لیتا آیا۔

تباہ کار و خونخوار چنگیز خان نے یورپ کے عہدِ تاریک کی دیواریں مسمار کر دیں۔ اُس نے سڑکیں بنائیں۔ یورپ چین کے علوم و فنون سے آگاہ ہوا۔ اُس کے بیٹے کے دربار میں ارمنی شہزادے اور ایرانی امرا، روسی شہزادوں کے دوش بدوش بیٹھے تھے۔

Marfat.com

سڑکوں کی تعمیر اور شاہراہوں کے کھلنے کے بعد خیالات و مفروضات میں بڑا انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ یورپ والوں میں ایشیائے بعید کے متعلق بڑی دلچسپی اور کھوج پیدا ہو گئی۔ پادری روبری کوئس کے نقش قدم پر مارکو پولو کمبالو (خان بالیغ) پہنچا۔ دو سو سال بعد واسکوڈی گاما سمندر کے راستے ہندوستان پہنچا۔ کولمبس جب اپنے بحری سفر پر روانہ ہوا ہے تو اس کا ارادہ امریکا پہنچنے کا نہیں تھا بلکہ خان اعظم کی سرزمین تک پہنچنے کا تھا۔

محمد شریف عباسی۔ لاہور۔
۱۔۵۔۵۹

Marfat.com

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن

چند دلچسپ اور مفید کتابیں

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن غیرتجارتی ادارہ ہے - اس کا کام خود کتابیں چھاپنا اور فروخت کرنا نہیں بلکہ یہ ادارہ اچھی انگریزی کتابوں کے اردو تراجم شائع کرانے میں پاکستانی ناشرین سے تعاون کرتا ہے - یہ اشتہار اور فروخت کتب کا انتظام بھی صرف معاون ناشروں کی حوصلہ افزائی اور فائدے کے لیے ہے کیونکہ اس طرح شائقینِ کتب کو بہ سہولت ایک ہی مرکز سے ہمارے سب معاون ناشروں کی کتابیں مل جاتی ہیں - اس فروخت کی پوری آمدنی آخرکار متعلقہ ناشرین کو منتقل کر دی جاتی ہے -

دنیائے اسلام

تالیف : **جیمز کرٹزیک و آر بیلی وائنڈر** ترجمہ : **سید ہاشمی فریدآبادی**

پروفیسر فلپ خوری حتی کے اعزاز میں لکھے ہوئے اٹھارہ علمی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ - یہ تمام مقالات دلچسپ اور اہم موضوعات پر مبنی ہیں اور ان کا تعلق بیشتر علوم عربیہ اور ممالک عربیہ سے ہے - مترجم نے اس کتاب کو جس خوبی اور کامیابی سے اردو کا جامہ پہنایا ہے وہ مستغنی عن التوصیف ہے -

صفحات : ۵۱۷ **قیمت** : پندرہ روپے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس ۳۶۹ - لاہور

Marfat.com

تاریخِ تہذیب

تالیف : برنٹن ۔ کرسٹوفر ۔ ولف ترجمہ و تحشیہ : مولانا غلام رسول مہر

تاریخ کے وہ عظیم واقعات جو انسانی تہذیب و تمدن پر اثرانداز ہوئے پہلی جلد ۱۷۱۵ء سے پہلے کے واقعات پر مشتمل ہے اور دوسری جلد زمانۂ حال تک کی جھلکیاں دکھاتی ہے ۔

جلد اول ۔ صفحات ۸۱۴ قیمت : پچیس روپے

جلد دوم صفحات ۹۱۲ قیمت : پچیس روپے

غازیانِ تہذیب

(طبع دوم)

تصنیف : جوزف کاٹلر و ہائیم جیف ترجمہ : سید ہاشمی فریدآبادی

اُن لوگوں کی داستان جنھوں نے عظیم‌الشان خواب دیکھے اور انھیں عوام کی تضحیک اور شدید مخالفتوں کے باوجود حقیقت کر دکھایا ۔ اُن کی کارکردگی انسانی دلچسپی کے پانچ شعبوں پر مشتمل ہے ۔ تفتیش ، خالص سائنس ، ایجاد ، حیاتیات اور طب ۔

صفحات : ۶۰۰ قیمت : دس روپے

قسطنطنیہ

تصنیف : ہیرلڈ لیم ترجمہ : مولانا غلام رسول مہر

اس کتاب میں قسطنطنیہ کے تاریخی شہر کی دل آویز تصویر کے علاوہ زوالِ رومہ سے عہد جسٹینین تک کی تاریخ بھی ہے ۔ کتاب کا تیسرا حصہ (استنبول اور گرد و پیش کے مناظر) جو پچاس صفحوں پر پھیلا ہوا ہے ، فاضل مترجم نے خود لکھا ہے ۔

صفحات : ۲۵۶ قیمت : آٹھ روپے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس ۳۶۹ ۔ لاہور

پاکستان : معاشرہ اور ثقافت

تالیف : سٹینلی میرن ترجمہ : مولانا غلام رسول مہر و عبدالمجید سالک

اس کتاب کا ہر باب ایک مختلف غیر ملکی مصنف کے قلم سے ہے اور ہر مصنف نے پاکستان کے کسی ایک پہلو کو منصفانہ نگاہ سے دیکھا ہے اور ایسی تصویر کشی کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو بھی انھی علاقوں میں رہتے ہوئے تصور کرتے ہیں۔

صفحات : ۳۱۷ قیمت : چھ روپے

انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم

(طبع دوم)

تالیف : ولیم ایل ۔ لینگر ترجمہ و اضافہ : مولانا غلام رسول مہر

اس مستند تالیف میں مختلف قوموں ، ملکوں ، تحریکوں وغیرہ کی مختصرمگرجامع تاریخ بہ سہولت مل سکتی ہے۔ جلد اول تاریخ اسلام پر مشتمل ہے۔ متعدد نقشے اور خاکے۔

جلد اول صفحات ۴۶۶ قیمت : چودہ روپے

جلد دوم صفحات ۵۰۰ قیمت : چودہ روپے

جلد سوم صفحات ۵۸۵ قیمت : سترہ روپے

تاتاریوں کی یلغار

تصنیف : ہیرلڈ لیم ترجمہ : عزیز احمد

وحشی تاتاری سواروں کی زندگی گھوڑوں کی پشت پر گزرتی تھی۔ یہ کتاب ان کی دلچسپ اور ولولہ انگیز تاریخ ہے۔

صفحات : ۴۰۰ قیمت : تیرہ روپے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس ۳۶۹ ۔ لاہور

Marfat.com

سلطان صلاح الدین ایوبی

(طبع دوم)

تصنیف : **ہیرلڈ لیم** — ترجمہ : **یوسف عباسی**

اسلام کے بطل عظیم سلطان صلاح الدین ایوبی **کے** مجاہدانہ کارناموں ، درویشیانہ زندگی اور بارھویں صدی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی آویزشوں کا جامع اور ولولہ انگیز مرقع -

صفحات : ۶۸۰ — قیمت : سترہ روپے پچاس پیسے

اسلام : صراط مستقیم

تالیف : **کینتھ مورگن** — ترجمہ : **مولانا غلام رسول مہر**

مختلف اسلامی ممالک کے گیارہ علما کے مقالات - ان میں قرآن ، سنت ، شریعت ، تصوف ، تاریخ اور ثقافت کے علاوہ مسلمانوں کے موجودہ انفرادی و اجتماعی مسائل پر عالمانہ تبصرے کیے گئے ہیں -

صفحات : ۵۹۴ — قیمت : تیرہ روپے پچاس پیسے

جزیہ اور اسلام

تصنیف : **ڈینیل سی ڈینیٹ** — ترجمہ : **مولانا غلام رسول مہر**

یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں مستند تاریخی دستاویزوں کے حوالوں سے ابتدائی دور اسلام کے صحت مند اقتصادی نظام اور مفتوحین سے مسلمانوں کے منصفانہ برتاؤ پر روشنی ڈالی گئی ہے - مضبوط جلد ، خوبصورت ٹائپ کی طباعت -

صفحات : ۲۰۷ — قیمت : دس روپے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس ۳۶۹ - لاہور

Marfat.com

لبنان : سر زمین اور باشندے

تصنیف : وائلا ایچ - وائینڈر　　ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

لبنان پر یہ کتاب شہرۂ آفاق لبنانی مورخ ڈاکٹر حتی کی صاحبزادی کی ہے ، اس لیے ظاہر ہے کہ ملک کے حالات پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہو سکتی -

صفحات : ۱۱۶　　قیمت : پانچ روپے

عرب اور اہل عرب

(طبع دوم)

تصنیف : رچرڈ ایچ - سینگر　　ترجمہ : مولانا غلام رسول مہر

فاضل مصنف نے خود مختلف علاقوں کا سفر کیا اور جو کچھ لکھا ، ذاتی مشاہدات کی بنا پر لکھا - اس میں دولتِ سعودیہ عربیہ ، بحرین ، کویت ، عمان کی ساحلی امارتوں ، مسقط ، عدن کی زیر حمایت امارتوں اور یمن کے متعلق تمام ضروری حالات جمع کر دیے گئے ہیں -

صفحات : ۳۸۴　　قیمت : پانچ روپے

پاکستان کی پہلی کتاب

تصنیف : جین بوتھویل　　ترجمہ : سید ہاشمی فریدآبادی

اس کتاب میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں شہری اور دیہاتی زندگی پر فاضل مصنفہ نے روشنی ڈالی ہے - آفسٹ کی چھپائی اور تصاویر سے مزین -

صفحات : ۸۷　　قیمت : تین روپے پچھتر پیسے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس ۳۶۹ - لاہور

Marfat.com

تاریخ لبنان

تصنیف : فلپ کے حتی　　　ترجمہ : مولانا غلام رسول مہر

لبنان چھوٹا سا خطہ ہے اور اس کی تاریخ سے وسیع دلچسپی کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا مگر دنیائے قدیم و جدید کی متعدد عظیم الشان سلطنتوں اور شہرۂ آفاق فاتحوں سے اسے کسی نہ کسی نوع کا تعلق رہا ۔ مصنف کے الفاظ میں اس ملک کی سرگزشت چھوٹے پیمانے پر مہذب دنیا کے بڑے حصے کی کہانی ہے ۔

صفحات : ۴۹۹　　　قیمت : پندرہ روپے

مصر : سر زمین اور باشندے

تصنیف : ذکی نجیب محمود　　　ترجمہ : سید ہاشمی فریدآبادی

اس کتاب میں مصر کی گوناگوں ثقافتوں ، تاریخ و جغرافیہ ، معاشرتی ، اقتصادی اور سیاسی کیفیات کے بارے میں دلچسپ معلومات درج ہیں ۔

صفحات : ۱۳۴　　　قیمت : چار روپے

عراق : سر زمین اور باشندے

تصنیف : بہیجہ لوجانے　　　ترجمہ : محمد ہادی حسین

قومیں آئیں اور گئیں ، سلطنتیں بنیں اور بگڑیں لیکن یہ سر زمین جوں کی توں قائم ہے ۔ آج بھی ہم عراق کی سیر کریں تو قدم قدم پر ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ماضی کی دہلیز پر کھڑے ہیں :

صفحات ۱۲۷　　　قیمت : چار روپے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس ۳۶۹ - لاہور

عرب دنیا

تصنیف : نجلاء عزالدین — ترجمہ : ڈاکٹر محمود حسین

اس کتاب کی مصنفہ اپنی قوم کے گزشتہ و موجودہ احوال سے بخوبی واقف اور روحِ عرب کی پوری رمزشناس ہیں ۔ جو لوگ عربوں کی روح حیات کو سمجھنا چاہتے ہیں ، ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اس کتاب کو مشعلِ راہ بنائیں ۔

صفحات : ۳۲۸ — قیمت : بارہ روپے

اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول

تصنیف : محمد اسد — ترجمہ : مولانا غلام رسول مہر

اس کتاب میں اسلام کے اصول سیاست اور ملک داری قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں ۔ نیز واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ دور حاضر اور آئندہ ادوار میں ان پر عمل درآمد کی صورت کیا ہے ۔ عمدہ کاغذ ۔ ٹائپ کی طباعت ۔

صفحات : ۱۷۲ — قیمت : آٹھ روپے

سو بڑے آدمی

(طبع چہارم ، باتصویر)

تصنیف : ولیم اے ۔ ڈیوٹ — ترجمہ و اضافہ : مولانا عبدالمجید سالک

ابتدائے تہذیب سے دور حاضر تک سو عظیم شخصیتوں کے مختصر سوانحی مرقعے جو بڑوں اور بچوں کے لیے یکساں دلچسپ ہیں ۔

صفحات : ۱۰۴ — قیمت : تین روپے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس ۳۶۹ ۔ لاہور

قدیم علوم اور جدید تہذیب

(طبع دوم)

تصنیف : جارج سارٹن ترجمہ : سید ہاشمی فریدآبادی

قدیم علوم کے کون کون سے کلیے یونان ، رومہ ، عیسائیت قرون وسطی اور اسلامی تہذیب سے نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے جدید تہذیب تک پہنچے اور زمانے کی سیاسی یا معاشی آندھی کیوں ان علمی چراغوں کو نہ بجھا سکی ؟

صفحات : ۲۰۰ قیمت : تین روپے پچاس پیسے

آدمی کی انسانیت

(طبع دوم)

تصنیف : رالف بارٹن پیری ترجمہ : مولانا محمد بخش مسلم

امریکا کے مشہور فلسفی نے اس کتاب میں فلسفۂ انسانیت کے مفہوم اور اہمیت پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی ہے ۔ عمدہ کاغذ اور ٹائپ میں طباعت ۔

صفحات : ۲۲۸ قیمت : سات روپے پچاس پیسے

مؤسسۂ مطبوعات فرینکان ، پوسٹ بکس ۳۶۹ ۔ لاہور

Marfat.com

٣ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

(اعراف ع ۲۴ - پارہ ۹) +

٣ (لوگو!) وہی (قادر مطلق) ہے جس نے تم کو ایک شخص (آدم) سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس کا اس کا جوڑا بنایا تاکہ مرد عورت کی طرف رغبت کرے تو جب مرد عورت سے لپٹ جاتا ہے تو عورت کو ایک ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے پھر وہ اُس حمل کو لیے لیے پھرتی ہے پھر جب (حمل کی وجہ سے عورت زیادہ) بوجھل ہو جاتی ہے تو (میاں بی بی) دونوں (ملکر) خدا سے کہ (وہی) اُن کا پروردگار ہے دعا مانگتے ہیں کہ (اے خدا) اگر تو ہم کو (جیتا جاگتا) پورا بچہ عنایت کرے گا تو ہم تیرا بڑا احسان مانیں گے پھر جب (خدا) اُن کو (جیتا جاگتا) پورا بچہ عنایت کرتا ہے تو اُس (اولاد) میں جو خدا نے اُن کو عنایت کی تھی خدا کے شریک بنانے لگتے ہیں ف۱ سو اُن کے شرک سے خدا کی شان بہت اونچی ہے +

٤ وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ كَذَٰلِكَ

٤ اور جب انسان کو (کسی قسم کی) تکلیف پہنچ جاتی ہے تو پڑا یا بیٹھا یا کھڑا (کسی حال میں ہو) ہم کو پکارنے چلا جاتا ہے پھر جب ہم اُس کی تکلیف کو اُس سے دور کر دیتے ہیں تو ایسا [illegible] بن کر) چل دیتا ہے کہ گویا اُس تکلیف کے (دور کرنے کے) لیے جو اُس کو پہنچ رہی تھی ہم کو (کبھی) پکارا ہی نہ تھا۔

ف۱ یعنی اولاد کو غیروں کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ فلاں پیر اور فلاں ولی یا پیغمبر نے ہم کو یہ اولاد دی ہے چنانچہ اُن کے نام بھی ویسے ہی رکھتے ہیں جیسے پیر بخش سالار بخش نبی بخش عبد النبی عبد الرسول بندہ علی وغیرہ ۱۲+

Marfat.com